

مجموعہ مقالات

پاکستان کی علاقائی زبانوں کا  
اسلامی ادب

[www.KitaboSunnat.com](http://www.KitaboSunnat.com)

ترتیب و تدوین

ڈاکٹر خالق داد ملک

عالمی رابطہ ادب اسلامی  
پاکستان

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ  
قُلْ أَطِيعُوا اللّٰهَ  
وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی اربعہ

معدت البریری

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

## معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب و سنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق و اجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

### تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے  
کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی  
کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے  
درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

✉ [KitaboSunnat@gmail.com](mailto:KitaboSunnat@gmail.com)

🌐 [www.KitaboSunnat.com](http://www.KitaboSunnat.com)

# مجموعہ مقالات

## پاکستان کی علاقائی زبانوں کا اسلامی ادب

ترتیب و تدوین  
ڈاکٹر خالق داد ملک

www.KitaboSunnat.com

عالمی رابطہ ادب اسلامی، پاکستان

## جملہ حقوق بحق مرتب محفوظ ہیں

مرتب : ڈاکٹر خالق داد ملک

ناشر : ڈاکٹر ظہور احمد اظہر

۷-حق باہو ہاؤسز، لالہ زار کالونی، رانیو ٹنڈرو ڈالا ہور

کمپوزر : محمد الیاس، حافظ تنویر حمزہ

(حافظ کمپوزنگ سنٹر) مین بازار فیصل پارک شاہدرہ لاہور

مطبع : المطبعة العربیہ پریس، پرانی انارکلی، لاہور

اشاعت اول : ۲۰۰۲ء

تعداد : ۵۰۰

قیمت :



## فہرست

۵	..... ابتدائیہ
۷	..... پنجابی ادبیات میں رسول اللہ کی شخصیت
۳۵	..... غوث بخش صابر
۵۵	..... ڈاکٹر سید محمد یوسف بخاری
۷۹	..... ڈاکٹر سید محمد انعام الحق کوثر
۸۹	..... ڈاکٹر سعید اللہ قاضی
۱۰۷	..... ڈاکٹر سعید محمد انعام الحق کوثر
۱۳۳	..... اورنگ زیب ملک
۱۵۹	..... حافظ عبدالغنی الشیخ
	..... لارکانہ و مکتبہ تہذیبی السند مع مؤلفات علماء لارکانہ





## بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

### حرفِ آغاز

یہ مجموعہ مقالات پاکستان کی علاقائی زبانوں کا اسلامی ادب اعضاءے رابطہ اور محترم قارئین کی خدمت میں پیش ہے، دراصل یہ مقالات عالمی رابطہ ادب اسلامی کے اقلیمی کتب ہائے پاکستان و افغانستان کے زیر اہتمام مجوزہ سیمینار کے لئے لکھے گئے تھے مگر بوجہ یہ سیمینار تو منعقد نہ ہو سکا لیکن یہ مقالات موصول ہو گئے تھے جس کے لئے ہم فاضل مقالہ نگاروں کے حسن تعاون کے بے حد شکر گزار بلکہ سراپا سیاست ہیں اور انہیں نہ صرف قافلہ ادب اسلامی کے ایک مستقل سیکشن کے طور پر شائع کر رہے ہیں بلکہ انکے مجموعہ کی صورت میں بھی پیش کر رہے ہیں۔

پاکستان کی تمام زبانیں، بشمول قومی زبان اردو، بلا استثناء اپنے آغاز و ارتقاء میں قرآن کریم کی مربوہ منت اور دین اسلام کی تخلیق ہیں، ان تمام زبانوں کا ابتدائی ادب دراصل اسلامی ادب ہے! علمائے کرام اور صوفیائے عظام تبلیغ اسلام اور اصلاح معاشرہ کا فریضہ انجام دیتے وقت عربی و فارسی کا ذخیرہ الفاظ استعمال کرتے تھے مگر قواعد اور جملوں کا تانا بانا مقامی زبانوں کا ہوتا تھا، قرآنی آیات اور احادیث نبوی کا ترجمہ و تشریح بھی ہوتی تھی یا دینی مسائل کا بیان اور وعظ و نصیحت بھی، یہ سب کچھ اسی شکل میں پیش کیا جاتا تھا۔

چنانچہ ان زبانوں کے ابتدائی اسلامی ادب کی ایک قسم وہ کلمات حکمت اور جواہر نصیحت بھی ہیں جو مانوئیات کے عنوان سے ضبط تحریر میں لائے جاتے تھے، تراجم و تفاسیر قرآن، شروع حدیث،

کتب سیرت اور مواظ اس کے علاوہ ہیں، اس سیمینار کا مقصد بھی یہی تھا کہ ان زبانوں کے اس اسلامی ادب کو اجاگر کیا جائے اور یہ بتایا جائے کہ پاکستان کی یہ تمام زبانیں بجز لہندہ ہمارا اسلامی ورثہ و سرمایہ ہیں اور ان کا تحفظ یا اشاعت اول و آخر عظمت قرآن کی دلیل اور اسلام کا قابل فخر سرمایہ ادب ہے اور عالمی رابطہ ادب اسلامی اسے قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور اس کے تحفظ و اشاعت کا علمبردار ہے۔

ڈاکٹر خالق داں ملک



## پنجابی ادبیات میں رسول اللہ کی شخصیت

ڈاکٹر نبیلہ عمر عادل

مسلم ادبیات میں حضور سرور کائنات کی ذات بابرکات کو وہ مرکزیت حاصل ہے کہ آپ کی حیات پاک کا کوئی بھی پہلو ایسا نہیں جو ہمیں ہمارے ہر شعبہ ہائے زندگی کے منور راستے تک نہ پہنچاتا ہو کیونکہ آپ کی ذات اسوہ حسنہ ہے آپ کی پیروی کرنے والا اللہ کا محبوب ہو جاتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے۔

ان الذین یتابعونک انما یتابعون اللہ یدالله فوق ایدیہم (الفتح: ۱۰)

ترجمہ: وہ جو تمہاری بیعت کرتے ہیں وہ اللہ ہی کی بیعت کرتے ہیں۔ اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے۔ بیعت رضوان کی طرف اشارہ کرنے والی اس آیت پاک میں اللہ رب العزت نے اپنے محبوب ﷺ کی مدح سرائی کی ہے۔ جس سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد اللہ پاک کا ارشاد ہے۔ آپ کا فرمان رب کا فرمان ہے۔ اور آپ کا ہر عمل رب کریم کے حکم کے عین مطابق ہے۔ اسی کیفیت کو مولانا روم نے یوں بیان کیا ہے:-

گفتہ او گفتہ اللہ بود

گر چہ از حلقوم عبد اللہ بود

امت محمدیہ کے لئے حضور نبی کریم کا ہر قول اور ہر فعل حجتِ نسیم ہے۔ جبر رکھتا ہے۔ کیونکہ آپ کا ہر قول و فعل اللہ کے حکم کے مطابق ہے اور آپ کی ظاہری حیات کا ہر پہلو روز روشن کی طرح ہر اک پر دا ہے کہ آپ کی ذات اقدس چمکتا ہوا چراغ ہے۔ مہر درخشاں ہے۔ اسی لئے قرآن پاک کی سورۃ الاحزاب کی آیت نمبر ۴۶ میں آپ کو سراج منیر کہا گیا ہے، نور مجسم سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اسی وجہ سے کلام مجید کے بعد مختلف تخلیقی کاروں نے اپنی قدرت کے مطابق اپنی اپنی زبانوں میں اس نوری ہستی کے سیرت و کردار کے ہر واقع کو موضوع سخن بنایا ہے۔ نظم میں بھی اور نثر میں بھی اس لئے آپ کی پیدائش سے وصال تک ہر اس زبان میں اس قدر لٹریچر موجود ہے کہ جو بالواسطہ طور سے مسلمانوں سے متعلق ہے اور اس گراں مایہ لٹریچر کا کارن یہ ہے کہ

ہماری رہنمائی آپ کی حیات مقدسہ کا ایک ایک قدم اصول و رہنما کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی پیدائش، ماں کی قبر پر بے بسی کا سامنا، دائی حلیمہ سعدیہ کے پاس بدوی ادبیات و ثقافت کو کھلی نظر سے جاننا، سوداگر کی حیثیت سے معزز اور شریف نمایاں ہونا، ابتدا ہی سے غور و فکر کرنا، تبلیغ کے لئے کٹھن راستوں پر چلنا، ہم خیال پیدا کر کے ان میں صدق دلی پیدا کرنا، معراج انسانیت کا کٹھن ماورائی سفر، ہجرت کرنا، بشرکوں کے ظلم و جبر کے سامنے ہتھیار ڈالنے کی بجائے مادر وطن کو چھوڑ دینا، ہر مقام پر خدا پر کامل یقین کا مظاہرہ، تبلیغ کی روش میں جبر سہنا اور اپنی قوم کے لئے بد دعا کرنے سے گریز کرنا، اپنی صداقت کے قدم قدم پر ثبوت چھوڑنا، غزوات میں سرخرو ہونا، مدینۃ الرسول میں نبی زندگی کا آغاز اور اس کے لئے رہنما اصول وضع کرنا، فاتح کی حیثیت سے معاملات زندگی قبائل کے ساتھ طے کرنا، بچہ، مرد عورت، بوڑھے، جوان گویا ہر طرح کی عظمت و بزرگی کے لئے اصول وضع کرنا، سرمایے کی دنیا کو طلاق دینا اور ایک ایسے سماج کو تخلیق کرنا جو اونچ نیچ کی بجائے مساوات پر استوار ہو جہاں جہالت اور ظلم و جبر کے خلاف عملاً جہاد کیا جائے، عورت کو غلامی سے نجات دلا کر اسے مرد کے برابر درجہ دے کر ماں، بیٹی، بیوی اور بہن کا عزت مند اندر بن سہن تجویز کرنا، قبائل و شعوب کی عصبيت کا خاتمہ کرنا، تعلیم و تربیت کے نئے اصول وضع کرنا، تجارت و دکانداری سوداگری کے لئے نئے پیمانے وضع کرنا، یہ اور ایسے ہی دیگر موضوعات ہیں کہ آپ کی زندگی کے کسی بھی پہلو پر جب بات بن جائے گی تو بحیثیت مسلمان وہ اسوۂ حسنہ ہیں زندگی کے رہنما اصول ان سے عکس کئے جاتے ہیں۔ کیونکہ آپ کی پیروی سنت کا درجہ رکھتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا بھر میں جہاں بھی مسلمان ہیں۔ ان موضوعات پر اپنی اپنی زبانوں میں انہوں نے زیادہ سے زیادہ لکھ کر اپنی عقیدت کا اظہار کیا ہے۔

یہ درست ہے کہ ہر تخلیق کلاسیک کا حصہ نہیں ہے۔ لیکن جو چیز بھی معرض وجود میں آتی ہے اس کا تعلق کسی نہ کسی ادبی صنف سے ہوتا ہے اس کی چرچا، اس کے بارے میں سوچنا اور اس پر تنقیدی نظر ڈالنا تنقید و پرکھ کا حصہ ہے، جب اس نقطہ نظر سے پرکھنے کی کوشش کی جائے تو لامحالہ پنجابی ادبیات کے مولود نامے سے بات کرنا ہوگی۔ میلاد النبی سے وصال نبوی تک جن جن موضوعات پر کتب لکھی گئی ہیں وہ بیشمار ہیں۔ آپ کی ولادت باسعادت سے وصال نبوی تک اصناف کے حوالے سے پرکھ کی پرتیں کھولی جائیں تو جو ادبی جغرافیہ بنتا ہے وہ حسب ذیل ہے:-

(الف)

۱- مولودینے یا تولد نامے	۲- میلاد نامے	۳- نور نامے
۴- بیعت نامے	۵- معراج نامے	۶- غزوات
۷- شجرات نبوی	۸- وصال یا وفات نامے	

۱- تہذیب یا تولد نامے (مطبوعہ):

(۱) مولوی محمد اعظم	(۲) انور علی چدھڑ
(۳) عبدالرحیم	(۴) میاں عبداللہ
(۵) منشی غلام حسین	(۶) نور محمد گدائی
(۷) مولوی کریم بخش پردیسی	(۸) پیر غلام شاہ زمان
(۹) مولوی محمد مسلم	(۱۰) دین محمد معلم
(۱۱) محمد نوم بہار	

۲- میلاد نامے (مطبوعہ):

(۱) میلاد اکبری، محمد اکبر	(۲) میلاد انور، حکیم عبدالرشید عاصی
(۳) میلاد رسول، نیاز، حمد نیاز	(۴) میلاد شریف، سید نبی بخش
(۵) میلاد صابر، حمید شاہ صابر	(۶) میلاد حامد، حامد الوارثی
(۷) میلاد شاہ نور جمال، مولوی رحمت اللہ	(۸) میلاد النبیؐ، خادم حسین خادم
(۹) میلاد النبیؐ، حافظ عبدالواحد عاصی	(۱۰) میلاد نور محمد، حشمت شاہ

۳- نور نامے (مطبوعہ):

(۱) الہی بخش	(۲) امیر الدین
(۳) شمس الدین	(۴) عمر الدین
(۵) مولوی غلام رسول	(۶) محمد فضل

(۷) مراد بخش نابینا  
(۸) مسلم اویسی  
(۹) دلشاد کلا نچوی

۴- حلیہ مبارک رسول مقبول (مطبوعہ):

(۱) غلام رسول عادل گڑھی  
(۲) غلام رسول قلعہ میاں سنگھ  
(۳) چراغ دین جو نے کے  
(۴) محمد بخش فرشی  
(۵) حیات محمد  
(۶) حافظ محمد شاعر  
(۷) مولوی محمد محبوب عالم  
(۸) امام دین  
(۹) مولوی سلطان محمود  
(۱۰) نصیر الحق نصیر فاضل شاہی  
(۱۱) غلام فرید بخاری  
(۱۲) صمصام  
(۱۳) حکیم غلام فرید  
(۱۴) قلندر علی  
(۱۵) مولوی نور محمد  
(۱۶) محمد علی فائق  
(۱۷) احمد حسین قریشی قلعہ داری

۵- معراج نامے (مطبوعہ)

(۱) سید وارث شاہ  
(۲) قادر یار  
(۳) اسیر وارثی  
(۴) اکبر شاہ  
(۵) اللہ دتہ  
(۶) بشیر احمد بٹ  
(۷) خواجہ نور محمد  
(۸) حافظ محمد شاعر  
(۹) شمس الدین سلیمان  
(۱۰) غلام حسین کیلیاں والی  
(۱۱) محمد حبیب اللہ  
(۱۲) مولوی دلپذیر  
(۱۳) مسلم اویسی  
(۱۴) نبی بخش شوق  
(۱۵) غلام نبی  
(۱۶) صمصام  
(۱۷) پیراں دتہ  
(۱۸) رحیم یار  
(۱۹) احمد حسین قریشی

## ۶- غزوات و جنگ نامے (مطبوعہ)

- (۱) جنگ بدر از مولوی امام الدین  
 (۲) جنگ احد از مولوی امام الدین  
 (۳) غزوات اسلامیہ ترجمہ مجموعہ واہدی یعنی مغازی الرسول و فتوح الشام والمصر  
 و العجم مع تذکرہ کربلا و غزوات ہند۔

## ۷- معجزات محمدی (مطبوعہ)

- (۱) عبدالمجید امجد  
 (۲) گلزار احمد گلزار  
 (۳) یاسین مصور  
 (۴) حسین  
 (۵) حکیم ابوصمام  
 (۶) مولوی عبدالحمید  
 (۷) نذیر احمد منظور بٹ  
 (۸) خادم حسین  
 (۹) سید حمید شاہ صابر  
 (۱۰) حافظ معز الدین  
 (۱۱) عطا الرحمن  
 (۱۲) شیخ امام دین  
 (۱۳) دائم اقبال دائم  
 (۱۴) میاں حمد بخش  
 (۱۵) حکیم سندھی خان

## ۸- وصال یا وفات نامے (مطبوعہ)

- (۱) خاک شاہ  
 (۲) نقشبندی غلام حسین خوشنویس  
 (۳) محمد حسین پردیسی  
 (۴) سلطان محمد  
 (۵) لالہ بالک رام  
 (۶) محمد بوٹا گجراتی  
 (۷) مولوی خادم حسین  
 (۸) مولوی غلام رسول عادل گڑھی  
 (۹) مولوی غلام رسول

(ب)

ایسی کتب جو حضور کریمؐ کی پوری حیات طیبہ اور سیرت محمدیہؐ کے ایک ایک نقش اور ہر ایک کے اصول و واقعات کے بارے میں روشنی ڈالتی ہیں۔ جن میں حضور نبی کریمؐ کے اعلیٰ حسب و نسب سے لے کر وصال نبویؐ تک کے حالات و واقعات کا ذکر ہوتا ہے۔ منصب نبویؐ کی تعظیم اور ذکر نبیؐ کے آداب اور آپؐ کے اوصاف ہوتے ہیں۔ حیات کو بسر کرنے کے لئے محمد ﷺ کے بتائے ہوئے راہنما اصول قرآن و حدیث کے حوالہ سے (کہ آپؐ کی حیات پاک قرآن پاک کے احکامات کی آئینہ دار ہے) نہایت سادہ الفاظ میں بیان کئے گئے ہیں کیونکہ یہ ساری کتب پنجاب میں محمدی فکر کو عام کرنے کے لئے لکھی گئیں، زندگی کے ہر شعبے میں ان کی درس و تدریس آج بھی جاری ہے۔ گویا آپؐ کی سیرت پر موجود لٹریچر کو بحیثیت لٹریچر نہیں بلکہ دینی ادب کے طور پر حاصل کیا جاتا ہے۔ اور اس کی تدریس مسلمان اپنی سی مقدار کی حیثیت کے مطابق ذمہ داری نبھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ آپؐ کی سیرت پاک کی گلزار سمجھتے ہیں اور دلوں کو معطر کرتے ہیں۔ ان مطبوعہ سیرتی کتب (منظوم و نثر) میں سے کچھ اہم اور مستند کتب کی تفصیل مصنف و اراذل میں درج ہے:-

۱۔ مولوی روشن دین (۱۸۳۶ء۔ ۱۹۲۳ء)

شمع محمدی، سراج محمدی، باغچہ محمدی، کاسن محمدی، فضائل محمدی، ہجرت محمدی، شان محمدی،

۲۔ مولوی محمد اسماعیل ثانی (۱۸۶۰ء۔ ۱۹۲۶ء)

ذہبان محمدی، چراغ محمدی، بیان محمدی

۳۔ مولوی حبیب اللہ (۱۸۷۱ء۔ ۱۹۳۵ء)

اکرام مصطفیٰ، حبیب الثقلین

۴۔ مولوی محمد ازہر (۱۸۷۲ء۔ ۱۹۰۰ء)

گلزار محمدی، سبیل المستقین فی شرح حدیث اربعین

۵۔ مولوی دلپذیر بھیرودی (پ ۱۸۷۵ء)

گلزار محمدی، معجزات نبویؐ، اکرام محمدی، گلزار مکہ

۶۔ مولوی عبدالعزیز (پ ۱۸۸۰ء)

ہوا محمدی، فضائل محمدی، بشارت محمدی

۷۔ محمد اظہر (۱۸۸۶ء۔ ۱۹۵۱ء)

گلزار محمدی

۸۔ محمد بخش فرشی (۱۸۹۲ء۔ ۱۹۳۶ء)

شان رسول، تاجنگ رسول، بلوری محمدی، گلزار احمد، جلوہ حضور،  
رسولی دربار سوانح عمری رسول مقبول، نبی دی نزالی کملی، محمدی جوگن، معجزہ محمدی

۹۔ حکیم عبداللطیف عارف (پ ۱۸۵۹ء)

شان حضور منظوم سیرت کملی والا

۱۰۔ میجر چوہدری فضل حق نصیر (پ ۱۹۰۲ء)

سیرت الحیب

۱۱۔ مولوی محمد اشرف فاروقی (پ ۱۹۰۲ء)

اکرام محمدی

۱۲۔ دائم اقبال دائم (۱۹۰۹ء)

کبل پوش

۱۳۔ جانا جتوئی (۱۹۱۷ء پ)

فضائل نبوی

۱۴۔ نذیر احمد منظور بٹ

رحمۃ للعالمین عرف سراج منیر

۱۵۔ محمد یعقوب سنری

سوانح حیات سرور عالم

۱۶۔ عبدالجبار قادری

زندہ تسکین قلب (۵ حصے)

۱۷۔ عبدالجید بن غلام مصطفیٰ

ہجرت نامہ جناب سرور کائنات مع حق البیان

۱۸۔ چوہدری فضل حق نج

سیرت الحبيب

۱۹۔ حبیب اللہ فاروقی

نمیاں داسر دار

۲۰۔ عبدالکریم ثمر

گچی سرکار

۲۱۔ قدر آفاقی

سکی مدنی ماہی

۲۲۔ محمد سعید

محمد

۲۳۔ سلیم خاں گئی

جن عربوں چڑھیا

(ج)

یوں تو پنجابی ادبیات میں رسول کریمؐ کی ذات با برکت کی مدح سرائی کی روایت بابا فرید شکر گنج، حاجی بابا برتن، بابا نانک، حضرت سلطان باہو، سید بلھے شاہ، سید وارث شاہ، میاں محمد بخش، خواجہ غلام فرید، مولوی غلام رسول عالمپوری اور دیگر صوفی شعراء نے اپنے اپنے رنگ میں قائم کی۔ اور پنجابی کے لوگ ادب میں بھی کئی ایسے شعری نمونے ملتے ہیں۔ جن میں سرکارِ دو عالمؐ کا ذکر خیر نہایت جذبے، خلوص اور نہایت عقیدت سے کیا گیا ہے۔ لیکن آپؐ کے ذکر خیر کے ساتھ ساتھ آپؐ کی زبان مبارک سے جو فرمانِ ربی ادا ہوئے ان کے منظوم تراجم و تفسیر کا سلسلہ خاص طور پر شاہ جہانی عہد میں شروع ہوا اور قرآن پاک کی چھوٹی چھوٹی سورتوں کے تراجم ہونا شروع ہوئے پھر کھل قرآن تراجم و تفسیر منظوم و نثر اور متفرق سورۃ پاک کے تراجم و تفسیر منظر عام پر آئیں قرآن پاک کھل بیخ سورۃ کے ترجمہ و تفسیر کے ضمن میں حافظ محمد لکھوی (۱۸۰۳ء-۱۸۹۳ء) مولوی نبی بخش حلوانی (۱۸۵۰ء-۱۹۳۵ء) مولوی دلپڑیر (پ ۱۸۷۵ء) مولوی فیروز دین ڈسکوی (۱۸۲۳ء-۱۹۰۷ء) محمد حفیظ الرحمن حفیظ، عبداللہ چکڑالوی، مولوی ہدایت اللہ، اشرف علی

گلیانی، محمد سراج الدین، مولوی اشرف علی، مولوی حبیب اللہ، مولوی غلام قادر اور شریف کنجاہی کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ اس کے علاوہ احسن القصص، قصص الحسنین، قصص الانبیاء، بھی بی شمار شعراء نے نئے نئے اسلوب میں لکھی ہیں۔ اس حوالے سے سب سے پہلی کتاب احسن القصص حافظ برخوردار (پ ۱۶۲۰ء) کی ملتی ہے۔ اس کے بعد جس ”احسن القصص“ کو شہرہ آفاقیت ملا وہ مولوی غلام رسول عالیپوری کی ہے۔ جس میں انہوں نے تورات، تفسیر امام غزالی اور جہاں کی حوالے سے منظوم تفسیر سے استفادہ کرتے ہوئے ایسا شاہکار تخلیق کیا جو کلاسیکیت کا درجہ رکھتا ہے۔

قرآن پاک (کمل) اور اس کی چھوٹی بڑی سورتوں کے بی شمار تراجم کے بعد مسلم شریف و بخاری شریف ایسی مستند اور دیگر احادیث کی کتب کے تراجم بھی پنجابی زبان میں موجود ہیں۔ درود پاک اور مختلف دعاؤں کے سرس ترجے بھی پنجابی ادبیات کو حسب رسول سے مہکائے ہوئے ہیں۔ قصائد کے ضمن میں قصیدہ بانٹ سعاد، قصیدہ عبداللہ بن عباس، قصیدہ بردہ شریف، قصیدہ روحی، قصیدہ امالی اور قصیدہ کعب بن زہیر کے تراجم موجود ہیں۔

قصیدہ بردہ شریف کے ترجمہ کاروں میں سید وارث شاہ، حافظ برخوردار، خواجہ غلام مرتضیٰ، محمد عزیز الرحمن، ڈاکٹر مہر عبدالحق، سید نیک عالم، جان محمد، محمد شاہ، محمد سعید، میر احمد نواز خان، مولانا نبی بخش حلوانی، احمد حسین قریشی قلعداری، امیر عابد اور اثر انصاری کے نام ذکر جوگ ہیں۔

قصیدہ بانٹ سعاد کا ترجمہ سید محمد گوڑا یالوی نے کیا جبکہ محمد بخش کی شرح قصیدہ امالی (قلمی) موجود ہے۔ شاہ رکن الدین عالم ملتان کے نعتیہ قصیدہ کا حافظ برخوردار نے پنجابی ترجمہ کیا ہے۔ جو پنجابی کے چھبہماہی کھوج کے مسلسل شمارہ نمبر ۷۷ میں ڈاکٹر شہباز ملک صاحب نے تدوین متن کے ساتھ کیا۔ اسی طرح قصیدہ امام اعظم کا ترجمہ حافظ برکت علی نے کیا ہے۔ درود مستغاث کا ترجمہ خواجہ غلام محی الدین قصوری نے کیا ہے۔ جو کہ قلمی صورت میں پنجاب یونیورسٹی کے ذخیرہ شیرانی کے مخطوطات میں موجود ہے۔ جبکہ احمد یار اللہ بخش، محمد الدین غلام سروری اور محمد فیض کے ترجمے اور شرح طباعت شدہ ہیں۔ معز الدین، مظلم دین، اور معظم الدین نے درود ہزارہ کا منظوم ترجمہ کیا ہے۔ اسی طرح بہت سی دعاؤں کے تراجم بھی پنجابی کے دینی ادبیات کا حصہ ہیں۔

آپؐ کی پاک حیات میں حج کے فرض کو ادا کرنا آپؐ کی زندگی کا بہت بڑا واقعہ ہے۔ مسلم ادبیات کے صفحات فتح مکہ اور حج کی تفصیل سے بھرپور ہیں۔ مکہ معظمہ سے جب مشرکین نے آپؐ کو ہجرت

کرنے پر مجبور کیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے چند ہی سال بعد آپ کو وہ قوت و طاقت بخشی کہ بغیر کسی مدد سے آپ نے مکہ معظمہ پر فتح پائی خانہ کعبہ کو بتوں سے پاک کیا اور اعلان کیا کہ آج کسی سے اتفاق نہیں لیا جائے گا، مکہ، اہل مکہ ہوئے تو خانہ کعبہ کا طواف کر کے حج کے فریضے کو پورا کیا۔ یہ ایک ایسی ذمہ داری ہے جو ہر مسلمان پر فرض ہے جو استطاعت رکھتا ہے، ایک مسلمان کی زندگی میں حج ایک غیر معمولی واقعہ ہے جتنا نچہ دنیا بھر کے کروڑوں مسلمان، جو استطاعت رکھتے ہیں ہر سال فرض حج ادا کرتے ہیں اور شعائر اللہ کے فرض نبھاتے ہیں۔ ہر عہد میں اہل قلم نے حج کی خاطر مکہ معظمہ پہنچنے، حضور پاکؐ کے مزار مقدس کی زیارت کرنے کے بعد وطن واپس پر تے پر سفر نامے لکھے جن میں انہوں نے اس عظیم فرض کی ادائیگی، اس کے ارکان اور بعد میں اپنی اس دیار کی حسین یادوں کو صفحہ قرطاس پر پھیلایا ہے۔ پنجابی ادبیات میں غلام محی الدین قصوری (۱۷۷۸ء-۱۸۵۴ء) کے زاد الحاج سے لے کر چراغ دین کے مدینے دے موتی تک یہ یادیں ہر سن پیاری ہیں۔ مولوی دلپریہ کا سفر نامہ حج پنجابی شعری ادب میں کلاسیک کا درجہ رکھتا ہے۔ غلام محی الدین قصوری کا زاد الحاج (۱) اس لحاظ سے منفرد ہے کہ اس میں حج کے فرض عبادت ہونے اس فرض عبادت کے بجالانے کے آداب و فضیلت اور طریقہ کار مستند کتب اور روایات کے حوالہ سے پیش کئے گئے ہیں۔ مثال کے طور پر یہ شعر دیکھیے:-

ماں پیو با جھ رضا کو جا دے با جھ رضا استاد  
 نفلے سفر، عاصی ہوندا کدی نہ ہوندا شاد  
 خرچ حلالوں اندر ویندڑ (۲) اپنے مال اٹھا دے  
 بھارا بہت سفر ہے حج دا بے خرچوں نہ جا دے  
 اس راہ اندر چنگا توشہ تقویٰ جان بھراوا  
 سکا باغ دلاں دا ہوندا مینہہ تقویٰ تھیں سادا

وہج حدیث صحیح دے آیا نبی صاحب فرمایا  
 جو کو فارغ ہو کے حج تھیں طرف مدینہ آیا

اجر دو حج مقبول لکھیندے اسدے نانوں فرشتے  
جس نون ایہ سعادت حاصل اس دے نیک نوشتے  
جو کو کرے زیارت میری طرف مدینے آوے  
اوسدی آپ گواہی دیاں خاص شفاعت پاوے

(۱) غلام محی الدین قصوری کے ”زاد الحاج“ کا تلمی نسخہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری (نمبر ۹۹ ش ب) میں موجود ہے راقمہ الحروف نے ”چھماہی کھوج“ شعبہ پنجابی، پنجاب یونیورسٹی کے مسلسل شمارہ ۲۹ (جولائی دسمبر ۱۹۹۲ء) میں تدوین متن اور تحقیق کے ساتھ اس کو پیش کیا ہے۔

(۲) آمدورفت

طبع زاد سیرتی مضامین کی تخلیق کے علاوہ پنجابی زبان میں عربی اور فارسی ماخذوں سے بھی غیر معمولی طور پر استفادہ کیا گیا ہے شاہ عبدالحق محدث دہلوی کی ”مدارج النبوت“ اور مولانا معین الدین فراہی کی ”معارج النبوت“ ایسی وقیع سیرت کی کتابوں کے منظوم تراجم، کثیر تعداد میں مختلف قد آور شخصیات نے کئے۔ مثال کے طور پر مولوی غلام نبی کلانوری (م ۱۹۲۹ء) نے ۱۳۰۱ھ میں تین ضخیم جلدوں میں ”معارج النبوت“ کا ترجمہ ”اظہار کمال محمدی معروف گلزار محمدی“ کے نام سے کیا اس کی پہلی جلد (۳۱۰ صفحات) ۱۳۰۹ھ جی، دوسری (۳۰۰ صفحات) ۱۳۱۶ھ جی اور تیسری جلد (۶۳۰ صفحات) ۱۳۳۱ھ جی میں شائع ہوئی اور اس آخری جلد میں ”حلیہ شریف، روضہ و مسجد نبوی اور ذکر نعم دالم آنحضرت“ کا باب ”مدارج النبوت“ میں سے شامل کیا گیا ہے۔

اسی جمع میں عبد الکریم قریشی (م ۱۹۵۷ء) نے ان کتب کو بنیادی ماخذ بنا کر ”روح العباد فی ذکر السیاد“ لکھا۔ اس میں وہ حضرت عبدالمطلبؑ کی چھوٹی عمر میں ہی سر میں سفید بال ہونے کی وجہ سے ”شیبہ“ جوانی میں بیحد صابر و خد متکاہر ہونے کی وجہ سے ”عقیقہ الحمد“ اور پھر مکے کی سرداری ملنے پر عبدالمطلب کے نام سے مشہور ہونے کا سارا احوال تفصیل سے لکھنے کے بعد رقمطراز ہیں:-

جو اپر واقعہ سارا ہے مذکور

مدارج تے معارج وچ ہے مسطور

اسی طرح حضور نبی کریمؐ کی ولادت باسعادت کے ضمن میں حضرت آمنہؓ کی طرف منسوب

روایت تفصیل سے بیان کرتے ہوئے آخر میں فرماتے ہیں۔

مدارج وچ روایت ایہ ہے مسطور

کہ کیتا آمنہؓ اس طور مذکور

تولد پاک دا جد وقت آیا

میرا گھر رب نے نورانی بنایا

اجیبی روشنی آہی میرے گھر

کدی سورج نہ ڈھکی خواب اندر

اور پھر ”معقولہ مصنف“ کے نام اپنے جذبات کے اظہار کے لئے یوں گویا ہوتے ہیں۔

جتھے سورج دے پلے کچھ نہر یہا

تے کھیاں بجلیاں دا ذکر کھیا

مولود شریف یا تولد ناموں میں سے آپؐ کی ولادت باسعادت کے بارے میں پنجابی شعراء نے

اپنے حبیب کبریٰ کی شان اقدس میں جس خوشی، احترام و شکر کے جذبات کا اظہار کیا ہے ان میں سے کچھ

مثالیں تہر کا پیش ہیں پیر غلام شاہ زمان کے مجموعہ مولود شریف میں سے ایک مولود نامے کے کچھ اشعار جن میں

نہ صرف آپؐ کی ولادت باسعادت اور معراج شریف کا ذکر بابرکت ہے بلکہ فنی اعتبار سے بھی ان کی اس

”بکت“ کا اسلوب زویا ہے۔

نبی جسم جنم لیا یا۔ جگ روشن، نور سوا یا۔ تدوں رحمت چائن لایا۔ گیا شعلہ ارض سمانوں

پڑھو ہر دم صلی علی نون۔ اوس عربی پیر ہدائے نون

نبی پایا قرب حقانی۔ ملے دوویں دلبر جانی۔ کھلے مخفی راز نہانی۔ تھیں رکھیا بھیت اخفانوں

پڑھو ہر دم صلی علی نون۔ اوس عربی پیر ہدائے نون

فشی غلام حسین کیلیا نوالہ کے مولود شریف میں سے ایک مثال جو اپنی سادگی و روانی کی وجہ سے بے حد مقبول اور مشور ہوا:

رحمت دے دروازے کھلے۔ ٹھنڈی واجتاہوں کھلے

خوشبو آں دے آون غلے۔ ترگئی امت اوگن ہاری

اللہ پاک کولوں منگ یاری

صلی اللہ پڑھو لکھ واری

اسی طرح غلام حیدر یتیم کاسرائیکی لہجے میں یہ مولود شریف جو سماعتوں کو نئے بخشا ہے۔ آنکھوں کو

ٹھنڈک دیتا ہے اور دلوں کو معطر کرتا ہے جو زبان زد عام ہے اس کے کچھ شعر ذوق نظر ہیں:-

محمد نبیاں داں سردار مدنی

ساڈا دین مدنی ایمان مدنی

خدا تاں خدا ہے نبی تا خدا ہے

ہے ساری خدائی تے احساں مدنی

شفیع غلے غلیل غلے حکیم غلے منیر غلے

رسول غلے نبی غلے مہر بان مدنی

محمد ہے قاسم براتاں ونڈیندے

عنایات ربی دا دربان مدنی

ولی اولیاء غوث ، اقطاب ساکلی

نبیاں تے رحمت کرے دان مدنی

یتیم خطا کار کوں یاد رکھی

قیامت دے ڈینہ روز میزان مدنی

ان شافع محشر اور رحمتہ للعالمین کی دنیا میں تشریف آوری پر جس طرح شعراء نے جس گائے ہیں اسی

طرح آپ کے نور بین اور مصباح النور پر ایمان لاتے ہوئے اپنی محبت کا اظہار ”نور ناموں“ میں کیا ہے۔ کہ

اللہ کریم نے خود قرآن حکیم میں فرمایا ہے:-

قد جاءكم من الله نور وكتب مبين۔ (سورة المائدہ: ۱۵)

ترجمہ:- بیشک اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہارے پاس نور آیا اور کتاب مبین

سورة النساء کی آیت نمبر ۷۴ میں ارشاد ربانی ہے:-

يا ايها الناس قد جاءكم برهان من ربكم وانزلنا اليكم نورًا مبينًا.

ترجمہ:- اے لوگو! بیشک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے واضح دلیل آئی اور ہم نے

تمہاری طرف روشن نور اتارا۔

سورة نور کی آیت نمبر ۳۵ میں اس نور سے من کا ذکر نورانی کچھ یوں فرمایا گیا ہے:-

الله نور السموات والارض مثل نوره كمشكاة فيها مصباح النور.

ترجمہ:- اللہ روشنی ہے آسمانوں اور زمینوں کی اسکی روشنی جیسے ایک طاق ہو ایک چراغ

پنجابی شعرا نے کرام نے اللہ رب العزت کے اس نور سعید کے لیے ”نور ناموں“ میں خراج

عقیدت و تحسین کی کرنیں بکھیریں ہیں حضور نبی کریم ﷺ کے تخلیق نور کے خوبصورت سے کو ”الہی بخش لقا نے

اپنے نور نامے میں یوں قلم بند کیا ہے:-

پیش خلاق نور محمد سر جیا رب او پایا

پڑھ کر نور پیا دج سجدے اللہ آپ فرمایا

سن یارا مطلوباً میرا مقصوداً محبوباً

میں نال محبت تیری کیجئے وہ دریا حبیب

اول دریا علم دا پایا دو جا علم کلام

ترجما دریا حلم او پایا چوتھا عشق تمام

بچواں دریا عقل او پایا جھواں نعمت جان

ستواں دریا نور دا پایا روشن بے نقصان

اشواں دریا صبر دا پایا ناواں شکر عظیم

دہواں دریا فقر او پایا رحمت نال قدیم

نور نبی دا ظاہر ہو یا دے لرزہ تن جھڑیا

اک لکھ چوی ہزار جو قطرہ تن حضرت تھیں جھڑیا

پنجابی شاعری اپنی بھور، اسلوب اور موضوع کے اعتبار سے اس قدر سلیس ہے کہ اس طرح کے سارے کلام کے لوگ حافظ ہیں۔ اور یہ روایت سینہ بہ سینہ چلتی آرہی ہے۔ جب یہ کلام مختلف جگہوں یا دستوں کے لوگ اپنے اپنے علاقائی رنگ میں پڑھتے ہیں۔ تو لہجوں کے تنوع سے وہ تخلیق نہ صرف زیادہ علاقوں میں پھیلتی ہے بلکہ اس میں خوبصورتی بھی پیدا ہو جاتی ہے۔ چھٹی صدی ہجری سے ہی ایک نامعلوم شاعر کا نور نامہ پنجاب کے دیہاتوں میں بے حد مقبول و مشہور ہے۔ یہاں کی عورتیں ترنخوں میں بیٹھ کر ان اشعار کو ترنم سے پڑھتی ہیں اور بچوں کو یہ نظم درس پڑھائی جاتی ہے۔ اس نور نامے کے کچھ اشعار سرائیکی لہجے میں پیش ہیں:-

نور حضور ظہور آکیتا، عشق محبت والا  
 جیندی صفت بیان نہ کوئی، افضل تے نہ اعلیٰ  
 عرش آفتاب تے جن کرسی، جو کچھ کل ستارے  
 کہے وال نبی دے کولوں، چارے نول سوارے  
 اٹھ بہشت تے نعمت انواع، میوہ مشک معطر  
 اے دے نور نبی دے کولوں جدا تھیا ہک قطر  
 جو کچھ جو داں رتبہ نہیں کہیں دے لائق

حضور نبی کریم کی ولادت باسعادت کے بعد آپ کی پرورش اور تعلیم و تربیت کا مرحلہ جو دایہ حلیمہؓ کی گود میں طے ہوا اس بارے میں بھی پنجابی ادبیات میں ”قصہ دوائی حلیمہ“ اور لوری دوائی حلیمہ کے نام سے بے بہا شعری خزانہ موجود ہے۔ دوائی حلیمہ کا مکہ دوسری عورتوں کیساتھ تشریف لانے، آپ کے گھر کے انتخاب کرنے اور پھر واپس آپ کی والدہ کے سپرد کرنے ان سب موضوعات کو شعرا نے کرام نے کمال مہارت سے منظوم کیا ہے۔ مولوی احمد الدین بھگوی (۱۹۳۳ء - ۱۸۸۸ء) کے قصہ حلیمہ سعیدیہ، جو انہوں نے سی حرفی کی طرز میں لکھا، کے شعر مثال کے طور پر پیش ہیں:-

(ث)

ثابتی صدق کمال کر کے پاک نبیؐ نوں گود کھڈا و ندی سی  
میری جان پیاری نہ کر زاری لوری خوشی دے نال سناؤ ندی سی  
تیرے نور اگے نور مات سارے، کچھ دیکھ قربان ہو جاؤ ندی سی  
احمد الدین اوس مائی دے بھاگ عالی جھیوی نبیؐ نوں شیر پلاؤ ندی سی

(ج)

جس ویلے سوہنا جاگ اٹھے اوسے وقت پیار تھیں چاء لیندی  
نال خیر دے جا گیا بھاگ میرا، سینے نال عزیز نوں لا لیندی  
لگے نظر نہ میرے یتیم تائیں، سوہنے کھ نوں دیکھ چھپا لیندی  
احمد الدین کئی نور دے پون جلوے جدوں گود دے وچ بٹھا لیندی

ہم نے شروع میں حضور نبی کریمؐ کی ظاہری حیات کے بارے میں پنجابی ادبیات کے جس مختصر  
ادبی جغرافیے کی بات کی تھی۔ ان میں ایک نہایت اہم واقعہ ”معراج شریف“ کا ہے۔ کہ یہ ایسی مبارک  
سعادت ہے اور ایسی بیش بہا قیمتی ساعت ہے جو صرف اور صرف حضور سرور کونینؐ ہی کی ذات مبارک کے  
شایان شان ہے کہ اللہ رب العزت نے اپنے پیارے حبیب حضور سرور کائنات کو آسمانوں کی سیر کردائی اور  
شرف ملاقات بخشا قرآن مجید میں ارشاد باری ہے:-

سبحن الذی اسرى بعبده لیلاً من المسجد الحرام

الی المسجد الاقصی الذی برکتنا حوله لنریه من ابنتا۔ (بنی اسرائیل: 1۷)

ترجمہ: یعنی وہ ذات پاک ہے جو ایک رات اپنے بندے کو مسجد الحرام (یعنی خانہ کعبہ) سے مسجد اقصیٰ  
(یعنی بیت المقدس) تک جس کے گردا گرد ہم نے برکتیں رکھی ہیں۔ لے گیا تاہم اسے اپنی (قدرت کی) کچھ  
نشانیوں دکھائیں۔

پنجابی میں معراج ناموں کی روایت بہت جاندار ہے اور ان معراج ناموں میں سے ادبی و علمی  
حوالے سے قادر یار کے معراج نامے کو جو کلام ہے وہ اوروں کے نصیب نہیں ہوا معراج شریف کے واقعہ کے

شروع میں اللہ پاک کے فرشتوں کو احکام دینے کے ضمن میں فرماتے ہیں۔

رب چک دھیان خلقان تھیں جبرائیل بلایا  
 پردہ خالق نیندر والا کل خلقان تے پایا  
 رب کہیا ہور دھندے چھڈو حضرت جبرئیل  
 یار میرے دی آمد ہوئی کرو خوشی دا حیلہ  
 جان قبض توں ستائیں حضرت عزرائیل  
 اسرائیل تھے کرناؤں روزیوں میکائیل  
 جھاڑو کرو اسماناں اتے عرش دی گرد اتارو  
 کرسی دے سر تاج پہناؤ ہور خیال وسارو  
 حوض کوثر تھیں بھر بھر مشکاں اج شراب لیاؤ  
 نوری محلے اسماناں اتے کل چھنکار کراؤ  
 مشک معطر ظاہر ہووے تیز ہووے روشنائی  
 میں یار اپنے نون قدرت دساں جس دی خواہش بنائی  
 حکم کرو اس چرنے تائیں پھر نون ٹھیر کھلووے  
 باجھ نبی دے آیاں تائیں ہور خیال نہ ہووے  
 دوزخ دی آگ مدھم ہووے بھڑکاں تھیں ستادے  
 حکم کرو رضوان بہشتی شان شریف ددھادے  
 کھول دیہو دروازے اس دے بجنے نور ظہوراں  
 خوشی کرو شب قدر نبی دے زیور پہنن حوراں  
 قدرت میری ظاہر ہووے دیکھے یار پیارا  
 یاراں کولوں پروے کہے سیر کرائے سارا

معراج شریف کے اس عظیم معجزہ کو نہ صرف شعرائے کرام نے ایک ادبی صنف کے طور پر پنجابی

ادبیات کا حصہ بنایا بلکہ صوفی شعراء نے اپنے کلام میں خاص کر کے داستانوں کے آغاز میں بھی اس عالمگیر چٹائی اور اس لازوال حقیقت کا ذکر نہایت عقیدت و احترام سے کرتے رہے ہیں اس کی مثال حضرت میاں محمد بخش کی ”سیف الملوک“ میں سے دی جاسکتی ہے:-

آئی رات مبارک والی بھاگ اساڈے جاگے  
 بجاں تے خوش مشکاں ڈہلیاں دشمن سر سہاگے  
 اسماناں پر تارے روشن شمع چراغ یگانے  
 سکدیاں یا راں نوں پونہتے مکاندے پروانے  
 وحی دکیل لیا یا سدا، نا لے گھوڑا جوڑا  
 آٹلے ہک جوڑ محمد، تینوں قرب نہ تھوڑا  
 ہویا سوار براتے اتے ادہ سلطان عرب دا  
 چائی داگ محبت والی پھڑیا راہ طلب دا  
 چھوڑ اسماناں زمیناں تائیں سردر گئے اگیرے  
 جتھے وحی نہ دنج سکداہٹ بیضا کر ڈیرے

انیسویں صدی کے ایک بڑے داستان گو شاعر محمد دین دلاوری (۱۸۱۴ء-۱۸۹۹ء) اپنی داستاں ”سوئی مہینوال“ میں معراج شریف کی طرف اشارہ کرتے ہوئے مقام محمد گوسکس طرح بیان فرماتے ہیں ان کے یہ شعر ملاحظہ فرمائیے:-

کلیم اللہ کوہ طور تے عرض کردا رب ارنی دیہہ دیدار مینوں  
 آدے حکم اگوں لن ترانیاں دا دیکھ سکسیں نہ اک وار مینوں  
 ایس حسن ہون دے آپ طور جانیو، تیرے مرتبے دا اعتبار مینوں  
 ”محمد“، لن ترانیاں کہن والا اکھے، تساں نوں تک دلدار مینوں

جب کہ بیسویں صدی کے ایک بڑے صاحب کمال شاعر سراج قادری اپنی کتاب ”بہار خلد“ کے

حصہ دوم میں واقعہ معراج شریف کے بارے میں یوں گویا ہیں:-

فوق نور تحت نور ، نور جلوے نور دے  
 عرش اعظم تھیں ہو یا جدا آشکارا نور دا  
 نور نے فرمایا دنیا والیو میں گھلایا نور  
 عہدہ دے دج مقدس نور پارا نور دا  
 لے آغوش دے دج نور اپنے نور نوں  
 قاب قوسین اودنی قرب منارا نور دا

آپ کا وصال مبارک آپ کی ظاہری حیات کی آخری کڑی ہے کہ موت ایک حقیقت ہے اور ہر ذی روح کو ایک دن لوٹ کر جانا ہے۔ ذات و منصب سب کو وقت مقرر پر فانی ہوتا ہے۔ اس دائمی حقیقت کو سمجھنے کے لئے موت کو اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص بندوں اور خاص الخاص کے لئے بھی وہی انجام رکھا ہے کہ ملک عدم سدھارنا نہ صرف اپنے اصل سے ایفائے عہد ہے۔ بلکہ آنے والوں اور رہنے والوں کے لئے یہ پیغام بھی ہے کہ ہر ایک نے اسی طرح اس کی طرف لوٹنا ہے۔ اس سچائی کو سمجھتے ہوئے پنجابی شعراء نے وفات نامے یا وصال نامے رسول نبی کریم بھی لکھے ان میں سب سے قدیم وفات نامہ رسول کریم حافظ برخوردار مسلمانی کا ہے۔ جو ۱۶۲۰ء میں پنڈ مسلمانی ضلع لاہور صوبہ پنجاب میں پیدا ہوئے۔ ان کا یہ وفات نامہ ”مجلد کھوج“ ششماہی شمارہ مسلسل نمبر ۳۰ میں چھپا جسے راقم الحروف نے تدوین متن و تحقیق کے ساتھ پیش کیا۔ اس میں حافظ برخوردار موت کو اٹل حقیقت سمجھانے کے لئے لکھتے ہیں:-

اسیں کون کوئی ہاں دسرے کس دے پانے ہار  
 پیر پیغمبر نہ رہے ، گئے نیس وار د وار  
 کتھے آدم تے خوا جہاں دا پر وار  
 بچے کچھ جھڈ گئے جد حکم آیا جبار  
 جاں سدیا پاک اللہ نے عذر نہ کتیں کوئی  
 جوادہ چاہے سو ہووے بھا ، جو حکم ہوئی

حافظ برخوردار نے عربی، فارسی کی مستند کتابوں کی روایت کے مطابق اس وفات نامے کو منظوم کیا ہے۔ آپ کے سپرد خاک کرنے کے منظر کو کچھ یوں بیان کرتے ہیں:-

رووے بی بی فاطمہؑ نالے حرم تمام  
 زاری کر کر روونے لے پاک محمدؐ نام  
 پاک محمد مصطفیٰ قبر سے دین اتار  
 قبر مبارک مٹک تھیں ہوئی جیوں گلزار  
 رو رو چمن قبر دی مٹی کل اصحاب  
 روون اوس گل لگ کے ہون پیتاب  
 میں صدقے اوس قبرتوں جس پر پڑسی نور  
 دنیا قیامت اوس دے نور تھیں معمور

بیسویں صدی کے ایک اور عوامی لہجے کے شاعر محمد بوٹا گجراتی نے وفات نامہ رسول کریمؐ لکھا۔ جو اپنے سادہ انداز اور زبان کی روانی کی وجہ سے بہت مقبول ہوا اس وفات نامہ کا اسلوب منفرد ہے۔ اس میں سے کچھ مثالیں پیش نظر ہیں:-

دنیا تھیں ہن پاک نبیؐ دی ہوئی خاص تیاری  
 حالت دیکھ پیارے سارے کر دے گریہ زاری  
 وقت نزع دا نیزے آیا موت کر دی پھیرا  
 چھٹا نیر اکھیں دے دچوں ہو یا ساہ اوکھیرا  
 آیا تکھن حال نبیؐ دا جبرئیل ملائک  
 کردا عرض کہو کچھ خدمت جو ہے میرے لائق  
 جبرائیل دیوے خوشخبری پاک نبیؐ دے تائیں  
 آمد تیری تھیں اج خوشیاں اندر ہر ہر جائیں

کارن استقبال تساؤے کھلے ملائک نوری  
روشن نور ہو یا وچ فلکاں بلیاں شمع کا نوری

حضرت قثم نبی پاکؑ کے پیارے صحابی ہیں ان کے حوالے سے قبر مبارک میں آپؑ کا احوال بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:-

پلہ چا کفن دا ڈٹھا چہرہ میں سرور دا  
ہلدے ہونٹھ مبارک آہی جیوں گلاں کر دا  
دھر کے کن سجا میں سنیا حضرت پاک پیغمبر  
کہندے امتی امتی آہی سامی دے اوہ اندر  
دیکھ محمد بوٹیا ایسا ہور نبی ہے کھیڑا  
اندر قبر امت سدا کھاندا ہے غم جھیڑا

تاریخ اسلام کا آغاز تو عربی کتب سے ہوا بعد میں بہت سا سرمایہ فارسی زبان میں سامنے آیا بنیادی  
ماخذوں میں واقدی کی کتاب ”المغازی“ ہے۔ جس کا منظوم ترجمہ مولوی ولی محمد سکنہ بنگا تحصیل ننکانہ صاحب  
نے کیا اور گزشتہ صدی میں الٰہی بخش تاجران لاہور نے شائع کیا۔ براہ راست اسلامی تاریخ اور آپؑ کی سیرت  
پاک کے مطالعے کے لئے ایسی ہی کتابوں کے پیشتر ترجمہ پنجابی میں موجود ہیں جن میں مطبوعہ بھی ہیں اور غیر  
مطبوعہ بھی۔

سیرت کے علاوہ اسلامی عقائد و شریعت کے موضوع پر پنجابی منظوم و نثری ادب میں کئی اسلامی  
انسائیکلو پیڈیا موجود ہیں۔ جس میں حضورؐ کی بجائے مسلمان فرد کی پیدائش سے وفات تک کے تمام مسائل کا  
احاطہ کرنے کی کامیاب کوشش کی گئی ہے ان میں باراں انواع (عبداللہ عبدی) باراں انواع حافظ برخوردار،  
باراں انواع، حافظ محمد بارک اللہ، حاشیہ باراں انواع حافظ محمد لکھوی، باراں انواع، خان محمد سیالکوٹی،  
باراں انواع احمدی وغیرہ وہ کتابیں ہیں جن میں فقہ کے حوالے سے عربی فارسی کے عظیم مرکزی لٹریچر کو بنیاد بنا  
کر ان قاموسوں میں مسلم معاشرہ بنانے کی رہنمائی کی گئی۔ جس میں بنیادی نقطہ حضورؐ کی ذات اقدس سے۔  
مثلاً: ۱۔ الٰہی محمد عبداللہ کے باراں انواع کے ۵۵-۵۴ ص ۵۴-۵۵ کھینچے جن میں آپؑ کے نوری

ہونے کی طرف اشارہ ہے۔

ترک سایہ کیوں زمیوں ہو یا اس کیا حکموں آہ  
 مت سائے تے کو ہر دھرے ترک تعظیموں آہ  
 وجہ دو جہا روشنائی وہ جن سایہ انہاں نہ آہ  
 ہر ہر روشن سایہ تا ہیں وجہ مسحوی آہ  
 باجھ پر چھادیں حضرت آیا اتے گس نہ بہندی  
 غالب گرمی حضرت اتے چھانوہ بدل دی رہندی  
 شیریں سخن قحل بوہتا آہی بہت سخاوت  
 نرمی محبت دلا سا خلقاں بہت کریندے دعوت

فقہ ایک ایسا موضوع ہے کہ اگر ان چھوٹے موٹے کتابچوں کا بھی ذکر کیا جائے جو اسلام کے کسی نہ کسی پہلو میں رہنمائی کرنے کے لئے تخلیق کیا گیا ہے۔ اس کے لئے کسی بھی فہرس کے ہزاروں صفحات درکار ہیں۔

صرف نثر میں پکی روٹی (کلاں و خرد) مسی روٹی، بھری روٹی، یہاں تک کہ ڈبل روٹی تک لکھ کر زندگی کے متعلقہ چھوٹے بڑے تمام مسائل کا عام فہم زبان میں ترجمہ کر کے لوگوں تک پہنچانے کی کوشش کی گئی ہے۔ روٹی کالا حقہ اس لئے ساتھ لگایا گیا ہے کہ انسان روٹی کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا کہ دینی اور اخروی زندگی کے لئے اس لٹریچر کا جاننا اور مطالعہ ”مالا بدمنہ“ ہے۔

فقہ کی اد پر بیان کی گئی کتب یا قاموسوں کی اہمیت اس قدر ہے کہ مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی کے داداعلام قادر لدھیانوی اپنے ”قادی قادی“ میں کسی فتوے کے لئے آخری دلیل کے طور پر بارہا یہ لکھتے ہوئے پائے گئے ہیں کہ مولانا عبدی صاحب نے انواع شریف میں بھی یہی لکھا ہے۔

عالمی زندگی کی نئی قانون سازی ایوب خان کے زمانے میں ہوئی لیکن فقہ نے طلاق کی جس قدر اقسام ہیں ان شعراء نے کتابوں میں بخوبی بیان کی ہے۔ اسی طرح فقہ اسلامی میں وراثت کا موضوع بہت کھمبیر ہے۔ Islamic jurispondence بھی کئی کتابوں پر مشتمل ہے لیکن اس کی بنیاد ”سراجی“

ہے اور یہ ایک ایسی کتاب ہے جس کا ہر پنجابی سکالر نے تکمیل فقہ میں الگ باب باندھ کر ترجمہ کیا ہے۔ حضور کریمؐ کی نوری سیرت طیبہ، ان کے افکار، ان کی تبلیغ اور پیغام الہی کی ترویج، معراج شریف اور دیگر ایسے ہی موضوعات جو پنجابی ادبیات میں بالواسطہ یا بلاواسطہ مختلف اصناف میں لکھے گئے ہیں، کے علاوہ ایک موضوع سخن جو بے حد مقبول ہے وہ نعت نبویؐ ہے۔ نعت نبویؐ کے لئے اصناف کی قید نہیں پنجابی زبان میں ہر شعری صنف میں ان خیر الوازی کی توصیف ملتی ہے، کوئی داستان، کوئی قصہ، کوئی فقہی مسئلہ، غزلوں، دوہڑوں، کیتوں، کامن، ہائیکو اور نظموں کا کوئی مجموعہ ایسا نہیں جس میں نعت نبویؐ نہ ہو، بلکہ سرور کونینؐ کی مدح سرائی کے لئے عربی قصائد کے تنج میں پنجابی نعتیہ قصائد بھی لکھے گئے ان میں جناب حفیظ تائب اور تنویر بخاری کے نام خاص طور پر بہت اہم ہیں اور کچھ نعتیں ایسی ہیں جن کے اشعار صدیوں تک دلوں کو نہال کرتے ہیں مثال کے طور پر:-

پیر مہر علی شاہ صاحب کی نعت:-

کیوں دڑی اداس گھنیری اے

اج سک متراں وی ودھیری اے

مسلم اویسی کی یہ نعتیں

روضے دی جالی چم لین دے

۱- تیری خیر ہوئے پہریدارا

محمد دے پڑے چھڑا کوئی نہیں سکدا

۲- اللہ دے پڑے چھڑا دے محمدؐ

صائم چشتی کی یہ نعت

کعبہ وی جھکدا محمد دے درتے

راقب قصوری کی یہ نعت

لڑگیاں ادس بناہیاں نیں

میریاں تھہ نبی دے باہیاں نیں

حفیظ تائب صاحب کی یہ نعت

کھنڈ کھنڈ پئی خشبو فجر ایں دی

مک گئی کالی رات غماں دی

ڈالی پیش کراں نعتاں دی

جالی پاک دے کول کھلو کے

پنجابی کلاسیکی شاعری کا ایک ٹھانڈا اسکی علامت نگاری ہے۔ یہ علامت نگاری جس کا تعلق اس مٹی اور تہذیب کی جڑوں سے ہے یہاں کے ویسب کے کرداروں اور ان کے لافانی جذبے اور سچائی سے ہے پنجابی صوفیانہ شاعری میں ان کا ایک خاص مقام ہے جہاں ایک طرف ان واقعات کے کرداروں میں سالک کے جذبے اور منزلوں کی کنسو ہوتی ہے وہاں یہ علامتیں عشق کے جذبے کی نیرنگی و سپردگی کو بھی ایسے پیش کرتی ہیں کہ سامع کے کانوں میں رس گھل جاتا ہے۔ دل پرسکون اور روح معطر ہو جاتی ہے۔ وجود سرشار ہو جاتا ہے مٹی کی مہک آتی ہے بلاشبہ یہ علامتیں پنجابی کلاسیکی شاعری کا حسن ہیں۔

بات عشق کی چلی ہے تو سچے کہ پنجابی ادب میں عاشق و معشوق کا تصور بھی دوسرے ادباء سے مختلف ہے کہ وہاں مرد عاشق عورت معشوق ہے یا مرد کا معشوق مرد ہوتا ہے مگر پنجابی ادب میں عورت عاشق مرد معشوق ہے اس لیے سپردگی کا جذبہ بھی زیادہ نظر آتا ہے اور سن کو بھاتا بہت ہے اسی لیے پنجابی صوفی شعراء نے عورت کے لہجے میں شاعری کی اس انداز کو پنجابی کے ایک شاعر میاں جلال نے ایات جلالی کے ص ۱۰۱ پر اپناتے ہوئے نعتیہ سی حرف لکھی ہے اس کے کچھ خوبصورت اشعار ذوق نظر ہیں۔

### کمال وصال دی تعریف

ص: صفت ثناء تعریف اندر بے نظیر امیر کبیر رانجھا  
 سونا سونہیاں توں چنگا چنگیاں توں عالی قدر تے بدر منیر رانجھا  
 اصل پاک تے خاص شریف نسلوں آیا دین تے دنی دا پیر رانجھا  
 سچی گل جلال نہ جھوٹھ کوئی شافع ہو سی روز اخیر رانجھا  
 حبیب کبریٰ کو شاعر نے ”رانجھا“ کہہ کر اپنا معشوق ٹھہرایا ہے اور خود ”ہیر“ کے روپ میں اپنے آپ کو عاشق کہا ہے۔

ک: کن دے روز اقرار کیتا گولی رانجھے دی سدا وساں میں  
 توڑے توڑے کے رنگ پور والیاں دے گل ہار ہزارے دے پا وساں میں  
 چتر ساز آواز ایہ زندگی دا گیت رانجھے یار دا گا وساں میں  
 جے اوہ کرے جلال قبول مینوں لکھ شکر بجالیا وساں میں  
 دنیا کی ہرزبان کے اسلامی ادب میں حضور پاکؐ کی ذات بابرکات کو جو مرکزیت حاصل ہے اور

اس سے متعلق نظم و نثر میں جو بھی ادب موجود ہے وہ مسلم ادبیات میں گراں مایہ حصہ رکھتا ہے یہ کارثواب بھی ہے اور اہل قلم کو اپنے قلم کے جوہر دکھانے کا موقع بھی ملتا ہے یہ واقع ادبی تاریخ دل و دماغ کی تربیت کے لیے ایسا لٹریچر ہے جس کی اہمیت انسانی تنظیم کے لیے ہمیشہ ہی قائم و دائم رہے گی۔

اس مقالے کی تیاری کے لیے ان کتب و رسائل سے استفادہ کیا گیا:-

- ۱۔ احسن القصص مولوی غلام رسول عالمپوری
- ۲۔ انظہار کمال محمدی معروف گلزار محمدی مولوی غلام نبی کلانوری
- ۳۔ اکرام محمدیؑ مولوی عبدالستار
- ۴۔ اکرام مصطفیٰ مولوی حبیب اللہ
- ۵۔ اکرام محمدیؑ مولوی محمد اشرف فاروقی
- ۶۔ اکرام محمدیؑ مولوی دلپذیر بھیروی
- ۷۔ باران انواع مولانا عبداللہ عبدی
- ۸۔ بہار خلد (حصہ اول و دوم) سراج القادری
- ۹۔ پنج سنج عرفان پیر مہر علی شاہ
- ۱۰۔ پنجابی کتابیات ڈاکٹر شہباز ملک
- ۱۱۔ پنجابی کتابیں سبط الحسن ضیفم
- ۱۲۔ پنجابی نعت حفیظ تائب
- ۱۳۔ پنجابی شاعراں و اتذکرہ مولانا بخش کشتہ
- ۱۴۔ تاریخ ادبیات مسلمانان پاک و ہند (اردو) جلد ۱۳
- ۱۵۔ تاجک رسولؑ محمد بخش فرشی
- ۱۶۔ تفسیر نبویؑ مولوی نبی بخش حلوانی
- ۱۷۔ تفسیر محمدیؑ حافظ محمد لکھوی
- ۱۸۔ تیری خیر ہووے پہریدارا مسلم اویسی
- ۱۹۔ جدید پنجابی نعت ڈاکٹر عصمت اللہ زاہد

محمد بخش فرشی	جلوہ حضوری	۲۰
سلیم خان گئی	چن عربوں چڑھیا	۲۱
تنویر بخاری	حضور دے حضور	۲۲
نذیر احمد منظور بٹ	رحمتہ للعالمین عرف سراج منیر	۲۳
عبدالکریم قریشی قلعہ داری	روح العباد فی ذکر الہیاد	۲۴
عبدالجبار قادری	زندہ تسکین قلب (۵ حصے)	۲۵
عبدالکریم شمر	حجی سرکار	۲۶
حفیظ تائب	سک متراں دی	۲۷
محمد دین دلاوری	سوختی مہنیوال	۲۸
محمد یعقوب سفری	سوانح حیات سرور عالم	۲۹
میاں محمد بخش	سیف الملوک	۳۰
حبیب اللہ فاروقی	میرت الحیب	۳۱
عبدالکریم	قصص الانبیاء	۳۲
جاناباز جتوئی	فضائل نبوی	۳۳
احمد حسین قریشی قلعہ داری	قصیدہ بردہ شریف (ترجمہ)	۳۴
خواجہ غلام مرتضیٰ	قصیدہ بردہ شریف (ترجمہ)	۳۵
ڈاکٹر مہر عبدالحق	قصیدہ بردہ شریف (ترجمہ)	۳۶
حافظ برخوردار رانجھا	قصیدہ بردہ شریف (ترجمہ)	۳۷
محمد عزیز الدین	قصیدہ بردہ شریف (ترجمہ)	۳۸
مولوی احمد الدین بھکھوی	قصہ دانی حلیہ	۳۹
قاضی غلام حسین	کاہن	۴۰
دائم اقبال دائم	کبیل پوش	۴۱
محمد بوٹا گجراتی	گلزار محمدی	۴۲

مولوی دلپدیر بھیروی	گلزار محمدی	۴۳
مولوی محمد ازہر	گلزار محمدی	۴۴
حفیظ تائب	لیکھ	۴۵
پیر غلام شاہ زمان	مجموعہ مولود شریف	۴۶
حاجی چراغ دین جونیکے والے	مدینے دے موتی	۴۷
شاہ عبدالحق محدث دہلوی	مدارج النبوت	۴۸
مولانا معین الدین فراہی	معارض النبوت	۴۹
قادر یار	معراج نامہ	۵۰
منشی غلام حسین کیلیاں والے	مولود شریف	۵۱
مولوی محمد سعید	محمد	۵۲
قدر آفاقی	کلی مدنی ماہی	۵۳
صائم چشتی	نورد اظہور (اول و دوم)	۵۴
صائم چشتی	نورای نور	۵۵
صائم چشتی	نقٹاں صائم دیاں	۵۶
الہی بخش لقاء	نور نامہ	۵۷
محمد بوٹا گجراتی	وفات نامہ	۵۸

## رسائل و مجلات

- ۱- اوج نعت نمبر (۲ جلدیں) گورنمنٹ کالج شاہدہ لاہور ۱۹۳-۱۹۹۲ء
- ۲- شام و سحر نعت نمبر
- ۳- کھوج (چھبیس ماہی) پندرہویں صدی ہجری نمبر شعبہ پنجابی یونیورسٹی اورینٹل کالج

- ۴- کھوج چھیماہی مسلسل شمارہ نمبر ۲۹ شعبہ پنجابی یونیورسٹی اور نیشنل کالج  
۵- کھوج چھیماہی مسلسل شمارہ نمبر ۳۰ شعبہ پنجابی یونیورسٹی اور نیشنل کالج  
۶- کھوج چھیماہی جولائی دسمبر ۱۹۸۰ء شعبہ پنجابی یونیورسٹی اور نیشنل کالج  
۷- لکھاری نعت نمبر اکتوبر نومبر ۱۹۸۹ء



## بلوچی زبان کی نعتیہ شاعری

غوث بخش صاحب

بلوچی زبان کی شاعری میں ہدیہ نعت ختم المرسلین سرور کونین رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے عنوان پر خامہ فرسائی مجھ ایسے ناچیز، علم سے بے بہرہ گناہوں کی گھنٹی کے لئے جہاں باعث نجات اخروی ہے وہاں بلوچی زبان کے لئے بھی مرحبہ سعادت کی حامل، فیض روحانی کامل، برکت و رحمت کا ابرگرہ بار اور جذبہ صادق کی عطا کہ عظمت علم و سخن اس پہ نازاں ہوں۔

نازم، بغیرہ کش کہ زرتیغ و خدنگ تو آسودگان حیات دگر آرزو کنند

تاریخ اسلام کے اوراق و احوال میں اگرچہ وادی مہران کو باب الاسلام کا شرف بخشا گیا ہے لیکن ہمارے محترم استاد اکثر انعام الحق کوثر اور کئی ایک محققین اس باب میں بصراحت شاہد ہیں کہ سندھ سے بہت پہلے بلوچستان کے خطہ کرمان کو عساکر اسلامی کی قدم پوسی کی سعادت حاصل ہوئی تھی۔ کرمان اور خضدار کرمان کی فتح کے بعد اسلامی مراکز کہلائے۔ کرمان ہو کہ کرمان یا خضدار بلوچ قوم کے قدیمی مساکن رہے ہیں اور آج بھی بلوچی علاقوں میں محسوب ہیں۔ خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروقؓ کے دور میں ایران میں اسلامی فتوحات کے ذیل میں مشہور بلوچ سپہ سالار (سپہ سوار) شہسوار کی اسلام سے محبت اور عساکر اسلامی سے تعاون بلوچی حکایات و تاریخ کی زینت ہے اور جب فاتح سندھ جناب محمد بن قاسم کی سربراہی میں اسلامی افواج عازم سندھ ہوئیں تو اسلامی صوبہ کرمان کے والی اور مقامی بلوچ شخصیت محمد بن ہارون اپنے منصب سے رضا کارانہ دست کش ہو کر ایک عام مجاہد کے طور پر ان فوجوں کے ہمراہ پابہ رکاب ہوئے دوران راہ بیماری کی وجہ سے وفات پائی ان کا مزار آج بھی بیلہ میں اسی سرفروشانہ عمل کی شہادت دے رہا ہے۔ اس مختصر تمہید کا مقصد ہرگز بھی تاریخی مباحث چھیڑنا نہیں بلکہ یہ اظہار مطلوب و مقصود ہے کہ بلوچ قوم ابتدا ہی سے فیض اسلام سے سرفراز ہوئی اور اپنی ثقافت و تمدن کو اسلامی تنویر بخشی۔ بلوچ قوم کے جو چالیس قبیلے سردار جلال خان کی سربراہی میں حلب سے بھپور، بکھتان ہوتے ہوئے کچ کرمان میں وارد ہوئے بلوچی شاعری نے اس واقعہ کو اسلامی عقائد سے نسبت دیکر محفوظ کر دیا۔

شکر الحمدء گذاروں بادشاہ ملک و تیس حمد و شکر کا ورد کرتے ہیں اس خدا کا جو حقیقی بادشاہ ہے  
 تی جہان ہاک مگل ء بی ہر دم ء آہش دلیں جہان آب خاک سے وہ برتر ہے حی القیوم خور سند ہے۔  
 استوں پاکیں نبی ء کہ جہان عاوث ہیں ہم نبی صلعم کی امت ہیں جہنوں جہانوں کا سردار ہے  
 ماسریدوں یا علی ء دین ایمن سیوت ایں ہم حضرت علیؑ کے مرید ہیں دین ایمان پر مکمل معتقد:  
 اثر حلب پاؤ دکاؤں گوں جزید تھمید و دیں حلب سے چل کھڑے ہوئے ہیں یزید سے ان بن کیوجہ سے  
 گوناں گوی پوڑء حسین ء سوب درگاہ دگوریں حلب حسینؑ کی فوج کے سپاہی فتح المبین کے قائل ہیں  
 سے سریں میریں جلال خان چل چپارے بولک ایں ہمارا سرا براہ میر جلال خانی ہے ہم چوالیس قبل میں منقسم ہیں  
 بلوچی شاعری میں اسی طرح کے صادقانہ جذبات کی بہت زیادہ فراوانی ہے۔ رسالت پر یقین کامل  
 اور قرآن پاک کی تعلیمات کی صداقت پر مکمل ایمان کا اظہار بلوچی شاعری میں ہر دور میں ملتا ہے۔

”برحق ہے ہمارا پیغمبر عالی تبار اور رہنمائی میں بے مثل ہے فرقان حمید۔“

مگر اس اجمالی تذکرے سے بلوچی زبان کی نعتیہ شاعری پر صحیح طور پر روشنی نہیں پڑ سکتی جب تک  
 بلوچی شاعری کے تمام ادوار اور ان خصوصیات کی تشریح نہ ہو جن میں معاشرتی، ثقافتی، رزمیہ اور بزمیہ افکار اپنے  
 قبائلی روایات سے آراستہ و پیراستہ ہیں۔ ان خصوصیات کو عصری زبان و ادب کے مطابق تین ادوار میں رکھا گیا  
 ہے یعنی متقدمین۔ متوسطین و متاخرین ان ادوار میں ہر ایک کی اپنی ایک علیحدہ خصوصیت ہے۔

بلوچی زبان کی تاریخ پر تحقیق اب تک جاری ہے جس قدر احاطہ کیا جا سکا ہے اس سے یہی نتیجہ اخذ کیا  
 گیا ہے کہ بلوچوں کی قبائلی معیشت و معاشرت، مسلسل نقل مکانی ایسے اسباب رہے ہیں کہ یہ زبان دور قدیم  
 سے لے کر ترقی کے اس سائنسی دور تک تعلیم سے محروم ہی رہی ہے۔ تاہم فکر و نظر عصری تعلیم کی محتاج نہیں۔  
 ناخواندہ آدمی کے بھی جذبات تسلیم کئے جاتے ہیں شاعری تو ہے ہی جذبات و احساسات کی مرہون منت اس  
 لئے تعلیم سے عدم استفادہ کے باوجود بلوچی شاعری میں جذبات و احساسات کے گلہائے رنگارنگ کے چمن  
 زار ملتے ہیں۔

بلوچی کلاسیکی شاعری کے کئی ایک عوامل ہیں جن میں سرفہرست قبائلی جنگ اور کشمکش نمایاں ہیں  
 قبائلی معاشرت میں نشوونما پانے والی اس شاعری کے موضوعات بالعموم رزم و بزم سے اخذ کردہ ملیں گے۔ ان  
 منظومات میں وقت کے سرداروں، جانبازوں، بہادروں اور عاشق پیشہ کرداروں کے قلبی واردات اور

کارناموں سے اثر پذیری حاصل ہوئی ہے۔ بلوچوں کے ایک گروہ زنگی شاہی کے بارے میں عام طور پر یہ دعوے کئے جاتے ہیں کہ اس شاعری کے خالق وہی ہیں محدود دور میں ممکن ہے ان کی کاوشوں کو بھی دخل ہو لیکن قبائلی معاشرت میں جیسے جیسے وسعت پیدا ہوتی گئی مختلف دوسرے طبقات بھی سخنوری کی طرف مائل ہوئے۔ یوں کلاسیکی شاعری نے ایرانی بلوچستان سے سب اور ڈیرہ جات تک پر پھیلائے۔ قبائلی جنگوں کی تاریخ بہت طویل ہے مختلف قبائل مختلف اوقات میں ایک دوسرے سے برسر پیکار ہوتے رہے ان واقعات کو حریف قبائل کے ہرکاب رزم شعراء نے اپنے اپنے انداز سے منظوم کرنے کی کوششیں کی ہیں زبان کی فصاحت و بلاغت اپنی جگہ جوش سخنوری اور اپنے قبیلے کی برتری ثابت کرتے وقت سب دشمن سے بھی دہن آلودہ ہوئے۔ اسی وجہ سے شعراء عموماً گنہگار ہیں تاکہ مخالف قبیلے انتقام و احتساب سے محفوظ ہو سکیں۔ بنا برآں حقدارین کے دور میں بیشتر نظمیں اپنے خالقوں کے نام سے محروم ہیں ان کی علمی و ادبی تحقیق کے ذیل میں موجودہ دور میں بہت سی مشکلات پیدا ہو رہی ہیں۔

رزمیہ شاعری میں طول طویل نظمیں ملتی ہیں موضوع اگرچہ رزم ہے مگر قبائلی تفاخر اور سامعین کی دلچسپی کی پیش نظر ان میں بہت سے تصرفات شامل ہیں شاعر چونکہ خود تنقید بکف شامل رزم ہے اس لئے اسباب و علل رزم ہی سے آغاز کرتا ہے تیردناں، تنق و تیر شہسواری، ابتلا و آزمائش فتح و شکست سے اس دور کی شاعری معمور ہے۔ یہاں صنف سخن صرف ایک ہی ہے جسے بلوچی میں شیر سے موسوم کیا جاتا ہے اور ابتدا میں حمد باری تعالیٰ اور نعت رسول مقبولؐ کے ایک دو شعر کہہ کر اپنے حقیقی مقصد کی جانب گریز اور موضوع کی مقتضیات سے رجوع کیا گیا ہے۔

خدا یا مجھ پر اپنے کرم کی نظر کر۔ پیارے نبی کے واسطے سے شاہ مردان مجھے سرفراز کر دے۔

ڈاکٹر انعام الحق کوثر نے اپنی کتاب ”سرور کونین“ کی مہک بلوچستان میں ”میں قدیم بلوچی شاعری کے بارے میں اظہار خیال کرتے ہوئے لکھا ہے۔۔

”قدیم بلوچی شاعری چونکہ سینہ بسینہ روایات کی مرہون منت رہی ہے۔، ناخواندگی اور قبائلی جنگوں کے باعث لوگوں نے نعتیہ اشعار کو چھوڑ کر صرف ان اشعار کو حفظ کیا جن کی جنگی رجز یا بزم کی ہماہمی میں ضرورت تھی اس لیے جو تھوڑی بہت مذہبی اور اخلاقی نظمیں ملتی ہیں انہیں دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

پہلے حصے میں اسلامی عقاید کا بیان ہے۔ دوسرے حصے میں سرور کونین ﷺ کا ذکر مبارک حضرت

علیؑ اور درویشوں کے قصے ملتے ہیں۔

میر چا کرند سے متعلق ایک گمنام شاعر نے اپنی نظم کی ابتدا یوں کی ہے۔

یاد کرتا ہوں نام اللہ کا میں سر عنوان ہمارے پشت پناہ حیدر علیؑ اور حضرت آخر زمان ﷺ ہیں۔

یہ اقتباس قدیم بلوچی شاعری کے بارے میں صحیح ترجمانی کرتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے میر

شہداد بن چاکر خان رند کے تصوف سے وابستگی کا ذکر کرتے ہوئے اُن کی ایک نظم کا حوالہ دیا ہے۔

تعریف خداوند کریم کو زیبا ہے۔ اور مدحت محمد مصطفیٰ ﷺ کی اور حضرت علیؑ شیر خدا کی نبی پاک

ﷺ زینت تخت ہیں جہاں آپ ﷺ شرع کے مطابق عدل کرتے ہیں عظیم خدا منصب معراج پر فائز فر

ماتا ہے۔

محولاً بالا منظومات چند دوسرے شعراء سے بھی منسوب ہیں مگر ان ایرانی بلوچستان کے مقیم شعراء کا

زمانہ مقتد مین کے بعد کا ہے۔ لشکران ولد سلیمان یا پنجو بنگلانی دور متوسطین سے متعلق ہیں چونکہ سینہ بسینہ

روایات کا معاملہ رہتا ہے۔ اس لیے کئی ایک گویوں نے ادوار کو ایک دوسرے سے میز نہیں کیا ہے۔

قدیم بلوچی شاعری ایک خاص زمانے تک محدود رہی ہے۔ اسلوب کے اعتبار سے متوسطین کے

دور میں ایسے بلوچ شاعری گزرے ہیں جنکے عہد میں مٹا شعراء کے مقلد میں تمیز کرنا خاصا مشکل ہو جاتا

ہے۔ البتہ نعتیہ شاعری کیلئے دور متوسطین یعنی مٹا شعراء کا دور حامل گنہینہ ہے۔

متوسطین

بلوچی شاعری کا یہ دور اپنے دور اولین سے کئی اعتبار سے مختلف و منفرد ہے۔ اس زمانے میں ایران

میں بلوچ قوم و وسیع علاقوں میں پھیل چکی تھی قبائلیت سے اگرچہ مکمل طور پر آزاد نہیں ہو سکی تھی لیکن مدارس سے

تحصیل نے مذہب، معاشرت، ثقافت اور اتحاد بین المسلمین کا شعور بخشا اب شاعر گمنام نہ تھا۔ اور شعر و سخن

محدود قبائلی سے نکل کر سبباً متمدن علاقوں میں ایک فن کی حیثیت سے جانے لگا تھا۔ مغرب میں کچھ، پنجگور

کوہلوں اور مشرق میں پٹی کوہستان سے وغیرہ غازی کے قبائل تک مشہور و معروف شاعر پیدا کرنے لگا۔ مغرب

میں تحصیل مدارس کی نسبت سے شعراء کے نام کے ساتھ ”مٹا“ کا لاحقہ خواندہ شاعری کی علامت بنا۔ عربی،

فارسی کی تعلیم کے نتیجے میں زبان کا دامن وسیع ہونے لگا۔ مغرب میں عربی، فارسی اور مشرق میں سندھی سرائیکی

زبانوں کے ناصر اثرات نمایاں ہو گئے بلکہ ان زبانوں میں شاعری کی ہیئت اور اسلوب بھی بلوچی شاعری

میں جا بجا نظر آتا ہے۔ تاہم بلوچی نے اپنی شعری روایات کو برقرار رکھا اور شاعری اکثر و بیشتر اظہار کا ذریعہ اور شعر کا موضوع خواہ کوئی سا ہوتا محمد ہاری تعالیٰ نعت رسول اللہ ﷺ منقبت صحابہ کبار اور حضرت غوث الاعظم قدس سرہ دیگر اولیا کرام کے اذکار و ستائش سے ہوتی تھی۔ اور یہ روایت کے قریب قریب جدید شاعری کے دور تک بھی قائم و باقی رہی۔

آئیے اس دور کے معروف و مقبول بلوچ شعراء پر ایک نظر ڈالیں:-

تیرھویں صدی کے نصف اول میں پاکستانی اور ایرانی بلوچستان کے سرحدی علاقہ مند میں ملا فضل رند اور ملا قاسم رند پٹن نام کے ایک گاؤں میں پیدا ہوئے۔ عربی فارسی کی تعلیم مدارس سے حاصل کی، دونوں بھائی نامور سخن در اور اسلام کی محبت سے سرشار تھے۔ فاضل اپنے نام کی نسبت سے بھی اس شہرت کے حقدار تھے اُن کی شاعری میں صنائع بدائع تشبیہات و استعارات، تلمیحات و رموز و کنایہ کا ایک گلستان نظر نواز ہوتا ہے۔ نعت گوئی میں اُس دور میں کوئی اُن کا ہسر نہ تھا۔

”میں سُبحان الذی کا ورد کرتا ہوں۔ زبان حال سے اس ذات پاک کی ستائش میں گُہم افشاں ہوں:

جان اگر یقین سے معمور ہے۔ تو آسمان کے اسرار کی حامل ہے۔ شاید اس طرح میں خضر سے ملاقات کر سکوں نبیوں کے سردار (ﷺ) کی نعت اور درود سے آغاز کرتا ہوں۔

سو درود اور سو سلام بھی میرا ارمغان ہے۔ نہایت سرخوشی کے عالم میں رسالت پر گواہی دیتا ہوں اور روضہ مبارک کی خاک کو اپنی آنکھوں کا سرمہ کرتا ہوں۔

ملا فاضل کے بھائی ملا قاسم بھی اپنے اشعار کی ابتدا حمد و ثنا سے کرتے ہیں۔

میں ہمیشہ خداوند ستار کے آگے عاجز اندام درود بانہ دست بستہ ہوں اور نبی پاک (ﷺ) کی دربار گاہ میں نفل ہوا اللہ کا بدیہ پیش کرتا ہوں۔ ہر سحر اللہ الصمد کی بارگاہ میں دست بستہ ہوں۔ انبیاء علیہم السلام کے سلطان لاتعداد درپیش کر کے خلفاء سردار کونین سے توفیق اور فتح کی استدعا ہے۔

ہر سحر قادر مطلق کی درگاہ میں عرض پرداز ہوں دسبجدم ختم الرسل پر درود و صلوة حضرت ابوبکرؓ، عمرؓ، حضرت عثمان غنیؓ، اور علی مرتضیٰؓ پر اپنی جان تصدق کرتا ہوں۔

ملا عزت و نجواری نے ملا فاضل سے سخنوری کی تربیت پائی بعد ازاں زینہ مجاز سے عشق حقیقی کی

بلندیوں کی طرف مائل ہوا۔ عزت و مہرک کی داستان بلوچستان میں زبان زد عام ہے۔ وہ اپنی دلی کیفیات کا نعت کے پیرائے میں اظہار کرتا ہے۔ میری روح ہر صبح نغمات کو خاطر میں نہلاتے ہوئے رب ذوالجلال سے آمزش کی طلب گار ہے۔ نبی خیر الوریٰ پر ہزاروں درود اور ہزاروں سلام۔ وہ جو امام المرسلینؑ اور شافع محشر ہیں۔ دل ولولہ درود سے سرشار ہے یہی شاعر عاجز کا اثاثہ ہے۔“

دور متوسطین میں ملا شعراء نے چونکہ مدارس سے تحصیل علم کیا اس لیے ان کا رجحان زیادہ تر مذہب کی طرف نظر آتا ہے۔ اگرچہ دوسرے موضوعات پر بھی ان کا کلام ملتا ہے۔ مگر اسلامی جنگوں، غزوات، صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کی مدحت اور اسلام کی اشاعت و تبلیغ کے موضوعات کو ان شعراء نے زیادہ قابل توجہ قرار دیا ہے۔ راقم نے 1974 میں بلوچی اکیڈمی کوئٹہ کی معاونت سے اس طرح کے اشعار کو ایک کتابچے زحم و زبیر (یعنی نغمہ شمشیر) میں جمع کر کے شائع کیا تھا ان شعراء میں ابراہیم، ملا عبداللہ، ملا بہرام، ملا بوہیر، گاجیان، نور دین، ملا سرور اور محمد ان گشکوری نے غزوات اور اسلامی جنگوں کے واقعات کو منظوم کیا ہے۔ ان نظموں کی ابتدا بھی روایت کے مطابق نعت رسول ﷺ سے افاضہ انوار کی حامل ہیں۔

ملا ابراہیم

گویم ہر سحر حمد خدایہ۔ کریم ذوالجلال کبریاء

میں ہر سحر خدا تعالیٰ کی حمد کرتا ہوں جو کریم ذوالجلال کبریائی شان والا ہے۔

کشاں نعت محمد مصطفیٰ دروداں بے عدد صلوة علیٰ

محمد مصطفیٰ کی نعت اور آپؐ پر بے شمار درود اور صلوة

چہار یاراں کناں حمد و ثناء۔ مدت از غوث اعظم اولیاء

خلفائے راشدین کی مدحت کرتا ہوں حضرت غوث اعظم سے مدد کا خواستگار ہوں

ملا عبداللہ۔

من کناں حمد عالم الغیب سریدی مالک نہ برج فلک مزیں گنبدی

میں عالم الغیب سریدی کی حمد کرتا ہوں جو نوافل کاکا مالک ہے

من کناں وصفہ احمد وال احمدی۔ برد رسالت دائم کاراں شاہدی

مدحت کرتا ہوں احمد اور آپؐ کے آل کی رسالت پر ہمیشہ شاہد ہوں

ملا بہرام۔

قل اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم	_____	قل اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم
پاک بسم اللہ نام تو رحمن الرحیم		پاک بسم اللہ نام تو رحمن الرحیم
یا الہی تو ہے ہر طرح کے امراض کا حکیم		یا الہی کہ تو ت و د و دانی حکیم
مجھے ایمان کی سلامتی عطا فرما		دار منی ایمان و سلامت اے شہر قدیم
بروئے حق آشنا احمد یا ط اور یاسین		روئے ہتھینیں احمد یا ط و سین
امت خیر الامم کو تارنجیم سے محفوظ رکھ		امت پاک و دے مجلس از تارنجیم
حمد کے بعد سید الابرار کی نعت		بعد از ان نعت سید الابرار کنان
احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کا ذکر مبارک		مدح و توصیف احمد و اطہار کنان

ملا ابراہیم حضرت ادب نامی داستان شجاعت اور شہادت کی نظم میں نہ صرف سرور کونین کی مدحت میں فصاحت و بلاغت میں سبقت کا خواہان ہے بلکہ رحمۃ للعالمین اور صحابہ کبار رضوان اللہ جمیعین کے دورہ باصفا کا پوری طرح نقشہ کھینچتا ہے۔ ثنائے کردگار کے بعد صاحب تاج عذار تغیر عالی تبار، محمد مصطفیٰ ﷺ پر ہزاروں و رود و سلام اور صدیق اکبر، عمر فاروق عثمان ذوالنورین اور شیر یزدان حضرت علی کرم اللہ وجہہ، قطب الاقطاب حضرت نوٹ اعظم کا نہایت ادب و احترام سے ذکر کرتا ہے۔ اس مختصر مثنوی میں ملا ابراہیم کے جوہر سخن وری کھل کر سامنے آتے ہیں۔ اسی مجموعے میں ملا بوہیر، نور الدین، ملا سرور اور محمد ان گھکوری کا نعتیہ کلام رسالت پناہ سے محبت و عقیدت کا مظہر ہے۔

کنج اور کولواہ سے شمال مشرق میں آوار دان اور شکے بہادر اور دلیر قبائل کے مساکن ہیں دور متوسطین میں ملا عبدالکریم اور ان کے بطل حریت فرزند ملک دینار نے کئی ایک اہم تاریخی اور قبائلی واقعات پر نظمیں موزوں کی ہیں۔ دستور کے مطابق ہر نظم کے پہلے شعر کے مصرع اولیٰ میں حمد اور مصرع ثانی میں محمد سید انظلمین و کونین پر لاتعداد رود و سلام پیش کیا ہے۔ طوالت کے خوف سے اختصار پر اکتفا کرنا پڑ رہا ہے۔

دور متوسطین میں مشرقی بلوچستان میں کئی ایک نامور شعراء پیدا ہوئے، جام درک، مست توکلی، ملا عمر، جوانسالی کئی، محمود یزدار، رحمان یزدار علی مہر یزدار، ابراہیم شہبانی اور سب سے بڑھ کر مولانا حضور بخش جتوئی

جن کا حاصل زیت اسلام کی تبلیغ، اعمال صالحہ کی تلقین اور خاتم المرسلین کی مدح و نعت رہا ہے۔

جام درک اپنی ایک نظم بجز و فراق کے دکھوں کو آنحضرت ﷺ پر درود بھیج کر دل کو تقویت دیتا ہے۔ ”تیرے فقیر کی حالت یہ ہے کہ دل بجز و فراق کے غموں سے زخم زخم ہے۔ وہ جو مالک حقیقی سے محبت رکھتے ہیں وہ منکروں سے بیزار ہیں وہ لباس سے خاکسار لگتے ہیں اور آنحضرت ﷺ پر درود بھیجا کرتے ہیں خالق کائنات کی حمد میں محوسرما کی بخ بستہ راتوں میں نالہ فریاد میں بسر کرتے ہیں“

جام درک ایک اور نظم میں اشارت و ایمانیت کے پردے میں گوہر نعت حضرت پر نچھاور کرتے ہیں۔

”اے کہ خوشبووں میں معطر ہے۔ چاند جیسی منور جبین ہے۔ ہم بیشک آپ ﷺ سے وفادار نہ ہوئے وہی ہم پر نگہ لطف و کرم کرے وہ مجسم خوبی اپنی بہت سی اداؤں میں بادشاہ ہے۔ لعل کی طرح درخشندہ سلاطین جیسا باجبروت۔ یہ ہمارے حبیب کی پہچان ہے یہی ہے اُن کا تعارف ﷺ تسلیم۔

بلوچی شاعری میں تصوف کے حوالے سے مست تو کلی ملا عمر اور ابراہیم جو انسانی یکٹی وہ سخنور ہیں جن کا اسلوب کئی شعرا سے منفرد و ممتاز ہے۔ اس حقیقت کے باوجود کہ یہ شعرا عصری علوم سے بے بہرہ رہے ہیں۔ مگر تصوف تو علوم حاضرہ سے بلند اور روحانی اوصاف سے متصف ہے۔ یہ وصف قدرت کی عطا اور انعام ہے۔ جو خدا تعالیٰ کی جانب انہماک و دنیاوی لذائذ سے اجتناب اور اخلاق عالیہ کے احساس کا مرہون منت ہے۔ زینہ مجاز سے عروج سوز و گداز سے معموریت حکمت الہی کی منزل کی رہنما ہے۔

حضرت بوعلی قلندر رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے:

”وگر عشق حقیقی است وگر عشق مجاز است

مقصود ازین ہر دو مر اسوز و گداز است

حضرت مولانا نارو علم و دانش اور تصوف میں فرق اس طرح واضح فرماتے ہیں:-

زاد دانش مند آثار قدم

زاد صوفی چیست انوار قدم

چونکہ صیادے پئے اشکار رفت

گام آہودید بر آثار رفت

چند گاہش گام آہودر خورست

بعد از اں خود ناف آہو رہبرست

یعنی دانشور کی متاع نقوش خامہ ہیں جبکہ صوفی کے دل پر نور کا نزول ہوتا ہے۔ بالکل اس طرح جیسے کوئی شکاری ہرن کے قدموں کے نشان کا پیچھا کرتے ہوئے شکار کی تلاش میں بڑھتا ہے کہ کچھ دور تک ہرن

کے قدموں کے نشانات رہنما ہوتے ہیں مگر جب ہرن سے قریب ہوتا ہے تو کستوری کی مہک اُسے شکار تک رہبری کرتی ہے۔ تصوف کی تعریف، تاریخ اور مؤثرات کی بحث کا یہ مقام نہیں اگرچہ اسکی بنیادوں میں حق تعالیٰ کی محبت اور فرمودات رسالتآب، سرور کائنات ﷺ کی مدحت ہی ہوتی ہے۔ مست تو کلی کی حمد و نعت کتنی دلنشین ہے:-

جی کریم سازیں مالکیں ستار۔۔۔ ازوتی ذاتانی درء مہربیار  
پاک اہنت دوست و چھویں دیدار۔۔۔ یا محمدؐ کہ شیر خن چیار  
تھنکس تاج ء بے گوریں ڈاتار

”اے تخلیق کے مالک ستار العوہ اپنی رحمتوں سے دلوں میں محبت کی پرورش فرما۔ آپ کی اپنے حبیب سے صداقت بھری شیریں گفتگو پاکیزہ محبت کی مظہر ہے۔ محمد ﷺ جن کے سر پر سنہری تاج ہے جو سخاوت میں بی مثال ہیں۔“ ایک اور ایسا بند ہے۔ جس میں مست تو کلی صاحب تاج المعراج ﷺ سے قربت کے وسیلوں کے متلاشی ملتے ہیں۔

پھازی پوزی آں اڑامیت  
دست خوبی مس تھنکھوں گہواں  
گر ہواں ضامنناں صبح ایناں  
سوار ہمانت کہ دو انما زورای  
شف پرالالاں ہر دم ورو شیں  
مومن ویدار ان و دلکو شیں  
مست تو کلی حضور اقدس ﷺ کا ذکر مبارک نہایت محبت اور احترام سے کرتے ہیں۔ ”میں ہر گھڑی خداوند ستار کے نام کا ورد کرتا ہوں۔ محمد ﷺ کا ذکر زیب دینی ہے۔ خدا خود ہی بے بصروں کے لیے اسباب ہدایت مہیا فرمائے۔ میں سینکڑوں غلط سلسلہ باتیں بکتا رہتا ہوں ایسی باتوں کو راہ پر لگانا آپ کی قدرت کا محتاج ہے۔“

علامہ جنگ گنبد کی رزمیہ داستان کی ابتدا احمد باری اور نعت ﷺ سے کرتے ہیں۔ ”سحر گاہ میں خدائے ستار کو یاد کرتا ہوں اور نعت محمد مصطفیٰ جو دین کو استحکام بخشنے والا ہے۔ محمد مصطفیٰ جو سخاوت میں بے مثال

ایمان و صداقت میں یکتا، خدا کی وحدانیت پر قائم و برقرار محمد ﷺ نبیوں کے سرتاج! میری مدد کر کے قیامت کے دن میرا شفیع بنا، میں جنوں کے پھندوں میں گرفتار، گناہوں کے بوجھ تلے دبا ہوا تیری رحمتوں کی امید رکھتا ہوں۔

کوہ سلیمان کے مرکز میں مری، جنوب مشرق میں کبٹی اور مشرق میں ڈیرہ غازی خان واقع ہیں۔ ڈیرہ غازی خان قدیم سے بلوچ تاریخ ثقافت و معاشرت میں ممتاز رہا ہے۔ اس میں بلوچ قوم کے کئی ایک قبیلے اب تک اپنی زبان کو حزر جان بنائے ہوئے ہیں۔ لیغاری، مزدوری، قیسرانی، لاند کھوخ اور بزدار کے اثرات سندھ، بہاولپور، ملتان، اور گردونواح میں نمایاں ہیں۔ ان میں سے اکثر قبائل کی ایک درخشندہ تاریخ ہے۔ جہاں بلوچی زبان کی عمل داری ہو وہاں شعر و سخن کی گرم بازاری یقینی ہے۔ اسلام کے شید اور سرور عالم کی تعلیمات ان قبائل کی امتیازی خصوصیات ہیں۔ ڈیرہ غازی خان میں بلوچی کے بلند پایہ سخنور گزرے ہیں۔ صرف بزدار قبیلہ میں دو درجن سے زیادہ شعراء کے تذکرے ملتے ہیں۔ اور بلوچوں کے قدیم شعری روایات کے مطابق ہر شاعر آغاز کلام میں حمد و نعت کے قدیل معرفت کو روشن کرتا ہے۔ حاجی محمود مومن بزدار نے جو تذکرہ مرتب کیا ہے اس میں محمود بزدار، رحمن بزدار علی محمد بزدار، موارہاں بزدار جیسے عاشقان نبی ﷺ کا تذکرہ ہے۔ محمود بزدار کونین کی جلوہ گری میں خالق حقیقی کی قدرت میں مجھو ہو کر بیان کرتے ہیں۔

”خدا تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا فکر انسانی سے احاطہ کرنا مشکل ہے۔ نبی ﷺ پر بے انتہا درود کہ زمین آسمان شمس و قمر آپ کے جلوہ تاباں کے ہی مآخذ ہیں۔“ رحمن بزدار کی نعت تضرع اور عاجزی کی شاہکار ہے۔

”یا الہی تو ہی بادشاہ حقیقی ہے۔ تیری صفات کی کوئی انتہا نہیں۔ ظاہر و باطن تجھ سے مخفی نہیں رہ سکتے۔ تو نے رسالت کا تاج اپنے پیغمبر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے فرق مبارک پر جایا دونوں جہانوں کی بادشاہت کے آپ ”حقیقی حق و دائر عمرے امت کی محشر میں سر پرستی اور اپنے رب کی دربار میں شفاعت آپ ہی کو زیبا ہے۔ میں ننگے پاؤں اور ننگے سر آپ کی درگاہ میں گناہوں کا بار سر پر لیے حاضر ہوں گا۔ اے بندہ! درود و سلام رسول انور کی خدمت میں پیش کر اس بادشاہ کے حضور تاکہ تیری نجات کا باعث بنے۔“

علی محمد بزدار انبیاء کی نعت میں امت محمدیؐ میں پیدا ہونے پر فخر و مباہات کا اس طرح اظہار کرتے ہیں۔

”ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم السلام میں ختم المرسلین کو گل سرسبد کی حیثیت حاصل ہے۔ رحمت کا

ابرسایہ گلن ہوا جنت کے گلوں کی خوشبو پھیلی ماہ کامل کو روشنی عطا ہوئی کہ آپؐ نے اسی جہان کو رونق بخشی اور فرقان کی ہدایات سے ہمیں سرفراز فرمایا۔“

اس سلسلے کے بے شمار شعرا ہیں جنکی زمرہ نعت سے دلوں کو راحت اور روجوں کو طمانیت حاصل ہوتی ہے۔ مگر مولانا حضور بخش جتوئی اور جواناسی بگٹی کے ذکر کے بغیر دورہ متوسطین سے نکل کر آگے قدم بڑھانے کو جی نہیں چاہتا۔

بلوچستان کے حریت کیش عوام نے اپنی سرزمین کے دفاع میں کسی قربانی سے دریغ نہیں کیا مگر قبائل کے معمولی وسائل انگریزوں کی قبرمان طاقت کو بلوچستان سے دور رکھنے میں ناکافی ثابت ہوئے۔ ۱۸۷۷ء میں انگریز بلوچستان پر مسلط ہوئے۔ انگریزی اقتدار کے تسلط کے ساتھ ہی مشنری سرگرمیوں نے اس اندیشے کو تقویت دی کہ اگر بروقت اس کی روک تھام نہ کی گئی تو حکومت کے اثر و تعوذ سے بلوچستان میں اسلامی تعلیمات کو مسخ کرنے اور مذہب کے تقدس کو نقصان سے نہیں بچایا جاسکے گا۔ چنانچہ ایک عالم باعمل حضرت مولانا محمد فاضل درخانیؒ نے تائب نامی مقام پر ایک اسلامی تدریسی مرکز کی بنیاد ڈالی خود اور ان سے تحصیل علم کر کے اسلام کی خدمت میں کمر بستہ علماء نے براہوئی اور بلوچی میں تبلیغی نکتہ نگاہ سے درس و تدریس اور عقائد اسلامی کے فروغ کے لیے قابل قدر خدمات انجام دیں ان بزرگوں میں مولانا بنوجانی، مولانا عبدالجید چوتوئی، مولانا عبداللہ اور مولانا حضور بخش جتوئی قابل ذکر ہیں جنکی تصانیف و تالیف، وعظ و ہدایات نے انگریزوں کے منصوبوں کو خاک میں ملا دیا۔ اور گھر گھر میں اصلاح معاشرہ اور اسلام کی تعلیمات کو دوبارہ فروغ حاصل ہوا مولانا حضور بخش جتوئی نے نہ صرف قرآن پاک کا بلوچی میں ترجمہ کیا بلکہ افکار اسلامی کے حوالے سے بہت سے تراجم کر کے لوگوں کو شرک، بدعت اور غیر اسلامی رسومات کے خوفناک گڑھے میں گرنے سے بچایا، مولانا حضور بخش جتوئی کی تالیفات میں جہاں جہاں موقع ملا ہے نعت رسول مقبول ﷺ سے گلہائے عقیدت کھلائے گئے ہیں۔

یہ محمد مصطفیٰ ﷺ کی صفت ہے وہ اللہ کے رسول اور قاصد ہیں۔

اے محمد ﷺ میں آپ کے نام پر خدا آپؐ میری آنکھ کا تارا ہیں آپؐ کا خلق عظیم امت کے لیے تھمہ گر انما یہ ہے۔ محمد ﷺ مسلمانوں کے لیے باعث رحمت ہیں اپنی امت کے پشت پناہ ہیں۔

دور جدید میں بلوچی شاعری متوسطین کے سلسلے کے اختتام سے پہلے ہی متعارف ہوئی چنانچہ جہاں

ایک طرف ابراہیم جو انسانی لکٹی، مولانا عبداللہ عیسیٰ اور میر عیسیٰ تو می پر سنا بقین کارنگ غالب ہے وہاں میر گل خان نصیر، سید ظہور شاہ ہاشمی اور آزاد جمالدینی اردو فارسی کی مردوح اسالیب کی طرف متوجہ ہوئے۔ جو انسانی کے بارے میں زیادہ تر احباب کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ صوفی شاعر تھے، راقم اس سے ایک حد تک اختلاف کرتا ہے۔ جو انسانی کی شاعری جیسا کہ آئندہ مثالوں سے واضح ہوگا اخلاقی شاعری ہے۔ گو اخلاقی اور صوفیانہ شاعری ایک دوسرے سے قریب ہیں۔ مولانا شبلی نعمانی ”شعر العجم میں اخلاقی شاعری کی ترقی میں معاشرتی علامت کو قرین صداقت گردانتے ہیں۔ اُن کا کہنا ہے کہ صوفی کی کاوش اپنی نجات کے لیے ہے۔ جبکہ اخلاق کی تلقین و ترغیب کے ذریعے شاعر پوری ملت کی اصلاح پر مائل ہوا کرتا ہے وہ حافظ کے تصوف پر سعدی کی حق گوئی کو ترجیح دیتے ہیں۔

سعد یا چنداں کہ میدانی بگو  
حق نشاید گفتن الا آشکار

جو انساں سعدی کے نقش قدم کا پیروکار ہے وہ اپنے معاشرے میں جہالت، بدعات، کذب و ریا، ہوس زر کو انسان کی اخلاقی تباہی اور قرآن پاک کی صراط مستقیم سے بھٹک جانے سے تعبیر کرتا ہے وہ کہتا ہے۔

(۱) نہیں لگتا کہ محصل میں ریا ہو  
بچو اس سے جو دھوکہ ہو دغا ہو

نہ دل میں مال اور دھن کی ہوا ہو  
نہ جاں حرص و ہوس میں مبتلا ہو

زباں پر کذب کا تیغا چڑھا ہو  
بباطن منکروں سا ماجرا ہو

نہ جانے خود کو برتر کہ خدا ہو  
خیال خام میں دل نہ لگا ہو

(۲) کرے سامنا کوئی مرد بھی  
چھٹیں دوست احباب پیارے سبھی

طے دھول اور گرد میں گرد جی  
سمٹ آئیں بیگانے اپنے سبھی

کریں خدمت نوبت آخری  
یہی گفتگو ہم نے ان میں سنی

کہ گلوں کا مالک تھا گھوڑی بچی  
کمر میں نہیں تیغ اس کے کئی

نہ یہاں کا شعلہ رخ گل پری  
رہیں کوٹھیاں سب کھڑی کی کھڑی

بجز نیک اعمال اے متقی  
تہی مال دزر سے ہے گھڑی تری

جو انساں کی پوری شاعری اسلامی نکتہ نظر سے اصلاح معاشرہ کی سعی ہے مگر ان کا کلام

رحمۃ للعالمین ﷺ کی نعت سے بھی مزین ہے۔ سردر کونین سے ان کو دلی محبت ہے، باوجود ناخواندگی کے جو انسال کی نعت میں قدیل معرفت فروزاں ہے۔ ہر ایک نظم کی حمد باری تعالیٰ اور بعدہ نعت حضرت خیر البشر ﷺ سے ابتدا ہوتی ہے۔

(۱) اللہ اللہ دے اماں ہے نام اکبر بزبانی  
تو لا شریک لا مکاں تیرے ہی ہیں دونوں جہاں  
پیدا کیا شاہوں کا شاہ ضامن جہانوں کا بنا  
آئی وحی بھیجا بلا سینگا خوش اس رخصی کا  
فرماں کی راہوں پر چلا اور جانب عظمت بڑھا  
حوریں ہوئی نغمہ سرا سب کہہ اٹھے صدر حبا  
معراج شب بھر میں کیا باہم ہوئے نور آشنا  
شفقت سے پھر دامن بھرا ابر کرم صبح و سنا  
از چین تا ملک یمن ٹٹس و قمر لوح و قلم  
لولاک تھا زیر قدم سب قیل و قال ہو کر ختم

(۲) محمد آپ سے راضی خدا ہے محمد آستوں کا رہنما ہے  
محمد وہ جو اعجاز خدا ہے محمد ہر دکھی دل کی دوا ہے  
محمد مظہر نور خدا ہے محمد اپنی امت کو بچائے  
محمد ٹٹس تاباں کی ضیاء ہے محمد عرش پر تیری شاہ ہے

(۳) امت ہیں پیغمبر کے ہم ہم پر محمد کا کرم !!  
دست اپنا دامان رسول ضامن ہے امت کا وہ پھول  
جو انسال عاجز کم عیار قرآن دکھلے پر مدار!

قیام پاکستان سے دس بارہ برس پہلے بلوچی شاعری کے دور جدید کا آغاز ہوتا ہے، جدید شاعری کی بنیاد غیر ملکی استعمار سے حصول آزادی کی جدوجہد تھی، بلوچستان جو انگریزوں کی ریشہ دوانیوں کی وجہ سے دو



میرادل میری جان محمد پر فدا ہو۔ میرے دل میں صرف عشق محمد ﷺ موجزن ہے۔  
دوست محمد یکس رسالت مآب کی شان اس طرح بیان کرتے ہیں۔

”آپ کے جلوہ تابان سے پوری دنیا روشن و تابان ہے۔ دونوں جہانوں کے سردار آپ کی نگہ کرم کی  
نیکیس محتاج ہے۔ اک نگہ لطف و کرم صاحب لولاک لہا۔“

بلوچی کے دور جدید کے نامور اور معروف شعراء میں سے اکثریت کار جہان بوجہ ہائیں بازو کی  
طرف رہا ہے۔ میر گل خان نصیر، آزاد جمال دینی محمد حسین عفا انگریزی سامراج سے تنفر اور عوامی حقوق کے لیے  
مقاومت کے باعث مذہبی تبلیغ و تلقین کی طرف کم ہی متوجہ ہوئے ہیں اسکے باوجود ان کے کلام میں حضرت خیر  
البشر ﷺ کی محبت رسالت کی تعظیم اور معراج انسانیت کے فخر کے جذبات پائے جاتے ہیں۔  
میر گل خان نصیر نے ”جنگ نامہ مشہد“ براہوئی زبان میں موزوں کیا اس میں دو صفحوں پر مشتمل نبی  
خیرالوری کی نعت ہے۔

محمد مصطفیٰ ختم پیغمبر  
محمد مصطفیٰ شافع محشر  
محمد مصطفیٰ ختم رسالت  
محمد مصطفیٰ شافی امت

سید ہاشمی میر عیسیٰ تومی قاضی عبدالرحیم صابر عطا شاد عنایت اللہ قومی اور صبا دستگیری کے کلام میں  
نعت نبی ﷺ اپنی پوری تابانی کے ساتھ جلوہ فگن ہے۔ سید ہاشمی اور عطا شاد ایسے شاعر ہیں جو رمز و کنایہ کے  
ذریعے نعتیہ افکار کا اظہار کرتے آئے ہیں ”انگرو تر و نگل“ میں سید ہاشمی کی تین نعتیں شاعرانہ پیرائے میں  
درج ہیں۔

”میں خوف سے مضطرب ہوں کہ گناہ مجھے فنا نہ کر ڈالے۔ آپ کی پناہ کے علاوہ کوئی اور جائے پناہ  
نہیں ہے۔ میں بے درد ہوں زمانے کا ٹھکرایا ہوا غموں سے خستہ آپ ہی اے بادشاہ میری دیکھیری فرمائیں۔  
اتنی مہلت چاہیے کہ آپ کے درگہ عظمت پناہ کو چوم لوں دل سے توبہ کر لوں۔ تب بلا شک موت  
آ جائے۔“ عطا شاد کی نعت بھی گناہوں پر ندامت اور آرزوئے شفاعت کی مظہر ہے۔ تیری اک نگہ کرم کو ترس  
رہا ہوں گناہگار ہوں۔ گناہوں کی بخشش کا خواہاں۔ عطایہ دل جو پاتال کی راہ ہے چاہتا ہے کہ بہشت اسکی  
منزل بنے۔“

قاضی عبدالرحیم صابر ان شعرا میں رتبہ اعلیٰ کے مستحق ہیں جنہوں نے ختم المرسلین کے ذکر و اذکار سے

اپنی قلم میں قدرت پیدا کی آپ نے ”دو جہاں سردار“ میں سیرت النبی ﷺ کا ذکر مبارک کیا اور نعت رسول میں بھی منفرد انداز ہے۔

”اے رب! صابر تیرے محبوب سرکارِ دو عالم ﷺ پر قربان ہو جائے تجھ سے بس یہی ایک عرض ہے کہ مجھے سجدہ بے ریا کی توفیق عطا فرما۔ درد زبانی ہے مدینہ مدینہ۔ خیالوں کی جاں ہے مدینہ مدینہ“  
آزاد جالندہ کی نعت۔

”کسی بشر میں یہ عظمت نہیں جو اللہ نے اپنے محبوب کو بخشی صاحب کمال کی عرش معلیٰ پر تعظیم۔ بلغ العلیٰ بکمالہ، اپنے رنگ روپ حسن و جمال سے اس تاریک جہان کو منور فرمایا۔ رات کو اپنے پاک خیالوں سے دن میں بدل دیا۔ کشف الدجی بجمالہ“۔

عبدالحکیم گھلو۔ ”دردِ مل کر پڑھیں ہر دم درد پڑھتا ہے رب محمد ﷺ پر وہ کائنات کا رہنما ہے۔ صلوا علیہ وآلہ“ عبدالمجید سورانی۔ آیا دالغشس آپ کے جمال جہاں تاب کی نشانی اور سورہ واللیل آپ کے گیسوؤں کی تعبیر۔“

صاحب دیوان شعرا میں میر عیسیٰ قومی اور حاجی عنایت اللہ قومی نے اپنے مجموعہ کلام میں ایک سے زیادہ نعتیں موزوں کی ہیں میر عیسیٰ قومی جو تحریک پاکستان کے جانے پہچانے کارکنوں میں سے تھے اسلام سے ان کی عقیدت و محبت اس کے پورے کلام میں نمایاں ہے۔

”سارے جہانوں کا رہبر حضور نبی اکرم ﷺ ہیں۔ وہی ہمارے آقا اور سرپرست ہیں تمام انبیاء علیہم السلام میں اللہ نے آپ کو منتخب فرما کر ہدایت اور نجات انسانی پر مامور فرمایا۔ تو می آپ کی امت کا ایک گنہگار فرد ہے بخشش کی استدعا صرف آپ ہی سے زیادہ ہے۔“

حاجی عنایت اللہ قومی، منجگور کے ایک صاحب دل اور اسلام کا ادنیٰ خدمت گار ہے۔ اپنی زبان اور قلم کی طاقتوں کو اسلام کے لیے وقف کر رکھا ہے نظم و نثر دونوں پر قدرت رکھتے ہیں اب تک شاعری کے تین مجموعے شائع کرا چکے ہیں۔

”ہم نے اپنے دل کا بیوہ پارسور کائنات ﷺ سے کر رکھا ہے۔ اگر یہ عشق ہے تو ہمیں اس عشق پر فخر ہے۔ جان و دل، مال و متاع، عزیز ترین متاع محمد ﷺ پر فدا کرتا ہوں۔ آپ کو عظمت و بزرگی خدا نے بخشی ہے بیچارے تو می کی عرض و دعا قبول فرمائیے۔“

بلوچی زبان اب تک چونکہ ذریعہ تعلیم نہیں، نہ ہی مالی طور پر بلوچی کے مستحکم ادارے ہیں کہ زبان و ادب کی ترویج و اشاعت میں قومی سطح کے کردار کے حامل ہوں اس لیے کتابوں کی اشاعت و طباعت کا عمل حوصلہ افزا نہیں ہے۔ بہت کم ایسے شعراء ہیں جنہوں نے اپنے مجموعے چھاپ کر خود کو متعارف کرایا ہو البتہ ریڈیو اور ٹیلی وژن کی وساطت سے قابل ذکر پیش رفت ہوئی ہے۔ ابتداء میں بلوچی زبان ریڈیو پاکستان کراچی سے محدود پیمانے پر نشر ہوتی رہی۔ ۱۹۵۶ء میں ریڈیو پاکستان کوئٹہ کا قیام عمل میں آیا بعد ازاں خضدار، تربت، لورالائی ٹروپ میں نشر گاہوں نے کام شروع کیا۔ جس سے علاقائی زبانوں کو پیشرفت کا موقع ملا۔ ۱۹۷۳ء میں ٹیلی وژن تعلیم و تفریح کا ذریعہ بنا اس طرح بلوچی زبان کے وہ شعراء جو عدم استطاعت کے باعث اشاعت کتب کے متحمل نہ تھے ریڈیو اور ٹیلی وژن کے ذریعے متعارف ہوئے ایسے شعرا کی تعداد بہت زیادہ ہے اگر ہر ایک کے بارے میں ایک ایک فقرہ بھی لکھ دیا جائے تو ایک ضخیم کتاب بن جائے یہاں صرف ایسے شعرا کا انحصار سے ذکر ناگزیر ہے جن کا حوالہ رسول مقبول رحمۃ اللہ علیہ کی نعت ہے۔

پیر محمد زبیرانی ان شعرا میں صف اول میں ہیں کہ ریڈیو اور ٹیلی وژن سے ان کی نعتیں ہمیشہ سامع نواز ہوتی رہی ہیں۔

”تیرا مطہر و طیب نام در دوزبان ہے یہی دل ناتواں کے لیے راحت و آرام ہے میں دردِ جبین سائی کرتا فریاد کرتا ہوں پیارے محمد صلی اللہ علیہ وسلم میری درخواست سن لے۔“

ملک محمد رمضان کی نعت دلوں کو گرماتی ہے۔

”آپ کا اسم مبارک اسم اعظم سے کم نہیں جو ہر دکھ کی دوا ہے۔ میرے آقا ہم گناہگار ہیں حد سے گزرے ہوئے ہمیں آپ ہی کا آسرا ہے۔“

ابراہیم عابد کہتے ہیں:-

اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ خدا کے ناز بردار پیغمبر ہیں تمام انبیاء مرسلین سے آپ کا درجہ بلند ہے۔“

عبد الغفور احسن کی نعت نقطہ قرآنی سے اخذ ہے:-

”اگر محمد مصطفیٰ نہ ہوتے تو یہ جہاں بھی نہ ہوتا یہی نکتہ قرآن نے مجھ کو سمجھایا ہے“

حاجی فقیر محمد عزیز:-

”دونوں جہانوں کا سرور رسول پاک ہے شافع روز جزا وہی صاحب لولاک ہے صلی اللہ علیہ وسلم“

پروفیسر غنی پرواز سرور کو نین کی مدحت اس طرح کرتے ہیں:-

”میری زبان پر محمد مصطفیٰ ﷺ کا ورد ہمیشہ رہے۔ محمد یا رسول اللہ کی تسبیح سے میرے دل کو قرار آتا ہے۔ اور مبارک قاضی پر ہر دکھ ہر درد ہر مشکل کا چارہ نبی خیر الوری ﷺ کے نام محترم کو قرار دیتے ہیں:-

ہر درد کی دوا رسول خدا ہر غم کا چارہ نام مصطفیٰ  
مجھے کچھ چراغوں کی حاجت نہیں میرے دل میں فروزاں رسول خدا  
حاجی مومن بزدار کی شاعری کا سارا سرمایہ سرور انبیاء کی نعت ہے۔ وہ جس خشوع و خضوع سے نعتیہ  
کلام منظوم کرتے ہیں کسی اور صنف کی طرف اتنی توجہ نہیں دیتے۔

”گناہ بی شمار ہیں میں حیران دل مغموم اور پریشان مجھ کو صرف آپ کے نام کا ورد آتا ہے۔ مومن  
غمزدہ ہے گناہوں میں فرق و مبتلا ہے سہارا صرف آپ کا ہے یا محمد مصطفیٰ ﷺ“  
اشیر عبدالقادر شاہوانی:-

نبی آخر زمان اس دنیا میں تشریف لائے دنیا نے ظلمتوں کے پردے سے نکل کر سکھ کا سانس لیا۔ یہ  
گویا رحمت کی روح پرور بہارت تھی جو درگاہ خداوندی سے عطا ہوئی ہم لا تعداد درد و سلام پیش کرتے ہیں۔ انور  
آسیا آبادی معراج نبی ﷺ کے ذکر میں ملائکہ کی طرح خود بھی شاداں ہیں۔

”ملائکہ خوشیاں منا کر استقبال کے لیے بڑھ رہے ہیں کہ محمد مصطفیٰ ﷺ تشریف لاتے ہیں خدا کی  
رحمتوں اور بخششوں کی نوید ساتھ لیے تشریف لا رہے ہیں محمد مصطفیٰ تشریف لاتے ہیں۔“

صبا دشتیاری، ابراہیم ابرار، فضل خالق، نذیر احمد صوفی، اسحاق ساجد بزدار، احمد جگر اور بہت سے دیگر  
بلوچ شعرا کی صف میں راقم نے بھی سرور کو نین ﷺ کی بارگاہ رحمت پناہ میں ہدیہ نعت پیش کیا ہے اس آس پر  
کہ شرف قبولیت حاصل ہوگی:-

”کسی میں یہ وصف کہاں کہ آپ کی طرح زینہ عظمت سر کرے  
آپ ہی وہ اولین انسان ہیں رسول عربی  
آپ کے اخلاق نے ایک جہان کو تابع بنایا اسکی مثال ملنا مشکل ہے  
آپ کے اخلاق کی شہادت قرآن مجید ہے۔“

”مہربان ہے ہمارا نبی درگفتار ہمارا نبی زمان و مکان کا فخر ہمارا نبی  
 آپ نے امت کو صراطِ مستقیم سے آشنا فرمایا۔ ہمیں قرآن مجید کا تحفہ دیا  
 آپ کو ستائشِ زیبا ہے ہمیں دعا سے واسطہ ہے  
 ہمیں اس سے بڑھ کر نوید اور کیا ہو کہ آپ کی امت میں ہیں“

میں خیال کرتا ہوں کہ باوجود اختصار کے میری گفتگو طوالت اختیار کر چکی ہے میں چند ضروری  
 جملوں کے بعد اپنی گزارشات کھل کر لوں گا۔ اس مقالے کی تیاری میں بلوچی کی مختلف کتابوں کے علاوہ بیشتر  
 مواد استاد محترم جناب ڈاکٹر انعام الحق کوثر صاحب کی کتاب ”سرور کونین کی مہک بلوچستان“ سے بھد شکر یہ لیا  
 ہے بلکہ یہ اعتراف میرے لیے باعثِ عزت و سعادت ہے کہ مجھ ناچیز کو ایسے باوقار دینی اجتماعات تک پہنچانے  
 اور متعارف کرانے میں ان کی تعصب سے پاک محبت اور ادب دوستی کا ثبوت ہے ان کو بلوچستان، اس کی تاریخ  
 ، ثقافت، ادب سے جیسی محبت ہے۔ وہ ان کی بیشمار تصانیف اور محبت بھرے تذکروں سے ظاہر ہوتا ہے جسکے  
 لیے اہل بلوچستان ہمیشہ ان کے جذبات و خدمات کو شعلِ راہ بنا کر یاد رکھیں گے۔

چو غلام آقاہم ہمہ ذآفتاب گویم  
 نہ شبیم نہ شب پرستم کہ حدیث خواب گویم





## کشمیری ادبیات کا اسلامی پہلو

ڈاکٹر سید محمد یوسف بخاری

یہ بات یہ حقیقت بحث طلب ہے کہ ادب کس مرتبہ کردہ تحریر کو کہا جائے۔ اس سلسلے میں مختلف نظریات سامنے آئے ہیں۔ کچھ نفیس لوگوں کا یہ کہنا ہے کہ ادب کسی چیز سے متعلق دل کو موہ لینے والے اظہار کو کہیں گے اور یہی خوش کن انداز جو ادیب دلوں پر حکمرانی کرے ادب کہلائے گا، ایسے ادب میں ہمیں پیار ملتا ہے۔ زندگی کی حقیقتیں دلکش پیرائے میں ملتی ہیں۔ اس لحاظ سے ادب ادبا، کے احساس اور تجربے کی نمائندگی کرتا ہے۔ ادیب ایسے اظہار سے آخر کار داخلی دنیا سے آگاہ کرتا ہے اور یہ صورت انسان کو رومانویت کی دنیا میں رچا بسا کردہ ذہنی اور دلی مسرت سے نوازتی ہے۔ اس میں اگر حسن ہے تو اس بات میں ہے کہ یہ کلام ادیب کس طرح محسوس کرتا ہے اور اس میں کیا وجدانی کیفیت ہے۔ اس قسم کا نمائندہ کلام ہمیں حقیقت پسندی کی طرف لے جاتا ہے۔ جس میں ایک شے اور تجربہ بڑی اہمیت کا حامل بنتا ہے۔ اس میں قاری اور سمیع جانتین اتھو اس یا ایک میل ملاپ حاصل کرتے ہیں۔ ایسے ادب میں ایسی عظیم کاوشیں ہی ادب کی دلالت کرتی ہیں۔ یہ بھی ایک سچائی سمجھی جاتی ہے کہ ادب کی تخلیق میں خود زبان کا اہم کردار ہے۔ پس وہ ایک ادب جو تجربات سے مزین کرتا ہے ایک شدی ادب ہے اور جو خیال اور خبر سے آگاہ کرتا ہے، بڑا ادب ہے۔ ادیب جو بھی تجربہ کرے وہی ادب کہلائے گا اور تجربہ ہی ادب کا جوہر اور اس کی روح ہے۔ پس جہاں جہاں زندگی رواں دواں ہے وہاں تجربہ اور ادب کی بالیدگی کے روشن امکانات ہیں، تجربہ ذہنی اور رومانوی دونوں حیثیت سے اہم ہے۔ اس سلسلے میں جو کارآمد اور بصیرت افروز چیز ہے وہ ”لفظ“ ہے۔ لفظ جو علامت بن کر ہماری روزمرہ زندگی کا امین ہے۔ پس ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ الفاظ جمالیاتی قالب میں ڈھل کر منظر اور مصفا تحریر کی صورت اختیار کرتے ہیں جس میں نثر اور نظم دونوں شامل ہیں۔

ہم اب اسلامی علم و ادب پر ایک محققانہ طائرانہ نظر ڈالتے ہیں۔ ڈاکٹر نوادین زین لکھتے ہیں:

”غیر زبانوں سے کتابوں کا ترجمہ کرانے کا وسیع کام ایک ایسا مظہر ہے۔ کہ عملی یا نظری فائدہ محض کا

محرمک اس کی توجیہ کے لئے کافی نہیں۔ بلکہ ضروری ہے کہ علم کے بارے میں خود دین اسلام کے موقف کو بھی سمجھا جائے۔ اور یہی موقف بہت بڑا محرمک تھا نہ صرف زندگی کے دینی پہلو کے لئے بلکہ انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں کے لئے۔ اسلام کا یہی موقف علوم کی جستجو اور انسانی دانش تک رسائی کے دروازوں کو کھولنے کے لئے سب سے بڑا محرمک تھا۔ اگر یہ نہ ہوتا تو ترجمے کا کام صرف عملی زندگی کی بعض ضروری اشیاء تک محدود رہتا۔

میں یہاں اجمالاً اس بات کا اعادہ کرنا چاہوں گا۔ کہ اجنبی علوم کا مرحلہ، تاثر کے اعتبار سے ظہور اسلام کے بعد تھوڑی سی مدت میں شروع ہو چکا تھا۔ اس کا پہلی صدی ہجری میں بعض کتب کے ترجمے کی وساطت سے اصحاب علوم سے رابطہ تھا۔ اس کی حقیقت وہ نہیں جو بعض مورخین خیال کرتے ہیں یعنی یہ کہ یہ مرحلہ دوسری صدی ہجری کے وسط کے بعد، خلافت عباسیہ کے آغاز کے ساتھ، اور دوسری صدی کے انجام اور تیسری صدی کے آغاز کے موڑ پر خلیفہ مامون کے قائم کردہ ”بیت الحکمہ“ کی تاسیس کے بعد پیش آیا۔ اسلام کی فکری تاریخ میں اس ”بیت الحکمہ“ کی اہمیت میں مبالغے سے کام لیا جاتا رہا ہے۔ اور اس کی حیثیت کو بالکل غلط انداز میں سمجھا گیا ہے۔

استفادے کا معاملہ۔۔۔ جس کا آغاز بہت ابتدائی زمانے میں ہوا۔ اور جو حیرت خیز تیزی سے ترقی کرتے ہوئے استفادہ سے تھلید تک جا پہنچا۔ تیسری صدی ہجری کے اوسط سے اختراع و تازہ کاری کے مرحلے میں داخل ہو گیا۔“ (۱)

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اسلام نے یونان، چین، اسپین سے اپنے علوم کا استفادہ کیا اس طرح جب اسلامی علوم کا جائزہ لیتے ہیں تو ہماری عقل حیران رہ جاتی ہے کہ تمام علوم، جس میں علم فقہ، تاریخ، طب، علم کیمیا، ریاضیات، فلکیات، آثار و علویہ Meteorology میں کس طرح ان علوم کو بام عروج سے لے کر ہمدوش ثریا کر دیا۔

ریاضیات کے بارے میں ہم کہہ سکتے ہیں الماہانی نے تیسری صدی کے وسط میں کوشش کی کہ تیسرے درجے کی مساوات کا عددی حل تلاش کرے۔ اسی طرح رازی، ابو بکر، محمد بن زکریا نے طب اور بصریات کے میدان میں اقلیدس اور جالینوس کے اس قول کو رد کیا کہ اشیاء کے دکھائی دینے کا عمل بینائی کی آنکھ سے نکل کر اشیاء کی طرف جانے سے عبارت ہے۔

ڈاکٹر فواد یزید گین لکھتے ہیں:

حقیقت یہ ہے کہ مسلمان علماء نے اپنے پیش روؤں سے اخذ و استفادہ کیا اور پہلی تین ہجری صدیوں میں وہ اخذ و استفادہ پر مجبور تھے۔ انہوں نے یونانیوں سے، ہندوؤں سے، ایرانیوں سے استفادہ کیا اور ان سب اقوام کی کتابوں کا ترجمہ کیا۔ (۲)

چوتھی صدی ہجری میں ابوالقاسم الزہراوی کے ہاں پتہ چلتا ہے کہ وہ جوزوں کی سوزش اور ریزھ کی ہڈی کی دق پر عملاً توجہ دیتا ہے۔ اسی طرح پانچویں صدی ہجری میں عبدالمالک ابن زہرہ وضاحت کے ساتھ ان اورام سے واقفیت رکھتا ہے جو سینے کو تقسیم کرنے والے پرکولاحق ہوتے ہیں اور اسی طرح معدہ کے سرطان کی وضاحت کرتا ہے۔ غیاث الدین الکاشی نے آٹھویں صدی ہجری میں عدد ادم (Irrational no.) کی قیمت دریافت کی۔ غرضیکہ اس طرح میرا موضوع ہرگز یہ نہیں کہ فی الوقت میں اسلامی علماء کے کارنامے گنواؤں اور اس بات پر اپنے بھائیوں کو یہ کہوں کہ سب کچھ ہم نے کیا ہے، نہیں بہت کچھ کرنے کے بعد اب صرف اپنے اسلاف کے کارنامے گنوا کر خود ہاتھ پہ ہاتھ دھرے بیٹھے رہیں، اور صرف مذہب کی فرعی بات پر بڑے بڑے فتنوں اور فسادوں کو برپا کریں۔

میرا موضوع ”کشمیری ادبیات کا اسلامی پہلو“ ہے۔ ہم یہاں تک یہ بات باور کرانے کی کوشش کر رہے ہیں کہ ادبیات اور وہ بھی اسلام کے حوالے سے کیا ہے؟ اس سلسلے میں علامہ شبلی نعمانی کی وضاحت یہاں مطلوب ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

”علم کلام، اگرچہ ایک مدت سے ایک مخلوط مجموعہ مسائل کا نام ہے لیکن حقیقت میں اس کی دو جداگانہ قسمیں ہیں اور دونوں کے مقاصد بالکل جدا ہیں۔ ایک علم کلام وہ ہے جو خاص اسلامیہ فرقوں کے باہمی جھگڑوں سے پیدا ہوا۔ یہ ایک مدت تک بڑی وسعت کے ساتھ پھیلتا گیا اور اس کی بدولت بڑے بڑے ہنگامے اور معرکہ آرائیاں ہوتی رہیں۔ اس میں صرف قلم سے نہیں بلکہ تلوار سے بھی کام لیا گیا اور اسلام کی ملکی طاقت کو اس سے بڑا صدمہ پہنچا۔

دوسرا علم کلام وہ تھا جو فلسفہ کے مقابلے کے لئے ایجاد ہوا، امام غزالی کے زمانہ تک دونوں بالکل الگ الگ رہے۔ امام غزالی نے اختلاف کی بناؤالی، امام رازی نے ترقی دی اور متاخرین نے اس قدر غلط بحث کر دیا کہ فلسفہ، کلام، اصول، عقائد سب گدگد ہو کر ایک عجیب مرکب بن گیا۔

مسلمانوں کی موجودہ حالت کا یہ تقاضا نہیں کہ پہلی قسم کا علم کلام جس کی ہم کو تاریخ لکھنی مقصود ہے

اور جس کے نمونہ پر نیا علم کلام مرتب کرنا ہے۔ اس کے متعلق بہت سی باتیں پہلی ہی قسم کی علم کلام کی تاریخ جاننے پر موقوف ہیں۔ اس لیے اس کا ایک جملہ خاکہ کھینچنا بہت ضروری ہے۔ اسلام جب تک عرب میں محدود رہا عقائد کے متعلق کسی قسم کی کدوکاش، چھان بین، بحث و نزاع پیدا نہیں ہوئی جس کی وجہ یہ تھی کہ عرب کا اصلی مذاق تخیل نہیں بلکہ عمل تھا۔ یہی وجہ ہے کہ نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج یعنی عملی امور کے متعلق ابتدا ہی سے تحقیقات اور تدقیقات شروع ہو گئی تھیں۔ یہاں تک کہ صحابہؓ ہی کے زمانہ میں فقہ کا ایک مجموعہ تیار ہو گیا تھا لیکن جو باتیں اعتقاد اور ایمان سے تعلق رکھتی تھیں ان کے متعلق زیادہ عرق ریزی اور نکتہ چینی نہیں کی گئی بلکہ اجمالی عقیدہ کافی سمجھا گیا۔ (۳)

علم الکلام کے سلسلے میں بے شمار کتابیں لکھی گئیں۔ کچھ کا ذکر کرنا مناسب سمجھتا ہوں تاکہ یہ واضح ہو سکے کہ ہمارا ماضی کیا ہے۔ حال میں ہم کیا کر رہے ہیں؟  
تفصیل حسب ذیل ہے:

نام مصنف	نام کتاب
امام ابو الحسن اشعری	مقالات الاسلامیین
ابوالمظفر طاہر بن محمد اسفرائینی	ملل و نحل
قاضی ابوبکر محمد بن الطیب باقلانی المتوفی 403ھ	ملل و نحل
ابومنصور عبدالقاہر بن طاہر بغدادی المتوفی 421ھ	ملل و نحل
امام غزالی	تہافت الفلاسفہ
امام غزالی	الفرقۃ بین الاسلام والزندقہ
امام غزالی	مشکوٰۃ الانوار
امام ابومنصور ماتریدی	تاویلات القرآن
امام غزالی	المقصد الاقصی
امام غزالی	القطاس المستقیم
امام غزالی	الاقتصاد فی الاعتقاد
امام غزالی	معارض القدس

امام غزالی	جواہر القرآن
امام غزالی	معتقد من الضلال
امام غزالی	الفتح والتوسیة
امام رازی۔ یہ امام رازی کی سب سے اخیر تصنیف ہے	مطالب عالیہ
امام رازی۔ یہ امام رازی کی سب سے اخیر تصنیف ہے	نہایہ العقول
امام رازی۔ یہ امام رازی کی سب سے اخیر تصنیف ہے	اربعین فی اصول الدین
امام رازی۔ یہ امام رازی کی سب سے اخیر تصنیف ہے	مباحث مشرفیہ
شیخ شہاب الدین مقبول	حکمتہ الاشراف
شیخ شہاب الدین مقبول	ہیاکل النور
ابن تیمیہ	الکلام علی المحصل
ابن تیمیہ	رو منطق
علامہ تفتازانی	شرح مقاصد
قاضی عضد وسید شریف	شرح مواقف
قاضی عضد وسید شریف	صحائف
ابن قیم (۴)	کتاب الروح

مذہب کے بارے میں یہ ایک حقیقت ہے کہ ہر انسان کی شخصی تکمیل اور تہذیب صرف مذہب ہی سے ہوتی ہے اس لئے ہم نے کتابوں کے حوالے دیئے تاکہ اندازہ لگایا جاسکے کہ مذہب کے فروغ کے لیے یا مذہبی فرائض کی انجام دہی کے لیے میلان مذہب ایک فطری جذبہ ہے۔

خدا کا اعتراف، لازمہ انسانی تھا۔ اس لیے سب فرقوں میں مشترک رہا اور اس میں کسی قوم اور کسی فرقہ کی تخصیص نہیں لیکن یہ معاملات کہ خدا کے کیا اوصاف ہیں، کس طرح کی عبادات فرض اور کیوں فرض ہیں۔ معاد کی کیا حقیقت ہے۔ جزا اور سزا سے کیا غرض ہے۔ مسلمان دفناتے اور ہندو جلاتے ہیں، پس ہندو مردے کی جزا اور سزا کا پیمانہ کیا ہے، نبوت کیا ہے؟ جب ان سوالات کے جواب یکساں نہیں ہیں تو مختلف فرقوں کے میل جول نے ہر مذہب کے پجاری کوخصمے میں ڈال دیا ہے۔ اس طرح قریہ قریہ جا بجا تفرقات کا

باعث بنے۔ دراصل اس کے لیے آزادی جیسی لازوال دولت کا فقدان رہا، آزادی کی عدم موجودگی میں نہ تو کوئی رائے پہنچتی ہے اور نہ ہی مذہب کا تصور دل میں جگہ حاصل کرتا ہے۔ رسل لکھتے ہیں:

Freedom in its most abstract sense means the absence of external obstacles to the realization of desires. Taken in this abstract sense, freedom may be increased either by maximizing power or by minimizing wants. An insect which lives for a few days and then dies of cold may have perfect freedom according to the definition, since the cold may alter its desires, so that there is no moment when it wishes to achieve the impossible. Among human beings, also, this.(5)

”عالم اسلام کا یہی تصور ہے کہ اسلام ایک آزاد ماحول اور صلحاء کی سرپرستی میں پروان چڑھتا رہا ہے۔ عالم اسلام کے عظیم مفکر، فقیہ، ڈاکٹر ظہور احمد صاحب اس رائے کی توثیق کرتے ہیں۔ آپ کی رائے بھی نہایت مدلل، بے لاگ تاپا ہوتی ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

اسلام کی فطرت میں قدرت نے لپک دی ہے  
اتنا ہی یہ ابھرے گا جتنا کہ دباو گے

”اس کی وجہ یہ ہے کہ اسلام سر تاپا ایک آزاد اور خود مختار مذہب ہے۔ یہ کسی کی مدد کا نہیں، بلکہ لوگ اس کی مدد کے محتاج ہیں۔ اس کی یہ فطرت اسے دوسرے مذاہب سے مختلف اور ممتاز بناتی ہے۔ اس کا تیر تاپاں اس وقت نصف اتھار پر پہنچتا ہے جب اسے دبانے اور اور مٹانے کی کوششیں کی جاتی ہیں۔ اس کی تاریخ کی ابتداء واقعہ ہجرت سے ہوتی ہے جو بجائے خود مظلومیت اور بے کسی و بے بسی کی مظہر ہے“ (۶)

اسلام میں ظاہر داری نہیں ہے۔ انما الاعمال بالنیات۔ کشمیری زبان میں نور الدین ریشی بھی یہی بات کچھ اس طرح کہتے ہیں:

صاحب چھ وچھان قیلین تہ قالن

صاحب چھ وچھان دل کین حالن

اللہ کی بارگاہ میں کون اچھا اور کون برا یہ وہی جانے، وہی نیتوں کا مالک ہے۔ اس طرح اسلام نے

غیر جانبداریت وغیرہ کے بارے میں بہت کچھ لکھا ہے۔ فیاض اے سبک لکھتے ہیں:

When it comes to judging the degree or the quality of the religious devotion of different Muslim leaders, I must plead incompetence. I do not feel qualified to judge whether the non-neutralist shah of Iran is more , or less devout than the neutralist king of Afghanistan , or which of the two soldier-statesmen who preside over the destinies of non-neutralist Pakistan and neutralist Sudan is the "better Muslim".

As for the potentially more relevant question- namely, whether or not the two groups of rulers entertain different concepts of the role of Islam in national and international affairs, which may account for their pursuit of opposite foreign policies—the evidence decidedly points to a negative answer. For the clear-cut division of Muslim rulers into neutralists and non-neutralists does not neatly correspond to their division into secularists and nonsecularists. Nor does there appear to be any correlation between "secularism" on the domestic level and "secularism" on the international level, even as far as the same person is concerned . King Hasan of Morocco and Idris of Libya are separated in foreign policy by the fence that divides

neutralists from non-neutralists; but they are closer to one another in thier vision of islamic polity than is King Hasan to his neighbours and fellow-neutralists.(7)

کشمیری ادبیات کے اسلامی پہلو پر روشنی ڈالنے سے قبل ادب کی تعریف، اسلامی ادب کا پس منظر اور سنہرے ادوار کا ذکر کیا گیا۔ رسل اور جناب ڈاکٹر ظہور احمد اظہر اور دوسرے مفکرین کی رائے پیش کی گئی۔ اب کشمیر میں اسلامی ادب پر تبصرہ کرنے سے پہلے کشمیر میں ماقبل اسلام حالات کا ذکر ضروری ہے۔ بی این کلہ ر قنطر از ہے:

کشمیر اندر روزن والی چھترے قدیم ترین قبیلہ ناگ پشچاچتہ یا کھشا، ایم آے نگر موہنزاہ در دستانہ کیوپیو علاقو پٹھ۔ یہ چھ ساز تواریحک ابتدائی دور ادست۔ یہند پرتھقیلہ بوس ناگن تہ ذلن زد کچھ یمن قدیم باشندن پنے جنگل صاف کرنی تہ سر پھن ستی لدن۔ ایم آسی تن سر پھرن ثان، اوے ژائیم یہند بن مابو، دن ہندس وانکس منزماہ پتہ آے آریایی قبیلہ ییوٹنی رسم رواج وادی منزعام کری ناگوکر یمن ڈنٹھ مخالفہ۔

قدیم لٹریچر میں چھ کشمیر گاندربک اکھ حصہ تہ آسی اکھ تمدنی یا سیاسی کلیت (دحدتھ)؛ یکو و نٹھ، یہ اوس ائنت نگہ پٹھ پیشوور تام پھہلتھ تہ نیکیلا اوس امیک مرکز۔ گاندربس پٹھ اوس بدھ متہ کہ عور دہ، بروٹھ ناگن ہند تمدنی کیو سیاسی قبضہ۔ پران ریوا تین کن تراوتھ چھ وازیاہ تھتی عبادتھ گزار عالم (ریشی) ایم ناگ زاٹھ ہندی آسی، کیل یس مادی فلسفک یا سا کچھ درشنک بانی کار چھ، اوس گوترے، پنجلی یی ”پر مارتھاسار“ تصنیف کرتہ اوس ناگوشرے تھتھ کئی ناگ ارجن ناگابدھی تہ چھ ناگ ذاکٹھ ہندی اسی متی“۔ (8)

بی این کلہ لکھتے ہیں کشمیر میں رہنے والے تین قدیم قبیلے ہیں۔ یہ ناگ پشچاچ اور یا کھشا ہیں۔ یہ نگر اور در دستان کے دوسرے علاقوں سے یہاں وارد ہوئے۔ یہ ہماری تاریخ کی ابتدا ہے۔ یہ لوگ چشموں اور جمیلوں پر آباد تھے۔ اس کے بعد یہاں آریا داخل ہوئے۔ ان لوگوں نے اپنے رسم و رواج کشمیر میں عام کر دیئے۔ ناگاؤں نے ان کی ڈٹ کر مخالفت کی۔

قدیم لٹریچر میں کشمیر گندھارا کا حصہ رہا ہے اور یہ ریاست ائنت ناگ سے پشاور تک پھیلا ہوا تھا۔ اس کا مرکز نیکیلا تھا۔ بدھ مت کے عروج سے قبل اس علاقے پر ناگاؤں کا قبضہ تھا۔ اس بات سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ مادی فلسفہ کے بانی کیل اسی طرح روس گوترے پنجلی جس نے پر مارتھاسار تصنیف پیش کی اور ناگ ارجن ناگابدھی بھی ناگ قبیلے سے تعلق رکھتے تھے۔ اس بیان سے ہمیں پتہ چلا ہے کہ ناگاؤں کے بعد بدھ

مذہب کے لوگ کشمیر پر حکمران تھے۔

ویسے لسانیاتی تواریخ سے ہمیں یہ پتہ چلتا ہے کہ تورانی نسل آباد تھی۔ اس نسل میں نیگراؤ، آسٹریک لوگ تھے۔ اس کے بعد آریہ جب یہاں وارد ہوئے تو مختلف نسلوں اور ذراتوں کے اثرات بدھ مت پر چھائے رہے۔ اب ویدک دھرم کے لوگ حکمران ہوئے اس طرح اگرچہ کشمیر کی ابتدائی تاریخ بڑی حد تک اندھیرے میں ڈوبی ہوئی ہے۔ تاہم بعض یقینی و مستند حقائق ہم متعین کر سکتے ہیں۔ کشمیر میں مور یہ خاندان، کشان خاندان، صن، کارکوٹ خاندان، للتاوت اوننی ورمین وغیرہ ہندو راجہ حکومت کرتے رہے۔ چودھویں صدی کے آغاز میں ہرچیز ہندو ریاست کے زوال کی نشاندہی کر رہی تھی۔ ۱۳۲۰ء میں زولچی کی قیادت میں منگولوں کے حملے نے اس افسانے کو غلط ثابت کر دیا کہ کشمیر ناقابل تغیر ہے۔ ہندو من حیث القوم سماجی، ثقافتی اور انتظامی لحاظ سے اس قدر بدل اور کمزور ہو گئے تھے۔ وہ ہر اس آدی کو قبول کرنے کو تیار تھے جو تخت پر قبضہ کر کے ان کا راجہ بن جائے۔ چنانچہ ہندو معاشرے کے روبرو زوال ہونے کے سلسلے میں ہندوؤں کے رسم و رواج موجودات عظمیٰ و حسی کی نسبت ہندوؤں کے اعتقاد، جنت و جہنم کا بیان، دنیا سے نجات پانے کی کیفیت اور اس راستہ کا بیان، وید پران اور ہندوؤں کی دینی کتابوں کے بیان میں۔ غیر برہمنوں کے ساتھ برہمن کا سلوک پرانوں کے مطابق سات دیپوں کا تفصیلی بیان، غرض اس طرح بہت ساری باتیں تھیں جن کی وجہ سے ہندو دھرم انتشار کا شکار بنا۔ اس کے علاوہ ششکرت زبان جو غیر برہمنوں کے لیے شجر ممنوعہ رہی۔ صابر آفاقی لکھتے ہیں:

”مجملہ ان کے ایک سبب یہ ہے کہ ہندو قوم ہم لوگوں سے ان تمام چیزوں میں جو قوموں کے درمیان مشترک ہوتی ہیں، مغایر ہیں، اور مغایرت کے اسباب میں سب سے پہلی چیز زبان ہے۔ گوزبان کی مغایرت میں دوسری قومیں بھی اسی طرح باہم مغایر ہیں۔ کوئی شخص جو مغایرت رفع کرنے کے لیے یہ زبان حاصل کرنا چاہے آسانی سے نہیں کر سکتا۔ وجہ یہ کہ وہ بجائے خود ایک لمبی چوڑی زبان ہے جس میں عربی کی طرح ایک ہی مفہوم کے واسطے متعدد مقنضب (یعنی ایسا لفظ جو ابتداء کسی معنی کے لیے وضع کیا گیا ہے۔) اور مشتق (یعنی جو کسی دوسرے لفظ سے کچھ تصرف کر کے بنا لیا گیا ہے) نام ہیں۔“ (۹)

بہر حال آریاؤں کی آمد کے بعد اور ہندو حکمرانوں کی بے ضابطگی سے کشمیری ادبیات میں اسلامی پہلو یا پہلی اسلامی حکومت کا قیام وجود میں آتا ہے۔ اس بات کو مختلف تاریخ نویسوں نے مختلف زاویوں سے پیش کیا ہے۔ صابر آفاقی ہی لکھتے ہیں:

”ملک میں نظم و نسق قائم کرنے کے بعد بھی پانچن اپنے تئیں محفوظ نہیں سمجھتا تھا۔ یوں لگتا ہے کہ وہ تہمت دور کرنے کے لیے بے چین تھا کہ اس نے دھوکے سے حکومت حاصل کی ہے اس لیے اس نے کوشش کی کہ وہ ملک اور رعیت کے ساتھ ہم آہنگی پیدا کرے، انہیں سمجھے اور ان کے رسم و رواج اور روایت کی پیروی انہی کے ایک فرد کی طرح کرے۔ شروع شروع میں اس نے شیو پرستی کے مسلک کو اپنانے کی خواہش ظاہر کی اس لیے کہ یہ ہندو مذہب کی مقبول ترین شکل تھی۔ گمان غالب یہ ہے کہ اس نے اپنے تئیں سیاسی اور مذہبی لحاظ سے طاقتور بنانا چاہا ہوگا۔ وہ دیوسوامی کے پاس جوشیو پرستوں کا بڑا گروہ تھا، گیا اور التجا کی کہ وہ اپنے پجاریوں میں اسے بھی داخل کر لے۔ دیوسوامی بڑا سرکش اور مغرور آدمی تھا۔ اس نے حقارت سے رنجن کی التجا کو ٹھکرا دیا۔ بھٹہ ہونے کی وجہ سے وہ پوری قوت فہم و ادراک نہ رکھتا تھا۔“ (۱۰)

ہم نے اس بات کا ذکر کیا ہے کہ ناگ ثقافت بدھ دھرم اور اس کے بعد آریاؤں کی آمد سے اسلامی کلچر یا اسلامی ادب کا چل چلاؤ ہوتا ہے۔ اس سے قبل ہندو دھرم میں رخنہ اندازی شروع ہو گئی تھی۔ وہ سمجھتے تھے کہ اسلام ایک ایسا مذہب ہے جس کی بنیادیں مضبوط ستونوں اور اصولوں پر کھڑی ہیں۔ چنانچہ وحدت الوجود اور وحدت الشہود کے رنگ میں ہندو فلاسفر یا علمائے ایک مسلک کی بنیاد ڈالی۔

دراصل کشمیری ادبیات کا اسلامی پہلو باضابطہ شواہم کے بعد ہی شروع ہوتا ہے۔ شواہم میں توحید تو ہے لیکن اسلامی ادب کا نظہور باضابطہ شواہم کے عروج اور وید کے کلام سے ہوتا ہے۔ اس کا بنیادی عنصر اسلامی تصوف ہے۔

اسلام آٹھویں صدی ہجری سے کشمیر میں پھیلنا شروع ہوا تھا۔ مسلمان رعایا کو کچھ سمجھا جاتا تھا۔ کچھ محمود غزنوی کے حملوں نے مسلمانوں کا اثر و نفوذ بڑھا دیا۔ کچھ جب محمد غوری پر تقوی راج کو شکست دیتا ہے اور ہندوستان پر قابض ہو جاتا ہے۔ اس سے مسلمانوں کا اثر و رسوخ کافی بڑھ جاتا ہے، ہر فرد اس قدر اسلام کا قائل ہو جاتا ہے کہ اپنے مذہب کے لوگ بیچ ناموں سے اسے پکارنے لگتے ہیں۔ اس دوران ہندو مذہب اور بدھ مذہب کے لوگ آپس میں برسرس پیکار ہو جاتے ہیں جس سے عام لوگ برداشتہ خاطر ہو جاتے ہیں۔ آخر میں لالہ رخ سے ایک بدھ شہزادہ یہاں تخت نشین ہوتا ہے جس کا نام رشیمن تھا۔ ۱۳۲۵ء میں رنجو عرف رشیمن اسلامی نام صدر الدین، حضرت بلال شاہ صاحب سے مشرف بہ اسلام ہوئے۔ کشمیر میں اسلامی حکومت کی بنیاد یہاں سے پڑتی ہے۔ نویں صدی عیسوی میں اسلام باضابطہ پھیلنا شروع ہوا تھا اور اسلام کی برادری، برابری یگانگت

کی تعلیم نے غیر مسلموں کے دلوں میں بہت بڑا مقام حاصل کیا تھا۔ ذات پات کے بندھنوں میں سسکتے ہندو اور بدھ مذہب کے پیرو اسلام کی رواداری اور اخوت کو دیکھ کر جوق در جوق مشرف بہ اسلام ہونے لگے۔

اسلام پھیلنے کے ساتھ ساتھ ایرانی تصوف نے بھی آہستہ آہستہ رنگ جمانا شروع کیا۔ چنانچہ بھنو گیتا نے جو مسلک تصوف شوقی پیش کیا تھا اس کو اور ایرانی تصوف میں پناہ مل گئی۔ بدھ مذہب نے ضبط نفس اور عملی کردار کا بیج بویا تھا ان دونوں چیزوں کا اثر کشمیری صوفیاء کے اندر رچ گیا تھا کہ لاکھ صحیح اسلامی سلاسل اصفیاء سے وہ منسلک رہے مگر وہ لغزش دور نہ ہو سکی۔ ایرانی تصوف پہلے پہلے کشمیر میں وحدت الوجود کی صورت میں داخل ہوا اور یہ فلسفہ یہاں کے مقامی تصوف کے عین مطابق تھا۔ اس لئے عام انسان کو اسلام آنے سے کسی بڑے ذہنی انقلاب کا احساس نہ ہوا۔ چنانچہ جب وحدت الوجود ایرانی تصوف کے ساتھ آیا اس میں مقامی تصوف شیومت کا عرفان نفس اور بدھ مت کا ترک لذات نفس کشی شامل ہوا۔ اب کشمیری صوفیاء نے اس ایرانی مسلک کو وہی قدیم کشمیری نام ریثیت دیا جو مدتوں سے وہ جانتے اور پہنچاتے تھے۔ اور جو ان کی تاریخی روایت سے کافی لگا کھاتا تھا۔ یہ ریثیت کشمیری نژاد صوفیاء پر بالکل فٹ بیٹھا اور ذہنوں سے مطابقت رکھتا تھا۔ خلوت نشینی، ترک لذات، نفس کشی میں یہ ریشی اپنی عظمت سمجھتے تھے۔ بہر حال ابتدا میں ان صوفیاء کی وجہ سے اسلام کو یہ فائدہ ضرور ہوا کہ ہندو مذہب کے پیروکاران کے عمل سے جو ان کے عین مطابق ہوتا تھا، کافی متاثر ہو کر اسلام قبول کرتے رہے۔ وہ اپنے ذکر اور فکر میں کوئی نئی بات نہیں دیکھتے تھے سوائے وہ جگانہ نماز کے اس میں بھی بخشش اور توبہ کے دروازے کھلے تھے۔ ان صوفیاء سے مراد بہت سے مقامی صوفی ہیں جن کا تذکرہ میں آگے چل کر کروں گا۔ یہ ریشی بنیادی طور پر کشمیری ہی تھے، اس لیے ان صوفیاء اور ایرانی یا غیر کشمیری صوفیاء کی تبلیغ میں فرق تھا۔ اسلام کا بنیادی پیغام اگرچہ ایک ہی تھا مگر طرز حیات اور طرز فکر جدا جدا تھا۔

اسی طرح عربی اور فارسی مسلک تصوف مخصوص تمدنی اور جغرافیائی لحاظ سے ایک دوسرے سے بالکل جدا گانہ ہے۔ حضرت سلطان العارفین شیخ حمزہ مخدوم کی کوشش تھی کہ صوفیوں اور ریشیوں کو ایک ہی لڑی میں پرو دیا جائے اور سلوک کی راہ اس طرح ہموار ہو کر ریشی اور صوفی کا فرق باقی نہ رہے۔

ہردی بابا جنھیں عام طور پر ریشی مول صاحب کہتے ہیں سہروردی سلسلہ کے پیروکار رہے اور اس طرح ریثیت اور تصوف کا نیا آمیزہ وجود میں آیا۔

اسی طرح بابا داؤد خاکی جو قادری اور سہروردی سلسلہ کی تربیت رکھتے تھے۔ مگر اس کے باوجود

ریشیت کے بڑے نمائندے رہے۔

ہندو تصوف (دیدانت) کا سب سے بڑا پرچارک شکر چاریہ تھا۔ اس نے کہا تھا کہ انسان کے لیے نجات حاصل کرنے کا ذریعہ بھگتی (عشق) ہے۔ ابتدا میں ان کے ہاں برہما (خدا) کے دو روپ تسلیم کیے جاتے تھے۔ اور دشنوا نمبی کی بھگتی ہوتی تھی۔ رفتہ رفتہ شیونگا ہوں سے او جھل ہوا۔ دشنو نے اہمیت حاصل کر لی۔ اس کے دو اتار رام اور یارام بھگتی کرشن بھگتی کا عام شعار ہو گیا۔ کرشن بھگتی کا چرچہ عام ہوا۔ اسی مسلک کو بھگتی کی تحریک پکارا جانے لگا۔ اس میں عشق مجازی کی راہیں کشادہ ہوئی تھیں۔ بھگت کبیر، میراں بائی، گورونانک، اس تحریک کے پرچارک تھے۔ گنگا ایک گھاٹ بہیترے، کہت کبیر عقل کے پھیرے، غرض کفر اور اسلام، رام اور رحیم، مسجد اور مندر میں کچھ فرق نہیں، ہر جگہ وہی ہے۔

بید پراناں پڑھ پڑھ تھکے  
سجدے کر دیاں گھس گئے تھے  
ناں رب تیر تھناں رب کے  
جس پایا اس نور انوار  
عشق دی نویں نویں بہار

مقصد میرا کہنے کا یہ ہے کہ ان باتوں کا کشمیر صوفیاء پر بہت اثر رہا ہے۔ کشمیر تصوف کے تین بڑے نظام یا مسلک موجود ہیں، ایجادیہ، وجودیہ، شہودیہ۔

ڈاکٹر بخاری یہاں کچھ فرقوں کے بارے میں ذکر کرتے ہیں:

”شیخ خضر سیستانی عن شاہ سکندر عن خواجہ جانی عن سید علی عن شیخ جمال عبد عن شہباز عن ابی اسحاق عن مرتضیٰ سبحانی عن شیخ احمد بن مبارک عن حضرت غوث الاعظم نور بخش۔“

کشمیر، لداخ، تبت بلتستان میں ایک فرقہ ہے جو نو بخشیہ کہلاتا ہے۔ لداخ میں ان کا شمار چالیس ہزار ہے۔ یہ لوگ سید نور بخش کو امام مہدی مانتے ہیں۔ احوط نامی ان کی مقدس کتاب ہے۔ ان کے عقائد و اعمال کسی حد تک شیعوں سے ملتے ہیں۔ اس کے بانی شمس الدین ایک ایرانی تھے۔ وہ خراسان آیا اور تقیہ کر کے اہل سنت والجماعت رہا۔ خراسان کے دربار میں رسائی حاصل کی۔ سلطان نے اس کو سفیر بنا کر کشمیر بھیجا۔ حسن شاہ بادشاہ نے اس کو تسلیم نہ کیا اور اس کی سفارت ناکام ہو گئی، واپس خراسان گیا۔ سلطان کو پتہ چلا کہ میر شمس نے تقیہ کر رکھا ہے اور شیعہ ہے۔ سلطان نے اس کو خراسان بدر کر دیا۔ میر شمس وہاں سے دوبارہ کشمیر آئے۔ واپسی پر ظاہر کیا کہ وہ شاہ قاسم انوراہن سید نور بخش کا خلیفہ ہے۔ سید نور بخش سے کشمیریوں کے ایک خاص طبقہ کو

خاص عقیدت حاصل تھی۔

سلسلہ ہمدانیہ کے ایک بزرگ بابا اسماعیل کشمیر میں تھے۔ میرٹھس نے ان کے ہاتھ پر تجدید بیعت کی۔ اس طرح کشمیر میں ان کا مرتبہ بلند ہو گیا۔ ٹھس نے ایک دن ایک کتاب احوط نام لکھ کر ایک درخت کے تنے میں چھپا دی۔ ایک سال بعد لوگوں سے کہا، مجھے خواب میں نور بخش نے کہا ہے کہ درخت کاٹ کر دیکھو۔ اس میں ان کے عقائد کی کتاب ملے گی۔ کتاب نکالی گئی اور لوگوں نے عقائد اس کے مطابق قائم کیے اور اس طرح فرقہ نور بخش نے اس کتاب کے تحت اپنا مسلک اختیار کیا۔ کشمیر کے ایک بڑے قبیلہ چک نے میرٹھس کو شیعہ تسلیم کیا ہے لیکن کتاب احوط کے بارے میں کہا ہے کہ یہ اس کی کتاب نہیں ہے۔ کسی گمراہ لحد کی ہے۔ بعض مصنفین نے ان عقائد کی اشاعت میں سید نور بخش کو شامل کیا ہے لیکن یہ درست نہیں ہے۔ کیونکہ سید نور بخش ایک مستند بزرگ کے خلیفہ اور صاحب علم تھے۔ اس کے علاوہ وہ ۸۱۹ھ میں وفات پانچے تھے۔ صاحب تاریخ فرشتہ نے لکھا ہے۔

بدخشاں میں نور بخش فرقے سے ملا ہوں میرے ہمدس رہتے ہیں، سب شریعت ظاہری سے آراستہ اور سنن نبوی سے پیراستہ فرقہ ہے۔ اہل سنت والجماعت سے متفرق فرقہ ہے۔

شجرہ نسب خاندان نور بخش

نور بخش

سید جعفر	سید قاسم
بہاؤ الدین	ٹھس الدین
قوام الدین	صفی الدین

ڈاکٹر بخاری لکھتے ہیں:

”ایک بات جو صاف عیاں ہے وہ یہ ہے کہ کشمیر میں قبل از اسلام جو مسلک مضبوط یا رائج تھا، وہ شوازم تھا۔ لیکن یہ خیال عام ہے کہ بلکہ اکثر دانشور لکھتے ہیں کہ جب اسلام نے عروج پکڑا تو غیر مسلموں نے شوازم کو اس کا نعم البدل سمجھ کر روپ دینے کی کوشش کی۔ حقیقت یہ نہیں ہے شوازم اور بدھ ازم ساتھ ساتھ چلتا رہا ہے۔“ (۱۲)

ڈاکٹر نالیکنشا (Dr. Naliakaha) لکھتا ہے:-

The Kashmirian history shows that asoka built temples both for siva and buddha and since his reign, the two faiths buddhism and sivaism flourished in kashmir side by side and even claimed at times the same persons as their devotees the unbiased Hindi mind there is not much of difference between Buddhist and Saiva doctrines. In both the systems, the highest truth or the ultimate reality is unknowable, Buddhism calling it Nirvana or Sunyata and Sivaism, particularly the pratyabhijna or the idealist school of kashmir, denoting it as Siva. Siva be explained as santa, i.e. undisturbed by birth and death, the Buddhists would have no objection to accept it as Sunyata or Nirvana. Both the systems look upon the phenomenal universe as subject to origin and decay: the caused and conditional theory of Buddhism corresponds to the reoduction and destruction cult of Sivaism, the fundamental difference between the two being the denial by Buddhism of any real individual self or an infinite self as opposed the assertion of same by Sivaism or Brahmanism generally. As regards the externals, asceticism and certain mythological and metaphysical ideas may be pointed out as the common features of the two systems. Buddhism favoured asceticism but did not look upon it as the essential means of salvation, while in sivaism, the ascetic ideals Siva is placed as compulsory every devotes for

sadhuanu"(12)

شوازم توحید کا سبق تو دیتا ہے مگر اس میں عمل کا فقدان ہے اسے ترکا ادب کہتے ہیں۔ اس کو تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ آگما شاستر، مکی علم یکتا یہ عہد سلف سے سپنڈ شاستر علم غیب تیسرا پر تجھنا یعنی علم عرفان یہ واحد لا شریک ہونے پر زور دیتا ہے۔ بنیادی فرق شوازم اور ویدانت کے سرچشمے آپشند میں جبکہ شوازم کے سرچشمے شیونا نتر ہیں۔ ویدانت اپنی سرشت کے مطابق وید کی ہیں۔ جبکہ شیوازم قبل از تاریخ اور غیر ویدک ہیں۔ شیوازم کا ظہور آٹھویں صدی میں ہوتا ہے۔ یہ داسو گپتا کے عہد میں پھلتا پھولتا ہے۔ اس کے بعد سوماندا اس کی آبیاری کرتا۔ چنانچہ پنڈت پریم ناتھ بزاز کی رائے ہے کہ ایسے کشمیری دانشوروں نے پیش کیا ہے کہ شیومت کی روشنی میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ مہانے پرکاش کی شاعری شوازم سے شروع نہیں ہوئی تے بلکہ شاعری تانتروں شاہک اور بدھ فلسفہ سے یک رنگ ہو کر ابھری ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

Soon after came Somanada, a great genius, the founder of paratyabhijna School, with his dazzling treatise the Shivadrashi. Utpaladeva whose books pratyabhijnja and Stotravali are given a place of authority on the subject lived in the tenth century. The most prolific, profound and versatile thinker on Shaivism is Abhinavagupta who was born between 950 and 960 A.D. He was a literary critic and the greatest exponent of the Shiva philosophy and has written a number of books including commentaries and many original works. His monumental production of famous Tantraloka is rightly called the encyclopaedia of the monistic idealism of Kashmir. It comprises 5800 stanzas and is divided into 37 chapters. For those who could not "enter into" the widely extensive Tantra-loka. Abhinavagupta composed Tantra Sara which, as he says,

is "composed of easy words". Another book by him is parmartha Sara, an admirable and beautiful synthesis of Sankhya and Vedanta systems of philosophy. Besides being a philosopher Abhinavagupta was a voluminous writer on several other subjects ---Dramatugy,Rhetoric and philosophy of poetry Abhinavagupta had thousands of followers among the intellectuals in the vally and there is a tradition that he ,along with twelve hundred of his disciples, walked into the Bhairva cave near Magam and was never seen again. Other important writers on Shivism were Kshemendra. Kshemraja, Jayaratha and Yogaraja.

ہم نے کشمیری مذہبی معاملات کے ابتدائی پہلو اور جہتیں پیش کی ہیں یعنی ویدک دھرم، بدھ دھرم اور شوازم کی ابتدا، یا ارتقا، تاریخ کی حدروشنی میں قارئین کے سامنے رکھی ہیں۔ ایک بات کا ذکر اسلامی تاریخ کے پہلو کو اجاگر کرنے سے پہلے ضروری ہے۔ وہ ہے ریشیت ایس ایم اقبال لکھتے ہیں:

Kashmir has been called, from ancient times, as Rishi-Bumi. The first Rishi kashyapa is said to have performed prayers and pemances due to which the vally of kashmir came into origin. "In historical times we first come across sages & savants of the highest order who lived here soon after the advent of Buddhism. The Fourth Buddhist Council was convoked by kanishka, in the last quarter of the first century A.D. Many Buddhist scholars from outside are said to have attended the deliberation among Muslim Saints, after the advent of Islam in

the 13th century A.D. Muslim Rishis, like the Babas, Saiyids are the chief preachers of Islam. But the Saiyids stand first in the hierarchy, the prominent among them being:- Dastgir Sahab , Nakshbanda Shahb, & Hamdan Sahab, Nur-du-din Sahab was primararily kashmiri, Besides, the Muslim Saint, there are a number of Pirs, Fakirs & Darveshas in kashmir. Among the Hindu saints mention may be made of Lallesvari, Rupa Bhawani, Rishipir & Swami Grata Bab. Mahaiyakak, Gopi Nath Bhagwan, Kashi Nath, Viday Dhar, sona Kak & Swami Ramju & Baba, Mirakh Shah Sahab was a Muslim Saint.

در اصل سیدوں کے بعد اگر کشمیر میں کوئی طبقہ ریشی کہلاتا ہے وہ وہ لوگ ہیں جو اپنے نفس کو مارتے ہیں۔ ساگ پان پر گزارہ کرتے ہیں۔ ترک دنیا اور لذات سے نبرد آزما ہیں ان لوگوں میں نور الدین ریشی، ریشی صاحب، ہم اس خیرات کو آگے بڑھاتے ہیں، انکار ریشی میراں ریشی، راوہ ریشی، پلاس ریشی، سورن ریشی بام الدین، پچھم ریشی، دنی ریشی، پیام الدین ریشی، روپہ ریشی، سدہ ریشی، بہر حال یہ ایک طویل فہرست ہے جنہوں نے اسلام کو قبول کیا تھا مگر مشترکہ کلچر کے خدوخال موجود تھے۔ شیخ محمد اقبال کے ہی بیان کی یہ کڑی ہے۔

The people of kashmir, both Hindus and Muslims alike have their rituals and cermonies which may differ from those of people outside kashmir, kashmiri social customes are generally connected with both marriage and death. Of course, due to the changing living conditions, these ritulas have also undergone change. The rituals of a pandat are :- kahnethar, Zarakasai, Yagnopavit, Manzirat, Divagon & Lagan. In winter kichri

Amavas & Gadhbhatta are observed. Similarly, the ritulas of a Muslim are Azan, Takbir , Sundar & Fatiha, performed on different occasions". (16)

جس طرح مذاہب کا ارتقا، کشمیر میں ہوا اسی روشنی میں کشمیری ادب بھی ترقی کرتا رہا۔ کشمیری شاعری یا نثر تو حید سے لبریز ہے۔ آپ بابانور الدین ریشی کو لیجیے۔ خولجہ حبیب اللہ نوشہری سوچہ کراں، محمود گامی نمہ صاحب، رحیم صاحب سوپوری، مقبول شاہ کراہ داری، صدیق اللہ حاجی حسن شاہ کھویہا می، شمس فقر وہاب پرے، امیر شاہ کریری، عبدالاحد نادم، عزیز اللہ حقانی، شاعر یا نثر نگار کو لیجیے۔ اسلامی روح تابندہ نظر آئے گی۔ ہم چونکہ اس مقالے کا اختصار چاہتے ہیں لہذا اطوالت میں نہیں جاتے۔

کشمیری ادب میں راقم الحروف کا نام اسلامی نقطہ نظر سے نہایت ہی روشن نظر آئے گا۔ جب سیرت پر پہلی کشمیری کتاب راقم الحروف سید محمد یوسف بخاری کی سون رسول دیکھیں گے۔ یہ صد ارقی انعام یافتہ کتاب ہے۔ اسی طرح عالم تصوف اور کشمیری پر نظر ڈالیں گے۔ جس میں اس بات پر زور دیا گیا ہے۔ کہ اصلی تصوف و اطیعو اللہ و اطیعوا الرسول واولی الامر منکم ہی ہے۔ اسی طرح ماؤتھ ڈرامہ اسلامی اخوت کا سرچشمہ ہے۔ اس کے علاوہ صوفیائے کشمیر کی تدوین اور تالیف ہے۔

مولوی صدیق اللہ حاجی صاحب اور عبدالاحد نادم نے اسلامی مسائل کی کتاب لکھی۔ اسی طرح میر واعظ کشمیر مولوی سحبی صاحب نے پارہ عم کا ترجمہ کشمیری زبان میں کیا۔ اس دور میں مشہور درویش مٹی الدین خان (نہال پورہ) نے کشمیری زبان میں قرآن مجید کا ترجمہ کیا۔ یہ نسخہ دستیاب نہیں ہو سکا ہے۔ ۱۹۴۷ء سے قبل کچھ اور کتابیں کشمیری نثر میں چھپ گئیں مثلاً کاشتر مسئلہ کتاب، شرع محمدی، کاشتر مفتی، ناز کو گامی کا نعتیہ کلام، مجور کے مرثیے، قصائد اور نعت گراں قدر سرمایہ ہے۔ غلام احمد فاضل کے نعتوں کا مجموعہ عدیم المثال کا نام ہے۔

ترقی پسند دور ایسا دور تھا جس میں لیڈران کرام کو ضرورت اس بات کی تھی کہ وہ زیادہ سے زیادہ ادب سے پرو بیگنڈہ کا کام لے سکیں۔ تاکہ لوگ بیدار ہوں اور سرمایہ دار، جاگیر دار کے خلاف کام کر سکیں۔ نو آبادیاتی نظام کو تہس نہس کر سکیں۔ چنانچہ ہمارے دانشوروں نے اس سلسلے میں اپنی عقل اور دانش کا تیشہ تیز کیا اور صنایع شعر و فنون کو بروے کار لائے یہ ایک نیا شگنوں ہمارے کشمیری نثری ادب کے لیے بھی تھا۔ کیونکہ اب

شاعری کی صناف کے بعد نثری ادب میں افسانہ، ڈرامہ اور ناول سے بھی یہ کام لیا جانے لگا۔ یہاں سے ہمارا ادب آگے بڑھتا ہے اور نثر کا ایک شاندار دور شروع ہوتا ہے۔

چونکہ کشمیر میں ہر مذہب کے لوگ موجود ہیں۔ ہر مذہب کے لوگ اپنے اپنے مذاہب کے اصولوں پر نہایت راسخ عقیدہ رکھتے ہیں۔ اس لئے بائبل کے ترجمے کے بعد مسلمانوں کو بھی جوش آیا۔ مولوی محمد تکی شاہ صاحب نے قرآن شریف کا تیسواں پارا اس لئے ترجمہ کے لیے مختص کیا کیونکہ مسجد کے امام صاحبان اسی پارہ کو زیادہ تر پڑھتے ہیں۔ اس لیے کشمیری میں ترجمہ کر کے اس ضرورت کی اہمیت کو عملی جامہ پہنایا۔

تراجم قرآن کے سلسلے میں ایک اہم ترین فریضہ مولوی میر واعظ یوسف شاہ صاحب نے سرانجام دیا ہے جو قابل تحسین ہے۔ اس سلسلے میں ایک کوشش میر غلام محمد حنفی سوپوری کی قابل ذکر ہے۔ یہاں ہم مشعل سلطان پوری کا بیان اس سلسلے میں پیش کرتے ہیں۔ مشعل ہمارے بہت ہی قابل اعتماد دوست ہیں جو آج کل سوپور کالج میں فارسی پڑھاتے ہیں، وہ لکھتے ہیں:

”مید دیت تسند صیحے متس کتب خانس مہمیز، سد چھ اکھ جان شائیرتہ ادست ہنین لچھمون  
وومن کتابن منز چھ سد ہتس پانس مفسر قرآن یہ لکھان، اکس جائیہ چھ ہم شارمیلان:

پوز خود این پتوے در تحریر

اونم کاشرز بائتی رت تفسیر (۱)

پانژوری بن اندر باذن اللہ

ختم کاشر کورم کلام اللہ (۲)

یہ بیس جائیہ:

”پیر حنفی محمد عالی شان

زاعل ایمان مفسر قرآن (۱)“

”نمود چھ پنہد اتھ لچھ مژ اکس کتابہ تحفہ محمد، کس اکس نفس پیٹھ یہ یاداشت تھو دست، تفسیر قرآن بزبان کشمیر بہ فصیف غلام محمد حنفی بہ یوسف شاہ میر واعظ سری نگر، معرفت رمضان ڈار محمد بانڈ ہانجی سوپو دھلہ کرا لہ ٹینگ برائے چھاپ کردن، یہ کتاب چھ ہند بن واری سن نیش مہ و چھ مژتہ یہ یاداشت تہ پانہ پورمت، بیس جا یہ چھ پنہ اکس کتاب منز لکھان۔“

مفتیو عالمو کڑھکھ

دو جتھہ کاشتر قرآن کے تشریح (۳)

در سری نگر عالم وآگاہ

میر واعظ چھ لیس زن چھ یوسف شاہ

نموئی از پے طبع نیومت

چھ زلعمان نہ چھاپ دنہ پوسٹ (۴)

حنفی صاحب نے غلام احمد جید کے منظوم فارسی ”خلافت نامہ“ کا ترجمہ کشمیری زبان میں کیا ہے اس سے قبل انھوں نے قصہ امیر حمزہ تحریر کیا تھا متذکرہ عبارت میں مشعل لکھتے ہیں کہ حنفی صاحب کے بیان کے مطابق اس قرآن مجید کی تفسیر لکھنے میں انھیں پانچ سال لگے اور سو پور کا ایڈریس بھی دیا۔ وہ لکھتے ہیں کہ مولوی صاحب نے یہ قرآن کی تفسیر مجھ سے لی ہے۔ یہ نہیں لکھا ہے کہ کس کے ہاتھ دی تھی۔ قصہ امیر حمزہ ۱۶ مارچ ۱۹۳۳ء میں لکھا ہے اور اسی تاریخ کو غلام محمد نور محمد کو چھاپنے کے لیے دیا ہے۔ ان کے وارثوں کے پاس اس تاریخ کی رسید بھی موجود ہے۔

قرآن شریف سے متعلق یہ اشعار ملتے ہیں:

”یہ تعظیم و تکریم راہ صواب

کو تھہ کاشتر تفسیر ام الکتاب“

امہ تلہ چھ یہ ظاہر سیدان زہ یہ تفسیر چھ ۱۹۳۰ء بروٹھ بروٹھے لیکھنہ آمت، مہ لوگنہ امہ منزکا نہہ حصہ اھتھ صرف مسوونک اکھ ورق ترجمہ کرنکہ آہ چھ بز آہ پتہ آہ چھ مالہ لیکھنہ آمت۔ ترجمہ چھ سادہ تہ سلینیس مشکن ماوراء ذالکم تموسوا ایم حرام پھتھ توجیہ پیٹھ ان تبجو بیہ چھ حلال تہندی خاطر خاطرائی ز نکاح ژھانڈ یوبا موالکم پندہ مالہ ستی۔“

متذکرہ بالا سطور میں محمد رمضان مشعل سلطان پوری لکھتے ہیں کہ یہ تفسیر شاعر کے بیان کے مطابق ۱۹۳۰ء سے قبل لکھی گئی ہے اور آگے چل کر لکھتے ہیں کہ کیا یہ بات سچ ہے یا جھوٹ، یہ تو اللہ بہتر جانتا ہے یا مولوی یوسف شاہ یا پھر رمضان ڈار اور محمد ڈار۔

کشمیری زبان میں مسائل کی کتب شیعہ سنی حضرات نے الگ الگ لکھی ہیں۔ اہل تشیع کی مسائل کی

کتاب دو جلدوں میں مشتمل ہے۔ ان کے مصنف الحاج آغا سید مولوی مرحوم بہت ہی عالم بزرگ گزرے ہیں۔ بڈگام میں رہتے تھے، ۲۸ شوال ۱۳۵۰ھ میں انتقال کر گئے ہیں۔ پہلی جلد اسلامیہ پریس لاہور میں ۱۹۰۸ء میں چھپی ہے دوسرا حصہ ۱۹۰۹ء میں مرحوم علی بخش کربلائی کی وساطت سے مفید عام پریس لاہور سے چھپا ہے۔

سینوں کے بارے میں مسائل کی کتب بہت کم لکھی گئی ہیں۔ پہلے تو مشہور عالم اور مبلغ سید سعید شاہ بخاری کا تذکرہ کرنا یہاں ضروری ہے۔ میری نگاہ میں کشمیری زبان میں دینی مسائل پر اگر کوئی منفرد کام اس وقت موجود ہے تو وہ آپ کی ہی تصنیف الموعظۃ الحسنہ ہے۔ وہ دو ضخیم جلدوں پر مشتمل ہیں مسائل بیان کرنے زبان نہایت سلیس اور سادہ ہے۔ منطقی لحاظ سے یہ ایک منفرد دینی مسائل کی کتاب ہے جو ہماری کشمیری زبان میں موجود ہے۔

میں سمجھتا ہوں مسائل بیان کرتے وقت نثر کی زبان جس قدر بلیغ، عام فہم اور دلنشین ہونی چاہیے وہ تمام لوازمات یہ نثری کتاب پوری کرتی ہے۔ ہمیں فارسی اور عربی آمیز کشمیری زبان نثر میں ملتی ہے۔ یہی وہ بول چال کی زبان ہے جسے ہم مستقبل کی کشمیری زبان کہہ سکتے ہیں۔ مولانا کا تعارف ضروری سمجھتا ہوں۔ آپ کا نام مولانا سید سعید شاہ ولدیت سید غلام محمد شاہ سید پورہ بیرہ کشمیر میں ۱۹۱۲ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم گھر پر ہی حاصل کی۔ دیوبند سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد بیرہ میں تبلیغی کام شروع کیا۔ راقم الحروف اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ جو انقلابی دینی اور دنیاوی تبدیلیاں آپ نے بیرہ میں لائی ہیں وہ ایک مسلم معاشرے کے لیے سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔ آپ کشمیری زبان میں لکھتے تھے، دینی مسائل پر ہم نے شاہ صاحب کی دو ضخیم جلدیں الموعظۃ الحسنہ دیکھی ہیں۔ آپ نے کشمیری زبان میں دینی مسائل پر بحث کرتے ہوئے زبان کی وسعت اور خوبصورتی میں گراں قدر اضافہ کیا ہے۔ یہ بھی ثابت کر دیا کہ یہ زبان ایک عالمانہ اور مدبرانہ زبان ہے۔ جس میں ہر قسم کے عالمگیر مسائل بیان کرنے میں کسی قسم کی بھی تنگ دامنی نہیں ہے۔ قرآن پاک کے ساتھ پاروں کی مفصل تفسیر و ترجمہ بھی فرما چکے ہیں، اس کام کی تکمیل میں موت مانع ہوئی۔ ۷ نومبر ۱۹۶۹ء کو خالق حقیقی سے واصل بحق ہوئے۔ قرآن پاک اور الموعظۃ کا قلمی نسخہ ان کے وارثین کے پاس محفوظ ہے۔ اگر پاکستان میں کبھی کشمیری زبان کا ادبی بورڈ قائم ہوا تو ایسے نسخے اس ادارے کے توسط سے شائع ہو سکتے ہیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ ایک بہت ہی قادر اور لاثانی کام ہے، جس کی اشاعت وقت کی اہم ضرورت ہے۔ آپ نے نعت، منقبت لکھے ہیں۔ کلام میں پنجنگی اور خلوص ملتا ہے۔

سنیوں کے مسائل کی کتاب یا شرح محمدی دوسری کتاب ہے۔ اس کے بہت سے ایڈیشن پہلے چھپ چکے ہیں تازہ ایڈیشن دہلی کے اعلیٰ پرنٹنگ پریس سے چھپا ہے۔ لگ بھگ ۱۹۳۰ء سے قبل یہ کتاب چھپی ہے ایک اور مسودہ ریسرچ محکمہ میں موجود ہے۔ جس کا نام رسالہ منظومہ فی الفرائض ہے۔ ترجمہ محمد انور رفیق نے کیا ہے۔ بہر حال کشمیر میں چھاپہ خانہ اور اشاعت کے وسائل نہ ہونے کی وجہ سے نہ معلوم لوگوں نے کیا کیا لکھا ہے جو ہماری دسترس میں نہ آسکا اور نہ جانے کس کس طرح یہ شہ پارے ضائع ہوئے ہوں گے۔ غرض اس طرح ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ کشمیری نثر کی ابتدا، ملند، منہہ، برہت کتھا سے شروع ہوتی ہے۔ اس کے بعد بالخصوص بڈشاہ کے دور میں نثری ادب کا عروج تھا۔ اس دور میں کشمیری زبان میں ناول بھی ہوتے رہے پھر ایک ظلم ہوتا ہے اور اس ظلم کو برٹش دور نے پر کیا۔ اس کے بعد ۱۹۴۷ء تک کشمیری زبان و ادب نثر کی طرف کچھ آگے بڑھا۔ اس دور میں دینی اور دنیاوی دونوں لحاظ سے کچھ نثری ادب میں پیش رفت ہوئی ہے۔

یہاں یہ بتانا نہایت ضروری ہے جب ہم کشمیری ادب کا ذکر کریں تو اس میں غیر اسلامی ادب کو نظر انداز نہیں کر سکتے جس کی بنیادی وجہ ہے جموں و کشمیر میں ۴۵ فیصد غیر مسلم رہتے ہیں۔ دونوں مسلمان اور غیر مسلموں کے ادب کا آپس میں بہت سی باتیں مشترک ہیں۔ اس لیے ہمیں ایک طویل جائزہ کشمیر کی تاریخ کا بھی لینا پڑا۔ اس تاریخ میں اسلامی ادب کیسا پھیلتا ہے اور کس طرح اپنا مقام پیدا کرتا ہے۔ اس کی بھی ایک داستان ہے۔

بہر حال کشمیر میں اسلامی ترویج اور کشمیر میں جن لوگوں کا اجہم کردار ہے وہ سید نصیر الدین خان یاری، میر داؤد علامہ دوارکی، سید محمد بغدادی، سید احمد کرمانی، خواجہ خاوند محمود نقشبندی، میر میرک شاہ اندرامی، خواجہ کمال الدین نقشبندی، بابا داؤد خاکی، حضرت شیخ حمزہ مخدوم، شیخ یعقوب صرانی، بابا نصیب الدین غازی، یہ چند بزرگ ہیں جن کا میں نے ذکر کیا ہے وگرنہ فہرست لگ بھگ چھ سو حضرات کی بنتی ہے۔

اسی طرح ہر صنف ادب میں اسلام کا رنگ چڑھا ہے بلکہ کشمیری زبان عربی سے لبریز ہے۔ حبیب

اللہ نوشہری کی واحد مثال دیتا ہوں:

چھس محمد ناوہیے

دو تھو گڑھو دو یوہیے

ترجمہ: ان کا نام محمد ہے، آؤ میلے کو چلیں،

کنت کنز آوہیے

جلوہ ماران دراوہیے

ترجمہ: وہ کنت کنز کی صورت میں آیا ہے، اور اسی حالت میں جلوہ افروز ہے۔

ہمارے لیے یہ کہنا کافی ہے سید علی ہمدانی کی راج کردہ اور اذیت تو حید کے ورد کے لیے بڑی مثال ہے۔ ہر مسجد میں باجماعت ان تو حیدی کلمات کو صبح کے وقت پڑھتے ہیں، حتیٰ کہ غیر مسلم بھی یہ اور ادنیٰ ہی دلچسپی سے سنتے ہیں۔

### حوالے

- (۱) تاریخ علوم میں تہذیب اسلامی کا مقام خطبات ڈاکٹر فواد سیزنگین ترجمہ ڈاکٹر خورشید رضوی ص ۱۸  
ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد ۱۹۹۴ء
- (۲) تاریخ علوم میں تہذیب اسلامی کا مقام ڈاکٹر فواد سیزنگین ص ۲۶
- (۳) علم الکلام از مولانا شبلی نعمانی ص ۲۱، انکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور
- (۴) علم الکلام شبلی نعمانی ص ۱۹
- (۵) Sceptical Essay by Bertrand Russell, p 117  
George Allan & Unwin limited, 1966
- (۶) قافلہ ادب اسلامی از ڈاکٹر ظہور احمد اظہر ص 146 رابطہ الادب اسلامی العالمیہ پاکستان
- (۷) Islam and International Relations, p 69 by Fayaz A  
Sayegh Frederic A Pracgar London 1965.
- (۸) انہار ایڈیٹر حسن راہی شعبہ کشمیری یونیورسٹی سری نگر ص 91
- (۹) تاریخ کشمیر اسلامی عہد میں ڈاکٹر صابر آفاقی ص ۴۴ سنگ میل پبلی کیشنز لاہور
- (۱۰) ایضاً، ص ۴۵
- (۱۱) عالم تصوف اور کشمیر از ڈاکٹر یوسف بخاری ص ۴۱ کلیم یوسف فہیم یوسف میکلوڈ روڈ لاہور
- (۱۲) ایضاً، ص ۴۲

Buddhism in Kashmir by Dr.Nalnaksha,p 10, Amar (۱۳)  
printing press, Vigaya Nagar,Dehli.

The History of struggle for freedom in Kashmir, preminath (۱۴)  
Bazaz ,p29,published National Book Foundation Herald  
Ltd.Karachi.

The Culture of Kashmir S.M.Iqbal p.31 Fine Printers (۱۵)  
Karachi.

The Culture of Kashmir S.M.Iqbal p.30 Fine Printers (۱۶)  
Karachi.

بوستان کشمیر، قلمی مسودہ از پیر غلام محمد حنفی سوپوری (۱۷)

بوستان کشمیر، قلمی مسودہ از۔ یہ نعمان بھٹی حنفی کے ساتھ ساتھ تخلص کرتے تھے۔ کاشترنشرک تعمیر کا  
راز مشعل سلطان پوری کاشتر ڈیپارٹمنٹ سری نگر ۵۰،۴۹



www.KitaboSunnat.com

## براہوئی زبان میں ابتدائی اسلامی ادب

پروفیسر ایم اصلاح الدین مینگل ایڈووکیٹ

براہوئی زبان کی قدامت مسلم ہے۔ اس لحاظ سے یہ پاکستان کی قدیم ترین زبان ہے۔ اب تک کی حقیقی تحقیقات سے یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ براہوئی زبان کا تعلق دراوڑی زبانوں سے ہے۔ براہوئی زبان کے محقق سر ڈینس برے لکھتا ہے کہ صدیاں گزر جانے کے باوجود براہوئی گرامر جوں کی توں قائم ہے۔ اس کا دراوڑی صرفی و نحوی ڈھانچہ، مصادر، ضما، افعال، واحد جمع اور پہلے تین گنتی کے اعداد اپنی اصل حالت میں موجود ہیں۔ ڈاکٹر عبدالرحمن براہوئی اپنی کتاب ”براہوئی زبان و ادب کی مختصر تاریخ“ میں لکھتا ہے کہ دراوڑی السنہ بھی از قسم تامل، تیلگو، ملیالم تیلگو کداگو ہے۔ ان تمام السنہ کے اصول اپنے لائقوں، سابقوں اور میانوں کے مشترک ہیں۔ اس سلسلے میں پروفیسر جاویداختر اپنی کتاب ”براہوئی ادب کا نیا تناظر“ میں لکھتا ہے کہ ”ہاں البتہ براہوئی زبان نے اپنی حفظ و بقاء کیلئے ہندو اروپائی (India European) اور ہندو آریائی (India Arian) زبانوں کے اثرات اور الفاظ کو قبول کیا ہے۔ لیکن اس کے باوجود بھی براہوئی زبان دراوڑی زبانوں کے خاندان سے گہرا رشتہ رکھتی ہے۔ ایک اور جگہ پر لکھتا ہے کہ روسی دانشوروں کے ایک گروہ نے 1964/65ء میں موہنجودڑو سندھ کے مختلف مقامات سے ملنے والی مہروں اور سکوں پر کندہ تحریر کو پڑھنے کی کوشش کی اور اس نتیجے پر پہنچے کہ مذکورہ سکوں اور مہروں پر کندہ تحریر کا تعلق - Proto Dravidian زبان سے ہے۔ جس سے تمام دراوڑی زبانیں صادر ہوئی ہیں۔ اور براہوئی زبان بھی ان میں سے ہے۔

براہوئی کے مایہ ناز محقق، عالم و دانشور ڈاکٹر عبدالرحمن براہوئی بھی ماہنامہ ”ستار“ سوراہ کو شمارہ جولائی 2001ء کیلئے اپنے ایک دیئے گئے انٹرویو میں کہتا ہے کہ ”الحمد للہ آج تو بعض محققین اس بات کو تسلیم کر رہے ہیں کہ براہوئی ایک پروٹو ڈریوئیڈین زبان ہے۔ یعنی ڈریوئیڈین سے بھی پہلے

کی زبان ہے۔“

براہوئی زبان جس قدر قدیم ہے اس قدر اس کا تحریری ادب قدیم نہیں ہے۔ اس لحاظ سے اس کے تحریری اسلامی ادب کی تاریخ تیرھویں صدی عیسوی سے شروع ہوئی جب ملا فقیر محمد کی کتاب ”خدمت دین“ لکھی گئی۔ البتہ اس سے قبل لوگ ادب وجود میں آتا رہا ہے۔ جو ہم تک کئی نسلوں سے سینہ بہ سینہ پہنچتا رہا ہے۔ اس حوالے سے یہ امر مسلم ہے کہ براہوئی لوگ ادب کی تاریخ بہت طویل اور قدیم ہے۔ اگر ہم صحیح معنوں میں براہوئی زبان میں ابتدائی اسلامی ادب کا احاطہ کرنا چاہیں تو سب سے پہلے ہمیں براہوئی لوگ ادب کو کھجکا لٹاپڑے گا۔ لیکن اس سے بھی پہلے اس سلسلے میں براہوئیوں کی مزاج شناسی اور کچھ دیگر حقائق کا جاننا بھی ضروری ہے۔

اس سلسلے میں ڈاکٹر عبدالرحمن براہوئی اپنی کتاب ”براہوئی زبان و ادب کی مختصر تاریخ“ میں رقمطراز ہیں کہ قبل از اسلام براہوئی کس مذہب کے پیروکار تھے۔ اس کے متعلق سردست ہم کچھ کہہ نہیں سکتے البتہ اسلام قبول کرنے کے بعد وہ اس مذہب کے اس قدر دلدادہ ہو گئے کہ انگریزوں کی مساعی کے باوجود کسی نے عیسائی مذہب کو قبول نہیں کیا۔ براہوئی سیدوں اور بزرگوں کی بے حد توقیر کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ لڑائی کے دوران کوئی سید یا بزرگ منع کرے تو لڑائی موقوف کر دیتے ہیں۔

ڈاکٹر انعام الحق کوثر جہاں پورے بلوچستان پر ایک گہری اور عمیق نظر رکھتے ہیں۔ وہاں پر وہ براہوئی زبان و ادب، عوام، ثقافت اور عقیدت و معاشرت کے بارے میں بھی کافی مطالعہ و مشاہدہ کے مالک ہیں۔ وہ اس سلسلے میں بہت کچھ لکھ چکے ہیں۔ اسی طرح زیر نظر موضوع پر وہ اپنی کتاب ”سرور کونین ﷺ کی مہک بلوچستان میں“ لکھتے ہیں کہ ”وحدت کا سب سے اہم رشتہ، بلوچستان نے پاکستان کو مہیا کیا۔ وہ اسلام ہے۔ تاریخ، سندھ کو باب الاسلام کے نام سے پکارتی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اسلامی سیاست و ثقافت پہلی بار سندھ میں ہی جلوہ افروز ہوئی۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ باب الاسلام ہونے کا شرف حقیقت میں بلوچستان کو ہی حاصل ہے۔ تاریخ اس امر کی شاہد ہے کہ 23ھ/643ء میں مکران ربیع بن زیاد کے ہاتھوں فتح ہوا۔ اور یہیں سے مسلمان آگے بڑھ کر 44ھ/664ء میں خضدار پر غالب ہوئے۔ اور وارا حکومت بنایا خضدار میں اسلامی حکومت کا قیام ایک نعمت تھا۔ یہاں مسلمانوں نے معاشرت میں کسی قسم کا دخل دینے بغیر اپنے اعلیٰ

اخلاق کی بدولت یہاں کے مکینوں کو اتنا قریب کر لیا کہ من و تو کافرق مٹ گیا۔

چوتھی صدی ہجری میں رابعہ بنت کعب القصداری جو ایران کے شاعر رودکی کی ہمعصر شاعرہ تھیں نے خضدار میں فارسی شعر و ادب کے موتی بکھیرے۔ مولانا جامی نے رابعہ کا ذکر ان مستورات میں کیا ہے جو معرفت کے رنگ میں ڈوبی ہوئی تھیں،،

یاد رہے کہ خضدار صدیوں سے براہویوں کا مسکن رہا ہے۔ اور رابعہ خضدار کی نسلاً ایک براہوی تھی لیکن یہ امر صادق ہے کہ جب بھی براہویوں کو عرب النسل کہا گیا ہے۔ تو وہ خوش ہوتے رہے ہیں بلکہ بعض براہویوں کا خیال ہے کہ وہ ابراہیمی ہیں۔ اُن کا سلسلہ حضرت ابراہیمؑ سے جاملتا ہے۔ اس کے علاوہ عرب اور عربی کے بعد فارسی کو مسلمانوں کی زبان سمجھ کر قبول کرتے ہوئے مسرت محسوس کی ہے یہاں تک کہ 1266ء میں ریاست قلات میں براہوی خوانین کی حکومت کے قیام سے لیکر 1955ء تک اُنکی حکومت کے اختتام تک کسی بھی ادب پارے کی درباری سرپرستی نہیں کی گئی۔ جس کے نتیجے میں براہوی ادب کی ترقی و ترویج اس پیمانے پر نہ ہو سکی جس پیمانے پر ہونی چاہیے تھی۔ اس کے برعکس خوانین قلات کے دربار میں فارسی جو ریاست قلات کی دفتری زبان تھی کی سرپرستی کی گئی۔

عظیم خان قلات میر نصیر خان نورمی کے دور حکومت 1750ء تا 1794ء میں اسلامی شرعی احکامات 25 جمادی الثانیہ 1159ھ کو سرکاری طور پر نافذ ہوئے۔ جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں۔

- ۱- شریعت کے اوامر و نواہی پر سختی سے عمل کیا جائے۔
- ۲- شادی بیاہ اور دیگر تقریبات کے موقعوں پر چنگ و غیرہ کا ہرگز استعمال نہ کریں۔
- ۳- شادی بیاہ اور دیگر طریبہ موقعوں پر مرد اور عورتیں ایک ساتھ چاپ یعنی رقص و سرود میں حصہ نہ لیں۔
- ۴- شراب، چرس اور بھنگ کا استعمال اور بھنگ کی کاشت ممنوع ہیں۔
- ۵- عورتوں کا بے پردہ بازاروں اور دیگر گلیوں میں پھرنا منع ہے۔
- ۶- اموات پر مرد اور عورتیں نوحہ و ماتم نہ کریں۔ بال نہ نوچیں اور اپنے آپ کو زخمی نہ کریں۔

- ۷- قصبات میں جمعہ کی نماز باقاعدگی سے ادا کی جائے۔ اور محلے کے لوگ مسجد کے پیش امام کی نان و نفقہ کے ذمہ دار ہونگے۔
- ۸- سیاہ کاری کے غلط الزام پر بہتان تراش کو 80 درے کی سزا ملے گی۔
- ۹- قبرستانوں اور مزاروں کے آس پاس جانوروں کا ذبح کرنا اور ان کا خون انسانوں اور گھوڑوں کو لگانا ممنوع ہے۔
- ۱۰- شادی بیاہ کے موقعوں پر گھوڑوں کے ذبح کرنے پر پابندی لگادی گئی۔ کیونکہ ان کا گوشت شرعاً حرام ہے۔
- ۱۱- زکوٰۃ و شرکی ادا نیگی لازمی قرار دی گئی۔
- ۱۲- سود کے کاروبار کو ممنوع قرار دیا گیا۔
- غرض کوئی شخص شریعت کی خلاف ورزی نہ کرے۔ خان اعظم میر نصیر خان نوری کی مہر پر یہ آیت کندہ تھی۔

"حسبى الله و نعم الوكيل نعم المولى و نعم النصير"

اب ہم آتے ہیں اپنے بنیادی موضوع مقصد کی جانب کہ براہوئی ادیب و دانشور اور محقق و فکرنکار براہوئی ادب کو تین ادوار میں تقسیم کرتے ہیں۔ پہلا دور لوک ادب کو قرار دیتے ہیں۔ دوسرا دور قدیم براہوئی تحریری ادب اور تیسرا دور پاکستان بننے کے بعد کا جدید دور قرار دیتے ہیں۔ ہمارا موضوع پہلے دو ادوار پر محیط ہے۔

چونکہ دنیا بھر کے لوک ادب کی بنیاد مانوق الفطرت اور اساطیری عناصر پر استوار ہوتی ہے۔ لہذا براہوئی ادب کی بنیاد بھی مذکورہ بالا عناصر پر ہی استوار ہے۔ لیکن براہوئی لوک ادب کے مانوق الفطرت عناصر دنیا کے دیگر لوک ادب کے مذکورہ عناصر سے مختلف، منفرد اور ممتاز ہیں۔

”شیطان“ کے بارے میں سوسن براہوئی اپنی کتاب قدیم براہوئی نثری ادب میں لکھتے ہیں کہ شیطان کا تصور قرآن پاک سے ثابت ہے۔ شیطان کے بارے میں مشہور ہے کہ یہ اپنے دور کا بہت بڑا عالم رہا

ہے۔ لیکن جب خالق کائنات رب العالمین نے آدمؑ کو تخلیق کیا تو شیطان کو اسے سجدہ کرنے کا حکم دیا۔ لیکن شیطان نے حکم عدولی کی جس پر اللہ تعالیٰ نے اسے قیامت تک لعنتی ٹھہرایا اور دوزخ کا حقدار قرار دیا۔ یہ عناصر بھی بہت سے انداز میں براہوئی لوک کہانیوں میں بحیثیت کردار موجود ہیں۔ پھر بھی جب ہم براہوئی لوک کہانیوں کے مجموعوں کا مطالعہ کرتے ہیں تو ان میں ایک بات مشترک نظر آتی ہے۔ چاہے ڈاکٹر عبدالرحمن براہوئی کے لوک کہانیوں کی مجموعے کی کتاب ہو۔ پروفیسر انور ردمان، راقم الحروف، افضل مینگل یا پروفیسر عظیم جان کے لوک کہانیوں کی مجموعوں کی کتاب ہو۔ کہانی چاہے کسی غریب، امیر، فقیر، بادشاہ، وزیر یا دیکنل وغیرہ کے کردار سے ابتدا کی گئی ہو۔ لیکن کہانی کی ابتداء درج ذیل الفاظ سے ہوتی ہے۔

ترجمہ:

بادشاہ اللہ ہے اللہ کا رسول ہے، اللہ جو تمام کائناتوں اور ان میں تمام تخلیقات کا خالق ہے۔ میں جو کہانی بیان کر رہا ہوں۔ یہ ایک بادشاہ کی کہانی ہے۔ جو ایک زمانہ ساز بادشاہ تھا۔ اس نے جو کچھ کیا اللہ کے حکم سے کیا۔ وغیرہ وغیرہ۔ اسی طرح کہانیوں میں اللہ کے حکم اور طاقت کو سب سے قوی اور محکم سمجھا جاتا رہا ہے۔ اسی طرح براہوئی لوک شاعری میں بھی اس عقیدے کو ملحوظ خاطر رکھا گیا ہے۔

اب ہم آتے ہیں اس دوسرے دور کی جانب جسے ہمارے بعض محققین ملائی یا اسلامی دور بھی کہتے رہے ہیں۔ اس لئے کہ اس دور میں 99% براہوئی ادب میں اسلامی تخلیق مرتب و ترجمہ ہوا ہے۔ اس دور کی ابتداء آٹھویں صدی ہجری یعنی تیرھویں صدی عیسوی سے ہوتی ہے۔ کیونکہ اس صدی کی پہلی دہائی میں براہوئی زبان کا ایک قلمی نسخہ دستیاب ہوا تھا، اس سے پہلے دور کی کتاب ”خدمت دین“ ہے۔ یہ کتاب 1392ء کی تالیف ہے۔ اس کے کل صفحات 103 ہیں۔ اس میں دین اسلام و اسلامی شریعت کے متعلق پند و نصائح درج ہیں۔ یہ مولانا فقیر محمد کی تالیف کردہ کتاب ہے۔ اس کے بعد 1393ء میں شوراؤک افغانستان سے ایک کتاب ”مجمول الاسلام“ کے نام سے ملی ہے۔ اس کتاب میں سانپ کے زہر کے دفع کیلئے ایک عمل کے علاوہ وظائف اور دم و در و درج ہیں۔ تیسری کتاب ”عملیات گہر بار براہوئی“ ہے۔ اس میں حضرات، دفتینہ پانے کیلئے عمل استخارہ، کشائش رزق، بیماریوں سے نجات وغیرہ کیلئے وظائف وغیرہ درج ہیں۔ یہ کتاب 1460ء کی تالیف ہے۔ ان کے بعد ایک طویل عرصے تک سردست ہمیں کوئی تحریر نہیں مل پائی ہے۔ البتہ جہاں پر

1759ء میں شاہ عبداللطیف بھٹائی کا وصال ہوا، وہاں اسی سال ملا ملک دادقلاتی کی کتاب ”تحفۃ العجائب“ مکمل ہوئی۔

براہوئی ادب کی سرپرستی بدقسمتی سے کسی عہد میں بھی سرکاری سطح پر نہیں کی گئی ہے آج جس قدر بھی شعر و ادب ہمیں براہوئی زبان میں دستیاب ہے۔ وہ انفرادی طور پر لکھنے والے شعراء و ادباء کی ذاتی کاوشوں کا نتیجہ ہے۔ براہوئی ادب کے ارتقاء میں غیر براہوئی شعراء نے بھی گرا نقدر کارہائے نمایاں سرانجام دیئے ہیں۔ براہوئی کا اولین صاحب کتاب شاعر ملا ملک دادقلاتی جو ”تحفۃ العجائب“ کا مصنف ہے۔ نسلاً غیر براہوئی ہے۔ ملک دادقلاتی ولد آدین غرشین پٹھان قندھار میں پیدا ہوا۔ اس کا خاندان قندھار سے نقل مکانی کر کے مستونگ آیا۔ ملک داد نے ابتدائی دینی تعلیم مستونگ میں حاصل کی۔ اس کے بعد قلات گئے۔ اور وہاں خان معظم نوری نصیر خان کے دربار سے وابستہ ہوئے۔ مستونگ اور قلات میں رہائش رکھنے کی وجہ سے براہوئی زبان پر عبور حاصل کیا۔ اور براہوئی میں شاعری کی۔ اس کی مشہور کتاب ”تحفۃ العجائب“ 14 جولائی 1760ء کو مکمل ہوئی۔ یہ قلمی نسخہ ملا موصوف کے ہمساندگان کے پاس قلات میں محفوظ رہا۔ حتیٰ کہ 1905ء/1325ھ میں براہوئی کے مشہور شاعر و خطیب مولانا نبوجان نے پہلی بار لاہور سے چھپوادی۔ ڈاکٹر عبدالرحمن براہوئی اس سلسلے میں لکھتے ہیں کہ ملا ملک دادقلاتی کی طبیعت میں استغنا انتہا تک تھا۔ تحفۃ العجائب میں انہوں نے خان اعظم نوری نصیر خان کی مدح سرائی میں ایک مصرع تک نہیں کہا۔ ”بلکہ اس کتاب کی ابتداء میں حمد باری تعالیٰ اول صفت ہے۔“ پھر وحدانیت اور کائنات کو عجیب طریقے سے تخلیق کرنے کا بیان ہے۔ نعت اور منقبت، خلوص کا جذبہ بدرجہ اتم موجود ہے۔ منقبت کے بعد ہمہشت اور دوزخ کا بیان ہے۔ اس کے علاوہ بیان خواندن، علم شرعی، خدمت تارک نماز، نماز باجماعت، صفت ایمان، مفصل و مجمل، وضو، غسل، نماز وغیرہ کے فرائض، سنتیں، مستحبات اور روزمرہ پیش آنے والے مسائل کا ذکر ہے۔ آخر میں روزہ، تراویح، فطرانہ، زکوٰۃ، حج کے بارے بیان ہے۔

آج سے پونے دو سال پہلے بلبل قلات ملا محمد حسن براہوئی نے بھی اپنی براہوئی شاعری میں اپنے اسلامی جذبات کا اظہار کیا ہے۔ اس کے بعد 1870ء میں ملا عبدالکلیم نے اپنے دیوان ”چار باغ“ میں ہندو نصائح بیان کی ہے۔

برطانوی سامراج نے جب ریاست قلات پر اپنا مکمل تسلط قائم کر لیا تو کچھ عیسائی پادریوں نے براہوئی قوم کو عیسائی بنانے کی غرض سے براہوئی زبان میں عیسائیت سے متعلق کتابچے شائع کر کے عام لوگوں میں تقسیم کر دیے۔ اور دوسرے حربوں، دولت اور مکاری سے براہوئی عوام کو عیسائی بنانے کی کوشش شروع کیں۔ جب انگریز پادری نے 1906ء میں یوحنا کی انجیل کا ترجمہ براہوئی زبان میں کیا تاکہ براہوئیوں میں عیسائیت کی تبلیغ و اشاعت ممکن ہو سکے۔ تو مولانا محمد فاضل درخانی مدرسہ درخانی کے توسط سے عیسائیت کے خلاف نبرد آزما ہوئے۔ اور عیسائیت کے خلاف براہوئی عوام میں اسلامی تعلیمات کی تبلیغ و اشاعت کا آغاز کیا۔ مولانا محمد فاضل درخانی 1830ء میں درخان سہائل زئی ریسائی کے گھر درخان میں پیدا ہوئے۔ 1839ء میں جب اس کی عمر 9 سال تھی تو انگریز سامراج نے قلات پر حملہ کر کے خان اعظم قلات محترم میر محراب خان کو شہید کر دیا۔ دیگر غیرت مند براہویوں کی طرح کم سن محمد فاضل بھی جوش میں آکر خان قلات کا بدلہ چکانے کے لیے اپنے دوست تھیوں، بیٹوں و جوگنل کے ساتھ انگریز فوجیوں کی ایک چھوٹی چوکی پر حملہ کر دیا۔

ایک دن آپ کے ساتھی ایک بڑے سردار کا گھر لوٹنے چلے۔ آپ نے انہیں منع کیا۔ لیکن وہ آپ کو اپنے ساتھ لے جانے کیلئے بھند ہو گئے۔ لیکن آپ کو ایک خضری بزرگ ہستی نے پیچھے سے آواز دے کر منع کر دیا۔ اسی طرح مشہور ہے کہ حضرت خضر اور چاریار نے انکے دل میں تعلیم حاصل کرنے کا دیار روشن کیا۔ جس سے آپ کے دل میں دینی تعلیم حاصل کرنے کی لگن پیدا ہوئی۔ اس دوران ایک دن ڈاکوؤں نے حملہ کیا اور راہ چلتے محمد فاضل کا کل سامان یہاں تک کہ کپڑے بھی چھین لیے۔ ایک انگوٹھی دے کر چلتا گیا۔ اس حال میں گھر جانے کی بجائے وہ سندھ چلا گیا۔ کلی ہمایوں جیکب آباد جا کر مولانا عبدالغفور ہمایونی کی درسگاہ میں داخل ہو کر زانوئے تلمذ تہذیبہ کر لیا ہمایوں میں علوم مروجہ سے فارغ ہو کر جب درخان واپس پہنچے تو اپنے گھر کے نزدیک ایک مسجد اس سے ملحقہ پانچ کمرے بنا کر اپنی درسگاہ کا آغاز کیا۔ پہلی بار درسگاہ اسلامیہ درخان ہی سے براہوئی زبان کو ذریعہ تعلیم کا درجہ حاصل ہوا۔ تدریس کے ساتھ مولانا نے تقریر کا سلسلہ بھی جاری کیا۔ اور پورے علاقہ میں دعوت تبلیغ کا اہتمام رکھا۔ اس سلسلے میں جوہر براہوئی لکھے ہیں کہ ”براہوئی زبان و ادب کے سلسلے میں مکتبہ درخانی نے مکمل ایک ادارے کی حیثیت حاصل کی۔ اس درسگاہ کے فضلاء نے بھرپور علمی و ادبی کام کیا۔ انگریزی استعمار کے وقت برصغیر میں ہر زبان کے علماء نے مسیحی مشینری کا علمی انداز میں مقابلہ کیا۔ لیکن مزاحمت کے اس دور میں مکتبہ درخانی نے جس علمی، تہذیبی، ثقافتی اور ادبی انداز میں کام کیا۔ اس کو

کامیاب علمی و اسلامی تحریک قرار دیا جاتا ہے۔“ کیونکہ براہویوں میں خالص اسلامی رنگ کی نشاۃ الوجدید کا احیاء اس اسکول کا مقصد و نظر تھا۔ اکثر انعام الحق کوثر لکھتے ہیں کہ مولانا محمد فاضل درخانی اپنے زمانے کے علمائے حق، ولی اللہ اور دیگر بزرگ ہستیوں سے تبادلہ خیال کرنے کے عادی تھے۔ چنانچہ پیر شاہ ابوالخیر صاحب دہلوی، حضرت مولانا حافظ محمد ابراہیم صاحب بھرچوٹھی علاقہ سندھ، حضرت خواجہ میاں فیض الحق چٹھوی، حضرت حاجی محمد صدیق نقشبندی مستوگ، حضرت مولانا کے معاصر احباب میں سے تھے۔ جو موسم سرما میں قصبہ درخان میں تشریف فرما ہوتے، محفلیں منعقد ہوتیں۔ اور دانش و معرفت کے ٹھہر بکھیرے جاتے“ اسی طرح مولانا کے نامور تلامذہ میں مولانا محمد عبداللہ درخانی، مولانا نبوجان، مولانا عبدالمجید چوتوی اور مولانا عبدالحی تھے۔

مولانا عبدالحی ولد مولانا دادخان رئیسانی، مولانا محمد فاضل کا بھتیجا تھا۔ مولانا محمد فاضل درخانی کے انتقال کے بعد مکتبہ اسلامیہ درخان کا انتظام ان کے سپرد ہوا۔ آپ نے درس و تدریس کے ساتھ ساتھ کتب کی اشاعت کو بھی جاری رکھا۔ آپ نے براہوی کی میں نماز مترجم لکھ کر چھاپی۔

مولانا محمد فاضل درخانی کی کوئی زریہ اولاد نہ تھی۔ ایک ہی صاحبزادی تھی۔ جس کی شادی عالم اور متقی حاجی محمد عظیم رئیسانی سے ہوئی۔ ان کے فرزند ارجمند مولانا عبداللہ درخانی تھے۔ جو مولانا محمد فاضل کی صحبت و تربیت میں کندن بنے۔ شکار پور، ضلع سکھر اور افغانستان سے دینی تعلیم حاصل کی۔ مٹھروی دہپال، سبی اور سریاب کونڈہ میں درس گاہیں قائم کیں۔ 1935ء میں قلات میں قاضی القضاۃ مقرر ہوئے۔ براہوی کی ان کی اسلامی تصانیفات درج ذیل ہیں:-

- ۱۔ شمائل شریف 1905ء
- ۲۔ معجزات شریف
- ۳۔ سفر حجاز درخانی
- ۴۔ فتاویٰ درخانی
- ۵۔ تحفۃ العوام
- ۶۔ راہ نامہ

مولانا عبدالمجید جان چوتوی ولد مولانا نبوجان قلندرنانی 1867ء میں چوتو مستوگ۔

میں پیدا ہوا۔ ابتدائی تعلیم چوتو میں اپنے والد کی درس گاہ سے حاصل کی۔ اس کے بعد مکتبہ اسلامیہ درخان سے مروجہ تعلیم حاصل کی۔

وہ براہوئی کے ایک اچھے شاعر تھے۔ اس کی درج ذیل اسلامی کتب طبع ہوئی ہیں۔ دُرّ الحجید۔ شہدو شفاء۔ جوش حبیب۔ گلشنِ راہمیں۔ شمعۃ القلوب۔ غیرت الاسلام۔ ریاض الجنان وغیرہ وغیرہ۔

مکتبہ اسلامیہ درخان سے وابستہ فضلاء میں علامہ مولانا محمد عمر دین پوری، بیک وقت مصنف، مبلغ، مترجم، مفسر، مؤلف اور ایک سیاسی کارکن بھی تھے۔ وہ براہوئی کے سب سے بڑے مصنف ہیں۔ انہوں نے اکیاون کتابیں براہوئی میں تصنیف و تالیف کی ہیں۔ اُن کا سب سے بڑا کارنامہ براہوئی میں قرآن پاک کا ترجمہ ہے۔ جو 1916ء میں چھاپا گیا تھا۔ مولانا محمد عمر دین پوری تحریک خلافت سے بھی وابستہ رہے۔ مولانا عبید اللہ سندھی کے حکم پر افغانستان بھی گئے۔ تحریک خلافت ختم ہوئی تو واپس لوٹ کر شکار پور سندھ کے نزدیک بیگاری واہ کے کنارے ’دکڑو‘ نامی بستی میں آباد ہوئے۔ اور اس بستی کا نام دین پور رکھ کر مشہور کروایا۔ اس کی کتابوں سے کچھ کے نام درج ذیل ہیں:-

۱۔ حفظ الایمان	۲۔ تعلیم الاسلام
۳۔ نماز فرائض	۴۔ سودائے خام
۵۔ تحفۃ الامراء	۶۔ ہدایت المستورات
۷۔ دافع الوسواس	۸۔ مٹا اُرانا
۹۔ ریل نامہ	۱۰۔ قاعدہ براہوئیہ
۱۱۔ مشتاق مدینہ	۱۲۔ داستان ورنائی
۱۳۔ آئینہ قیامت	۱۴۔ بچرا
۱۵۔ دعوت اسلام	
دیگرہ وغیرہ۔	

اس طرح مکتبہ اسلامیہ درخان سے تقریباً ایک ہزار کے قریب اسلامی کتب کا اجراء ہوا۔ اس ادارے کے علاوہ بہت سے دوسرے براہوئی علماء و فضلاء نے اسلامی کتابیں لکھ کر ایک تاریخ رقم کی ہے۔





## دیوان حافظ الپورتی اور عربی ادب

پروفیسر ڈاکٹر سعید اللہ قاضی ☆

حافظ الپورتی شانگلہ پار، سوات کوہستان کے ایک مشہور گاؤں الپورتی کے رہنے والے تھے۔ مندیز یوسف زئی قبیلے سے آپ کا تعلق تھا۔ آپ بنیادی طور پر ہشنگر کے ایک مشہور گاؤں اتمازئی کے رہنے والے تھے مگر آپ کا پردادا یہاں سے ہجرت کر کے الپورتی چلے آئے۔

آپ کی تاریخ پیدائش کے بارے میں مختلف روایات ہیں مگر زیادہ واضح بات یہ لگتی ہے کہ آپ کی تاریخ پیدائش ۱۱۲۶ء اور تاریخ وفات ۱۲۱۵ء ہے۔ رحیم شاہ نے آپ کی تاریخ پیدائش ۱۱۵۹ء اور تاریخ وفات ۱۲۲۶ء ریکارڈ کیا ہے اور آپ کی عمر ۶۷ سال بتایا ہے۔ بہر حال آپ بارہویں صدی کے آخر نصف اور تیرہویں صدی ہجری کے ابتدائی ربع میں ایک عالم فاضل شخصیت کی حیثیت میں رہے ہیں۔

آپ کے نام کے بارے میں بھی مختلف روایات ہیں کسی نے آپ کو معظم خان کہا ہے۔ کسی نے عبدالمقتدر اور کسی نے عبدالصمد۔ مگر عبدالصمد نام صحیح معلوم ہوتا ہے۔ اس لئے کہ رحیم شاہ رحیم نے آپ کا شجرہ نسب، عبدالصمد تک پہنچایا ہے۔

حافظ صاحب ایک روایت کے مطابق قرآن پاک کے حافظ تھے۔ اس لئے حافظ کے نام سے مشہور ہوئے۔ مگر ایک روایت یہ بھی ہے کہ آپ پیدائشی طور پر تو بیانا تھے مگر بعد میں بینائی سے محروم ہو گئے اور تا بینا ہو گئے اس کا اظہار آپ کے ایک شعر سے ہوتا ہے۔

☆ ڈین، فیکلٹی آف اسلامک سٹڈیز اینڈ عربک، پشاور یونیورسٹی، پشاور

پہ بہرہ شبہ پسے صبا قرین پیوست رادرو می

پہ مسادھجر شبہ دبرہ شوہ صبا بہ نہ شی

ترجمہ: ”ہر رات کے پیچھے متصل دن کا ظہور ہوتا ہے۔ مگر مجھے ہجر کی ایک ایسی رات سے واسطہ پڑا جس کے دن کا ظہور کبھی نہیں ہوگا۔“ اس کی تائید بلوچستان کے مشہور ادیب اور شاعر سعید گوہرنے بھی کی ہے۔

حافظ صاحب الپورتی کے دیوان کے بارے میں بھی مختلف روایات ہیں۔ مگر ہم ان اختلافات میں پڑنا ضروری نہیں سمجھتے اور اس دیوان کو اپنا موضوع خن بناتے ہیں جو اس وقت ہمارے ہاتھوں میں ہے اس کا ناشر اسلام بک سنور، منگورہ، سوات ہے اور یہ ۱۹۸۳ء کی اشاعت ہے۔

حافظ صاحب کے دیوان سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ عربی زبان کے بڑے ماہر تھے اور عربی زبان پر آپ کو کمانڈ حاصل تھا۔ عربی کے ساتھ ساتھ آپ فارسی زبان کے بھی ماہر معلوم ہوتے ہیں۔ دیوان پر عربی اور فارسی دونوں زبانوں کا رنگ غالب ہے۔ دیوان میں عربی زبان کے خاص مشکل الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ دیوان سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حافظ صاحب الپورتی قرآن و حدیث دونوں پر عبور رکھتے تھے اور انہوں نے اپنے دیوان میں جن معاشرتی خرابیوں کو ہدف تنقید بنایا ہے وہ بھی قرآن و سنت کی تعلیمات کے عین مطابق ہے۔

اپنے موضوع کے حوالے سے ہم حافظ صاحب کے پورے دیوان کا احاطہ تو نہیں کر سکتے البتہ چیدہ چیدہ اشعار پیش کر کے اپنا موضوع واضح کرنے کی کوشش کریں گے۔ ان میں جو عربی کلمات استعمال ہوئے ہیں۔ ان کی نشاندہی بھی کریں گے اور اشعار کا ترجمہ کر کے ان کا مفہوم بھی واضح کریں گے۔

حافظ الپورتی اپنے دیوان کی ابتدا میں ایک جگہ لکھتے ہیں:

ش شاکر پہ ایمان اوسہ      برے آزار مسلمان اوسہ

معتصم پہ قرآن اوسہ      لہ گناہ کریزان اوسہ

کبائر دی کہ لمہ

ترجمہ: ”اپنے مؤمن ہونے پر اللہ کا شکر کرو اور بے ضرر مسلمان رہنے کی کوشش کرو۔ قرآن پاک کے ساتھ چمٹے رہو اور کبائر و صغائر دونوں طرح کے گناہوں سے اجتناب کرنے کی کوشش کرو۔“

ان اشعار میں عربی کا ایک لفظ شاکر ہے جو شکر سے اسم فاعل سے دوسرا معتصم ہے جو باب افعال

سے اسم فاعل ہے۔ مادہ عَضَم ہے۔ یعنی مضبوطی سے پکڑنا، یعنی قرآن کو مضبوطی سے پکڑو۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن پاک کی تعلیمات کے مطابق زندگی گزارو۔

ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں:

ط طالب دحق متین شه  
دبا کا کانوپہ تابین شه  
پہ طلب نئے خوشہ چین شه  
لارایستونکے پہ دوربین شه

چہ غریق نہ شے پہ یم

ترجمہ: ”محکم حق کا طالب رہو اور دین متین کی ایک بات کی کوشش کرو۔ نیک اور پاک لوگوں کے طریقے اپناؤ اور اپنا راستہ دور بین کے ذریعے متعین کرو۔ سمندر میں غرق نہ ہو جاؤ۔“

ان اشعار میں طالب، طَلَب سے اسم فاعل ہے۔ حق بھی عربی کا لفظ ہے۔ متین بھی عربی زبان کا کلمہ ہے۔ غریق بھی عربی زبان کا لفظ ہے اور آخری شعر میں یم کا لفظ استعمال ہوا، جو دریا کو کہتے ہیں۔ قرآن پاک میں بھی یہ لفظ مستعمل ہے۔

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

ق قفس نفسانی مات کرہ  
کشت د عشق پہ مقامات کرہ  
روحانی حاصل صفات کرہ  
تماشا دسموت کرہ

و کسہ علوی عالم

ترجمہ: ”اپنے نفس کے خول سے نکلو اور اپنے آپ میں روحانی صفات پیدا کرو۔ مقامات عشق کا چکر لگاتے رہو اور آسمانوں کا نظارہ کرتے رہو اور عالم بالا کا بغور مطالعہ کرو۔“

ان اشعار میں نفسانی، حاصل، صفات، مقامات، سموت، علوی اور عالم عربی کے کلمات ہیں، جو

حافظ صاحب نے بہت اچھے طریقے سے اپنے اشعار میں استعمال کئے ہیں۔

اپنے دیوان کے صفحہ ۱۵ پر اللہ کے نبی ﷺ کے بارے میں لکھتے ہیں:

انس و جن کہ ملاک وو  
لوح قلبہ قول لایدرک وو  
کہ انجم دہر فلک وو  
د عدم پہ شپہ کبیرے، رات وو

نمر صادق او خوت رنرا شوہ

ہسر چا خپل وجود لیدہ

ترجمہ: ”انسان، جنات اور ملائک، اور فلک کے ستارے، لوح و قلم جن کا سرے سے کوئی وجود نہ تھا۔ جب اللہ کے نبی ﷺ کی شکل میں سورج طلوع ہوا تو ہر آدمی کو اپنی حقیقت معلوم ہوئی۔“

ان اشعار میں انس، جن، ملائک، انجم، فلک، لوح و قلم، لایدرک، عدم، صادق اور وجود عربی کلمات ہیں۔ جن کو حافظ نے بہت خوبصورت انداز میں اپنے اشعار میں پرو دیا ہے۔  
صفحہ ۳۰ پر اللہ اور نبی کے بارے میں اظہار خیال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ہد ہادی مولا قیوم دے      چہ شریک نئے تل معدوم دے

پس ہادی در رسول نوم دے      چہ ماحی دبدر رسوم دے

نبی نبہرد علوم دے

تے کمال حاصلیدہ

ترجمہ: ”ہادی مولا قیوم کی صفت ہے۔ جس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ ہادی تو رسول ﷺ کا بھی نام ہے۔ جو غلط رسومات کے مٹانے والے ہیں۔ نبی ﷺ تو مدینہ العلوم ہے۔ جن سے کمال حاصل کیا جاسکتا ہے۔“

ان اشعار میں ہادی، مولا، قیوم، معدوم، ہادی، رسول، ماحی، علوم اور کمال عربی الفاظ ہیں۔

اللہ کے نبی ﷺ کے بارے میں فرماتے ہیں:

شفقت دے پہ فقیر وہ      ترحم دے پہ اسیر وہ

درحمت شفقت کاناہ      پہ دیدارم مشرف کرہ

ترجمہ: ”فقیر کے ساتھ آپ ﷺ شفقت فرماتے تھے۔ قیدی کے ساتھ آپ بسیار رحمت سے پیش آتے تھے تو رحمت اور شفقت کے کان ہیں۔ مجھے اپنے دید سے مشرف فرما۔“

ان اشعار میں شفقت، فقیر، ترحم (از باب تفعل) اسیر، رحمت، شفقت اور مشرف عربی کے الفاظ

پر۔

حافظ الپورئی پیری و مرشدی کے بھی قائل ہیں۔ بعض مشائخ کے بارے میں آپ نے جن جذبات کا اظہار کیا ہے وہ بعض لوگوں کے ہاں پسندیدہ نہیں ہے اور قرآنی تعلیمات کی روشنی میں یہ شرک کے زمرے

میں آتے ہیں۔ پیر بابا کے بارے میں لکھتے ہیں:

اے بابا رند البلادہ

مانیولے لمن ستادہ

خلاص موکرہ لہ ہر فسادہ

مانیولے لمن ستادہ

ترجمہ: ”اے پیر بابا اور علاقے کے رند! میں نے آپ کا دامن پکڑا ہوا ہے مجھے ہر فساد سے نجات دیں۔ میں نے آپ کا دامن پکڑا ہوا ہے۔“

ان اشعار میں بلاؤ، خلاص، فساد عربی کے کلمات ہیں۔

آمنت باللہ کے بارے میں کئی اشعار پڑھے ہیں۔

آمنت باللہ کے حوالے سے چند اشعار بطور نمونہ پیش خدمت ہیں:

خالق د خلق پہ تصدیق مولا توانا او کنرہ

بے غور و بے ستر روئے قدیم شنو ابینا او کنرہ

دنیا عقبی نے د قدرت پہ دائرہ کبنے بند دی

دکن پہ قول نے موجود کلی اشیاء او کنرہ

کائنات پست و وہمکی دنیا بودی پہ پردہ

اوس نے دصنع پہ صانع ظاہر پیدا او کنرہ

ترجمہ: ”مخلوق کا خالق حقیقت میں اللہ قادر مطلق ہے۔ کان اور آنکھیں نہیں ہیں، مگر قدیم ہے سنتا بھی ہے اور

دیکھتا بھی ہے۔ دنیا اور آخرت آپ کی قدرت کے دائرہ میں محصور ہیں اور کن کے کلمہ سے تمام اشیاء وجود میں

آئی ہیں۔ تمام کائنات عدم کے پردہ میں چھپی ہوئی تھی۔ مگر صانع نے اپنی صنع کے ذریعے اسے ظاہر کر دیا۔“

ان اشعار میں خالق، خلق، تصدیق، مولانا، قدیم، دنیا، عقبی، اشیاء، قدرت، دائرہ، کن، صنع، صانع،

اور ظاہر عربی الفاظ ہیں۔

ابلیس کی نافرمانی، عالم ارواح میں الست برکم کے جواب میں قالوا بلی کہنے والے اطاعت

شعاروں، اور قارون جیسے نافرمانوں کے بارے میں لکھتے ہیں:-

ستورے د بخت نے مکدر شہ راندہ ردلہ در کاه  
 انا خیر چہ ابلیس وے حاصل نے دا ولیدو  
 ترجمہ: ”ابلیس کی قسمت کا ستارہ مکدر (بینور) ہوا اور راندہ در بار الہی ہوا۔ اور ناخیر (میں انسان سے اچھا ہوں)  
 کہہ کر اس کو یہی بدلہ ملنا تھا۔“

اس شعر میں مکدر (گدلا) رد، انا خیر، ابلیس اور حاصل عربی کے کلمات ہیں۔

کرامو کل آرام پر یخے دے فرمان تہ رام دی  
 چہ د میتاق پیمان نے راست قالو ابلی ولیدہ  
 ترجمہ: ”اچھے اور صحیح مسلمانوں نے اپنے اوپر راحت حرام کر دی اور اللہ کے حکم کی متابعت کی۔ کیونکہ قالو ابلی  
 کہہ کر ان کو اپنے وعدے (الست بربکم) کے سچے ہونے کی حقیقت معلوم ہو گئی۔“  
 اس شعر میں کرام، کل، فرمان، میتاق اور قالو ابلی عربی کے کلمات ہیں۔

در ویشان خیزی د دنیا پہ دشمنی و عرش تہ  
 قارون پہ سینہ د دنیا تحت الشری ولیدہ  
 ترجمہ: ”در ویش لوگ دنیا کو لات مار کر عرش تک پہنچ جاتے ہیں۔ قارون دنیا سے محبت کر کے تحت الشری میں  
 چلے گئے۔“

اس شعر میں تحت الشری کا کلمہ قرآنی اصطلاح ہے۔

حافظ نے ایسے اشعار بھی کہے ہیں جن سے ہر شعر کی ابتدا عربی ترکیبات سے ہوتی ہے۔ فرماتے

ہیں:

أَيُّهَا الْغَافِلُ از درد عشق بے خبری

نہ لے خیال د محبوب در ہوائے سیم وزری

ترجمہ: ”اے غافل! درد عشق سے بے خبر ہو۔ مادی دنیا میں اتنے مصروف ہو گئے ہو کہ اپنے محبوب کا خیال تک  
 نہیں رہا۔“

یہاں ایہا الغافل اور محبوب عربی کلمات ہیں۔

لا تفضل بلا وسيلة بمنزل دوست

پنجوس خو کشمی پہ لار کنیہ شتہ وسیلہ پنج بہری

ترجمہ: ”بیچ بنا (ارکان اسلام) کا وسیلہ اختیار کرنا ضروری ہے یعنی ارکان اسلام کی ادائیگی بہترین وسیلہ ہے۔“

اس میں لا تفضل بلا وسیلہ اور منزل عربی اصطلاحات ہیں۔

أضرب رأسی بدست خود گلہ ہرگز نہ کنم

ورقیب انوتہ م مہ سپارہ فرخ دلبری

ترجمہ: ”میں اپنے ہاتھوں سے اپنا سر مارا ہوں اور میں کبھی بھی گلہ نہیں کرتا، مگر اے میرے پیارے محبوب! مجھے رقیبوں کے رحم و کرم پر نہ چھوڑو۔“

اس میں اضرب رأسی اور رقیب عربی کلمات ہیں۔

من ذاق طعم بلا (بلی) این نگار خواہد یافت

بے اغزو کله بورا موسی بوئی گل سحری

ترجمہ: ”جس نے (قاولا) بلی کا ذائقہ چمک لیا اس کو اپنا محبوب مل گیا۔ کانٹوں کے بغیر بورا کب سحر کے پھول کی خوش بو سے مستفید ہو سکتا ہے۔“

اس میں (من ذاق طعم بلی) پورا جملہ عربی کا ہے، مگر بلی کی جگہ بلا لکھا گیا ہے جو غلط ہے۔

یاسن ترید کشتنم شمشیرو کار دسیار

خلہ م وژنہ پہ بل تیغ مژگان توخنجری

ترجمہ: ”اے وہ شخص جو مجھے مروانا چاہتا ہے۔ تجھے مارنے کے لیے تلوار اور چھری کی ضرورت نہیں ہے۔ مجھے مارنے کے لیے آپ کی آنکھوں کے مژگان بطور خنجر کافی ہیں۔“

اس میں یاسن ترید پورا جملہ عربی کا ہے۔

مرّ عمری چوزلیخادر آرزوئے وصال

لکہ یوسف پہ آخروار بسویئ من نگری

ترجمہ: ”زیلخا کی طرح میری زندگی آرزوئے وصال دوست میں گزر گئی۔ یوسف کی طرح ایک آخری نگاہ

مرمت کیجئے۔“

اس میں مَرَّعُمَرٰی اور وصال دو عربی اصطلاحات ہیں۔

جف حلقى زتشنگی و تلخی هجرانت

خوله م خوره کره د دیدن په شربت قند شکری

ترجمہ: ”تیری جدائی کی تلخی اور پیاس سے میرا حلق خشک ہو گیا ہے۔ میرے منہ کو اپنے دید کے بیٹھے شربت سے بیٹھا کر۔“

اس میں جف حلقى پورہ جملہ عربی کا ہے۔

اننا أصبر در دوزخ جدائی دوست

لوکی دهجر حما اووینحه په جوئی کوثری

ترجمہ: ”میں اپنے دوست کی جدائی کے دوزخ میں رہنے پر صبر کرتا ہوں۔ ازراہ کرم میرے ہجر کے دھومیں حوض کوثر سے صاف کر۔“

اس میں اننا صبر، ہجر اور کوثر عربی کلمات ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے بے پایاں علم کے بارے میں حافظ الپوری قرآن پاک کے مفہوم کو ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔

کہ اشجار همه اقلام دریاہ موادشی کاتبان د مستعان وارہ عبادشی

کلمات بہ درب تم کاتبان نہ کا پہ لیکلوبہ ئے کل دریاہ نفاذشی

ترجمہ: ”اگر تمام درخت قلم اور تمام دریا سیاہی بن جائیں اور تمام بندے اللہ کے کاتب بن جائیں تو تمام دریا لکھتے لکھتے ختم ہو جائیں گے مگر اللہ کے کلمات ختم ہونے نہیں آئیں گے۔“

یہ قرآن کی اس آیت کا مفہوم ہے۔ ﴿قل لو کان البحر مدادا لکلمات ربی لنفد

البحر قبل ان تنفد کلمات ربی ولو جئنا بمثله مدادا﴾ (۱۸: ۱۰۹)۔

عاشق کی علامات کے بارے میں حافظ الپوری فرماتے ہیں:-

علامہ دعاشق دادہ چہ ہر یسارہ

نورئے قطع د عالمہ علائق دی

اوجھے شوندمے ، ترچشمان رنگ دزعفرانو  
عاشقان چہ دا اوصاف لری مُحق دی  
ترجمہ: ”عاشق کی نشانی یہ ہے کہ اپنے محبوب کے علاوہ باقی تمام جہاں کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں رہتا۔  
خشک ہونٹ، آنسوں بھری آنکھیں اور زعفران جیسا زرد چہرہ ایک سچے عاشق کی نشانیاں ہیں۔“  
اشعار میں علامتہ، قطع، علائق اور محق عربی الفاظ ہیں۔  
اپنے محبوب سے جدائی کے اثرات کے بارے میں حافظ الپوری لکھتے ہیں۔  
سمندر سمک نہ پائی بہ ہجران کنبرے  
چہ بیلتون ورباندے رای دوئی زاہق دی  
ترجمہ: ”سمندر (ایک خاص کیڑا) اور پھلی پانی سے جدا ہو کر زندہ نہیں رہ سکتے۔ جب یہ دونوں پانی سے جدا ہو  
جاتے ہیں تو تباہ ہو جاتے ہیں۔“  
شعر میں سمک، ہجر اور زاہق عربی کلمات ہیں۔  
انسان حرام خوری سے اجتناب نہ کرے تو اس کو نجات کیسی نصیب ہوگی۔ حافظ راقم طراز ہے۔  
تور زاغان چہ منقارنہ ساتی لہ خبثہ  
دچمن دکلو کلمہ مستحق دی  
ترجمہ: ”کالے کوئے جب گندگی سے اپنے چونچ کی حفاظت نہیں کرتے تو وہ باغ کے پھولوں کے مستحق کیسے  
ٹھہر سکتے ہیں۔“  
اس شعر میں منقار، خبث اور مستحق عربی کلمات ہیں۔  
صاف دلی کے فوائد اور مکدر دل کے نقصانات کے بارے میں لکھتے ہیں:  
سلیم دلویہ سپینیت خیلدین خوندی کہ  
د حسود حسنات وری دیو سارق دی  
ترجمہ: ”قلب سلیم والوں نے اپنے خلوص نیت سے اپنے دین کو محفوظ کر لیا اور حاسدوں نے اپنی نیکیاں شیطان  
کے ذریعے چوری کروائیں۔“  
شعر میں سلیم، نیت، حسود، حسنات اور سارق عربی کلمات ہیں۔

خسر، عسر بہ نئے برخہ پہ آخروی حسودان بدان دستخت عذاب ذائق دی  
ترجمہ: ”آخرت میں نقصان اور تنگی ان کا مقدر ہوں گے۔ حاسد اور برے لوگ قیامت کے دن سخت عذاب کا  
مزرہ لیں گے۔“

شعر میں خسر، عسر آخر، حسود اور ذائق عربی کلمات ہیں۔

جھوٹوں اور منافقوں کے بارے میں حافظ ایلوہی لکھتے ہیں:

بہ ظاہر صورت ملک صالحان بریشی

بہ باطن لہ شیا طینو لواحق دی

ترجمہ: ”ظاہر شکل و صورت میں تو فرشتے اور صالح لوگ نظر آتے ہیں، مگر باطن میں یہ شیطان کے قریبی دوست  
ہیں۔“

شعر میں ظاہر، صورت، ملک، صالح، لواحق عربی کلمات ہیں۔

صادقانولہ وعدہ دم معرفت ده

دکاذب پہ وعید دیر نصوص ناطق دی

ترجمہ: ”سچے لوگوں کے ساتھ اللہ کی معرفت کا وعدہ ہے اور جھوٹے کے لئے وعید پر بہت ساری آیات گواہ  
ہیں۔“

شعر میں صادق، وعدہ، معرفت، کاذب، وعید، نصوص اور ناطق عربی کلمات ہیں۔

چہ نئے نطق تل جغلی فریب دروغ وی

ترهغو سروی بہتر حُر ناہق دی

ترجمہ: ”جن لوگوں کے منہ پر ہمیشہ چغلی، فریب اور جھوٹ کے الفاظ ہوتے ہیں۔ ان سے زور سے آوازیں  
نکلنے والے گدھے اچھے ہیں۔“

اس شعر میں نطق، حمر ناہق عربی کلمات ہیں۔

مؤمنان بہ دانستہ دروغ نہ وائی

دا اخلاق دیہے فروغہ منافق دی

ترجمہ: ”مؤمن ارادتا جھوٹ بولنے والے نہیں ہوتے جھوٹ بولنا کم اصل منافق کا طرز عمل ہے۔“

شعر میں مؤمن، اخلاق اور مناقب عربی کلمات ہیں۔

دما زہر مار خورلی له ضرر شی

دکاذب کذب اضرار دخلائق دی

ترجمہ: ”سانپ کا زہر تو صرف سانپ کے ڈسے ہوئے کو ضرر پہنچاتا ہے، مگر جھوٹے کاجھوٹ تمام لوگوں کے لئے نقصان دہ ہے۔“

شعر میں ضرر، کاذب کذب، اضرار اور دخلائق عربی کلمات ہیں۔

دنمّام کاروان به حنکہ سلامت حنی

چہ رھزن ئے بدرقہ قائد سائق وی

ترجمہ: ”چغل خور کا قافلہ سلامتی کے ساتھ کیسے سفر کرے گا۔ جب اس کا قائد اور سائق چور ہو۔“

لہ آزارہ چابازار موندلے نہ دے

آہ فریاد زیر دستانو صواعق دی

ترجمہ: ”جو لوگ مخلوق خدا کو ضرر پہنچاتے ہیں وہ کبھی اچھے دن نہیں دیکھتے۔ مظلوموں کی آہ اور فریاد آسمانی بجلی جیسی قوت رکھتے ہیں۔“

اس شعر میں صواعق عربی کلمہ ہے۔

مال و دولت شاعر کی نظر میں قابل رشک چیز نہیں ہے۔ کہتے ہیں۔

وسرو سپینو تہ دھیچانہ پسسخیرم

سرے سکروتے دجہنم ذہب ورق دی

ترجمہ: ”میں کسی کے سونے چاندی (یعنی دولت) پر رشک نہیں کرتا کیونکہ یہ تو دوزخ کے انگارے ہیں۔“

شعر میں جہنم، ذہب ورق عربی کلمات ہیں۔

چہ دنفس پنجرہ دے ماتہ کرے حافظہ

مقامات د دفر دوس پہ سرادق دی

ترجمہ: ”اے حافظ! جب بھی تم نے اپنے نفس کا پنجرہ توڑ دیا یعنی فنا فی اللہ ہو گئے تو تمہارا مقام جنت فردوس کے اعلیٰ محلات ہوں گے۔“

آدم کے جنت سے نکلنے اور دنیا میں آنے کا فلسفہ بیان کرتے ہوئے حافظ صاحب لکھتے ہیں:-

لہ فلکھ ئے را کوز کرے دنیا تہ  
 دك سنازلہ معرفت لہ سینے ضم کرہ  
 آرام سرائے ئے دمحنث پہ سرائے بدل شہ  
 جنت حائى فتولد تناسل نہ وو  
 ہم محل دمرك ئے دارالقرار نہ وہ  
 مدار كل پہ عنایت ازلی دے  
 چہ ہادی ئے سبب جور ہدایت کرو  
 دسرکش فرعون پہ کور کنے ئے میشتہ وہ  
 ازلی پہ عنایت داسلام شومے  
 دبلعلم سرہ چہ مل عنایت نہ وہ د  
 پہ حبیب نجر چہ فضل الہی وہ  
 عکرمہ تیختہ دیرہ لہ نہی کرہ  
 حبشی بلباب ددین دباغ بلببل شہ  
 ہاشمی ابو اہب پہ لہب اوسو  
 کہ پہ علم لا رموندے شومے بے دفضلہ

پہ حافظ خپل عنایت او کرے کریمہ

چہ روینانہ مخ روان شسی دعقی تہ

ترجمہ: ”آسمان سے اللہ نے تمہیں دنیا میں اتار دیا۔ گویا کہ کشتی سے دریا میں گر گئے۔ لہذا دنیا کے اس سمندر میں تمہیں شناز پر سوار ہو کر جانا ہوگا تاکہ تم دوبارہ اپنے اصلی ٹھکانے پر چڑھ جاؤ۔ جنت جو آرام کی جگہ تھی، دنیا میں بدل گئی، جو محنت کی جگہ ہے جب عزیزیل شیطان نے بی بی حوا کے دل میں وسوسہ ڈالا اور اس نے اور آدم نے وہ شجرہ کھایا تو دونوں جنت، جو آرام کی جگہ تھی، سے نکل گئے اور دنیا، جو محنت کی جگہ تھی، میں آ گئے۔

جنت تو توالد و تناسل کی جگہ نہیں تھی۔ شجرہ کھانا تو بابا آدم کے لئے صرف جنت سے اترنے کا بہانہ

بن گیا۔ آخرت تو آدم کی جائے قرار تھی۔ کتنی حکمت سے اللہ تعالیٰ انہیں اس دار الفنا (دنیا) میں لے آیا۔ کامیابی کا تمام تر دار و مدار تو اللہ کی مہربانی پر ہے۔ برصیصا کو اپنے زہد کا صلہ نہیں ملا (اور زاہد بن کر بھی انجام کفر پر ہوا) جب اللہ تعالیٰ کسی کو ہدایت کا سبب پیدا کرنا چاہتا ہے تو ہد ہد بلیقیس کی طرف پرواز کر جاتا ہے۔

موسیٰ کو نافرمان فرعون کے گھر میں رہنا نصیب ہوا اور قسمت نے فرعون کی بیوی آسیہ کو ان کے لئے مسخر کر دیا۔

یہ تو اللہ کی مہربانی تھی کی زینب کو مسلمان بننے کے لئے یوسف کی محبت کا بہانہ مل گیا۔

جب ہدایت کی روشنی نظر آئی تو اصحاب کہف تاریکیوں سے بھاگ کر پہاڑ کے ایک غار میں پناہ گزین ہو گئے۔ بلعم بن باعور پر جب اللہ کی مہربانی نہیں تھی تو موسیٰ کے ساتھ دشمنی کرنے پر دوزخ چلا گیا۔

حیب بنار پر اللہ کی مہربانی تھی۔ اس لئے دین اسلام میں داخل ہوا۔

عکرمہ جس قدر بھی نبی سے بھاگتا چاہتا تھا مگر اللہ تعالیٰ اس کو اپنے فضل سے مصطفیٰ کی طرف کھینچ لایا۔

بلال حبشیؓ دین اسلام کا سردار بنا اور انہیں مسجد نبوی کا مؤذن بننے کی سعادت نصیب ہوئی۔

ابولہب ہاشمی تھا مگر دوزخ کا ایدھن بنا (ہاشمیت اس کے کوئی کام نہ آئی)۔ اگر صرف علم کے ذریعے ہدایت نصیب ہوتی تو بوعلی سینا کو کوئی گمراہ نہ کہتا۔

اے کریم خدا! حافظ الپوری کو اپنی عنایت سے نواز، تاکہ ایمان کے ساتھ اس دنیا سے رخصت ہو۔

ان تمام اشعار میں عربی کلمات یہ ہیں۔

فَلْكَ، دُنْيَا، فَلَكَ، مَعْرِفَت، بَحْر، مَأْوَى، جَنَّت، تَوْلَد، تَنَاسَل، مَحَل، دَارِ الْقَرَار،

حَكْمَت، دَارِ الْفَنَاء، كَل، عَنَايَت، اَزَلِي، حَاصِل، هَادِي، هِدَايَت، مَتَقَاد، ظَلَمَات،

لِظِي، فَضْل، قَائِد، نَدَا، مَنَارَه، لَهَب، دَرَكَات، عِلْم، ضَال، كَرِيم، عَقْبِي۔

آفات زبان کے بارے میں حافظ صاحب لکھتے ہیں:

سنانی جرد صحت پہ دارو موسمی

بے درمانہ سختہ جرح لسانی دہ

ترجمہ: ”نیزوں کے زخم تو دوائی سے مندمل ہو سکتے ہیں، مگر زبان کے زخم کسی بھی دوائی سے مندمل نہیں

ہو سکتے۔“

یہ عربی کے اس شعر کا ترجمہ ہے۔

جراحات السنان لها التيام ولا يلتام ما جرح اللسان  
اس شعر میں سنان، جرح، صحت، لسان عربی کلمات ہیں۔  
حافظ صاحب مزید لکھتے ہیں:

پہ صدیق پہ رفیق مسہر کرہ شفیقہ مجلس ناستہ دوستانو نورانی دہ  
ترجمہ: ”دوست اور ساتھی کے ساتھ محبت کرو۔ دوستوں کے ساتھ تعلق رکھنا بہت اچھی بات ہے۔“  
اس شعر میں صدیق، رفیق شفیق اور مجلس عربی کلمات ہیں۔

حافظ الپوری محنت و مشقت کی تعریف اور دوسروں کا دست نگر بننے کی قباحت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

مانہ ملاہم خہ دہ پہ محنت پہ مشقت نہ تر ملا جاپیروہ ہمیانی پردے دولت  
خواب پہ یوزی خہ دے چہ بے طاغہ بے تہمت وی نہ دے پہ سند سو بنہ سرہ دسلات  
کنب دھر چلبہ نیک عمل بلدے کلبی دہ بنکے دے کلبی نہ شی دعمل پہ زراعت  
لابرائی کلبی لردانان پہ بدو چلو ور کہ تل پرولوی دار ذال پہ خیل ظلت  
لور بہ کلبدے پورے پہ ابرود با عزتو رب دے بلغزت نہ کری کمزورے کم قوت  
پلار نیکہ دچاچہ بخیلان پہ دنیا توشی نہ ئے وی پہ اولاد کنے خوب سخوت  
ور کہ نصیحت کری لہ حلیہ لہ آیتہ قدر فائدہ نہ کری جہلان تہ نصیحت

ترجمہ: ”محنت و مشقت کر کے آدمی کی کمزور ٹ بھی جائے تو اچھی بات ہے مگر دوسروں کی دولت کی ہمیانی اپنی  
کمر کے ساتھ باندھنا اچھی بات نہیں ہے۔“

چٹائی پر سونا اچھی بات ہے جب انسان کا دامن بے داغ ہو اور اس پر کسی قسم کا الزام نہ ہو مگر ریشم پر  
سلامتی کے ساتھ سونا اچھی بات نہیں ہے۔

جھوٹ آدمی کے نیک اعمال کے لئے اولوں کی طرح تباہ کن ہے۔ اللہ تعالیٰ کسی کے نیک اعمال پر  
اولے نہ برسائے۔

رذیل لوگ اپنی بد کرداری اور بد عملی پر فخر کرتے ہیں۔ رذیل لوگوں کو تو اپنی ذلت کی پرواہ بھی نہیں

ہوتی۔ (اذا فاتک الحیاء فافعل ما شئت) رذیل لوگ باعزت لوگوں کی عزت سے کھیلتے ہیں۔ اللہ کسی کھینے کو باعزت نہ بنائے۔

جس آدمی کے آباؤ اجداد دنیا میں بخیل گزرے ہوں ان کی اولاد میں سخاوت کی خوبونہیں ہوتی۔ جاہلوں پر نصیحت کا کوئی اثر نہیں ہوتا، خواہ وہ قرآن وحدیث سے کیوں نہ ہو۔ ان اشعار میں عربی کے کلمات مندرجہ ذیل ہیں:-

محت، مشقت، تھمت، سندس، ملامت، کذب، عمل، زراعت، ارذل، ذلت، بخل، حب۔

آفات لسان کے بارے میں حافظ الہوری مزید لکھتے ہیں:

چہ نئے تل پہ ژبہ تریخ کلام جاری وی      جراحت پہ زرو نو کاندی آزاری وی  
تیراتے فرشتے شسی پالک سرشستہ      شرالناس وی لہ خناسہ نئے یاری وی  
نرہ وی د مؤمن زرہ چہ عرش اللہ دے      راندہ رجبہ لہ درکاہ دباری وی  
چہ وہی زروند ہمیشہ بہ نیش دژیے      دجافی مردم سزا کژوم ناری وی  
چہ دشنام نئے وی عادت دشمن دخدائی دے      حنکنن بہ نئے پہ شدت پہ دشولوی وی  
ترجمہ: ”جب ایک آدمی ہمیشہ تلخ کلامی کرتا ہے اور وہ اپنی بد کلامی سے دلوں پر زخم لگا کر لوگوں کو اذیت پہنچاتا ہے۔

تو ایسے آدمی سے فرشتے بھی بے زاری کا اظہار کرتے ہیں۔ ایسا آدمی شرالناس ہوتا ہے اور اس کی دوستی شیطان کے ساتھ ہوتی ہے۔

وہ مؤمن کے دل کی عمارت ڈھادیتا ہے اور مؤمن کا دل تو اللہ کا عرش ہے۔ ایسے لوگ راندہ دربار الہی ہوتے ہیں۔

جونگ ہمیشہ اپنی زبان سے لوگوں کے دلوں کو زخمی کرتے ہیں۔ ایسے ظالم لوگوں کی سزا پچھو اور آگ ہوتی ہے۔ جس آدمی کی عادت دشنام طرازی ہو وہ اللہ کا دشمن ہوتا ہے۔ اس کی جان مرتے وقت بڑی سختی سے نکلتی ہے۔“

ان اشعار میں عربی کے الفاظ یہ ہیں:

جراحت، تمبرا، شرالناس، خناس، عرش، رود، باری تعالیٰ، جانی، نار، عادت اور شدت۔

حافظ اس دارفنا کی بے وفائی اور یہاں سے کوچ کرنے کے بارے میں رقمطراز ہے۔

خود بہ نیمکرے دھر چانہ دا جہان پاتے شی

نہ بہ دے دنیا کنیے تاج دسلیمان پاتے شی

کہ جوك بادشاہ شی د دنیا بازار تے پاتے وینم

لکہ ریدے بہ ترے ترے پہ بیابان پاتے شی

نہ بہ فلکیہ نہ بہ ملک، نہ بہ عالم وی مدام

نہ بہ امیر نہ بہ فقیر بہ زور حوان پاتے شی

باد دھجران پہ ہر مکان باندے دائم اور کنرہ

پہ زیرو کلوبہ تل وفد دخزان پاتے شی

چہ چہ پیدادی پہ دنیا دا بہ شی وارہ فنا

فقط یونوم بہ پہ دنیا دپاک سبحان پاتے شی

خوبہ مغرور پہ تکبر کرزے پہ حب دنیا

پہ ختکدن کنیے بہ دھر سیری آرمان پاتے شی

دحنکدن دتسندے ما کرے پہ اسان قدیمہ

چہ دحکمت پیالہ پہ لاس کنیے دشیطان پاتے شی

دنیک عمل ارمان بہ ہلہ ہر بندہ لہ ورشی

چہ دلحد پہ بیچا ونرو بانے حیران پاتے شی

سفر دے دیر پہ مخکنیے پروت دے بے توخے پر مہ زہ

پہ دغہ لار کنیے دین عالم سترے ستومان پاتے شی

ورخ دقیامت بہ شی دبرہ پہ عالمو باندے

دشفاعت نہ بہ ہمہ پیغمبران پاتے شی

بے لہ ہفہ چہ محمد، احمد، محمودے خلقہ

دخبا، امت پہ شفاعت بہ نکہبان پاتے شی

دنیک عمل جزاہہ ور کوری دقیلست پہ ورخرے  
چہ مخلوقات دشورو شرہ پہ میدان پاتے شی

دنیک عمل جزاہہ ور کوری ہر بندہ لہ خالق  
چالہ بہ ور کوری خہ جنت چالہ نیران پاتے شی

حافظ عاصی، تہ عافی، ربہ رحیم کریمہ

کہ فضل ستلوی سلامت بہ نئے ایمان پاتے شی

ترجمہ: 'اس دنیا سے ہر ایک آدمی کو رخصت ہونا ہے اور یہاں پر تو سلیمان کا تاج بھی محفوظ نہیں ہے۔

بادشاہ کو بھی اس دنیا سے رحلت کرنا پڑتا ہے۔ گل لالہ کے جھڑے ہوئے پتوں کی طرح ہر آدمی (قبر میں) ریزہ ریزہ ہو جاتا ہے۔

فلک، ملک اور عالم کے لئے دوام نہیں ہے۔ اس دنیا میں نہ امیر رہے گا نہ فقیر، نہ بوڑھا رہے گا اور نہ جوان۔  
ہر مکان جدائی کی ہوا کی زد میں رہتا ہے اور زرد پھول ہمیشہ خزاں کے رحم و کرم پر ہوتے ہیں۔

دنیا کی ہر چیز فنا ہو جائے گی۔ صرف اللہ پاک کا نام باقی رہے گا۔ کل من علیہا فان ویبقی وجہ  
ربک ذوالجلال والا کرام۔

دنیا کی محبت میں کتنی دیر تک مغرور پھرتے رہو گے۔ جان نکلنے وقت ہر آدمی کف افسوس ملتا رہے گا۔

اے قدیم خدا! نزاع کی حالت میں پیاس کی شدت سے بچا، تاکہ شیطان کے ہاتھ میں پانی کا پیالہ دھرے کا  
دھرا رہ جائے۔

اچھے اعمال کی اہمیت آدمی کو اس وقت معلوم ہوگی جب اس کو لحد میں فرش پر لٹایا جائے گا۔

ہر انسان کو بہت لمبے سفر کا سامنا ہے۔ اس لئے بغیر توشے کے جانا مناسب نہیں۔ اس سفر میں بہت

ساری مخلوق تھک کے چور ہو جاتی ہے۔

جب تک قیامت کا دن برپا ہو جائے گا تو تمام پیغمبر لوگوں کی شفاعت سے معذرت کا اظہار کریں

گے۔ البتہ محمد، احمد اور محمود اپنی امت کی شفاعت کے لئے آگے بڑھیں گے۔ قیامت کے دن نیک اعمال کی جزا

ملے گی۔

اللہ تعالیٰ ہر انسان کو اپنے عمل کی جزا دے گا۔ کسی کو جنت ملے گی اور کسی کو دوزخ۔  
 اے رحیم و کریم خدا! حافظ گزار ہے اور تو معاف کرنے والا ہے۔ اگر اس کو تمہاری مہربانی اور فضل نصیب ہو  
 جائے تو اس کا ایمان سلامت رہے گا۔“



# بلوچستان کی پاکستانی زبانوں (براہوئی، بلوچی اور پشتو) کے اسلامی ادب پر ایک نظر

پروفیسر ڈاکٹر محمد انعام الحق کوثر

(۱) فرقان حمید کے تراجم و تفاسیر

ترجمہ: قرآن مجید بزبان بلوچی

مترجم: مولانا میاں حضور بخش جتوئی (اپنے دور کے جید عالم اور بہت بڑے شاعر۔۔۔ چالیس کے قریب تصانیف، اکثر بلوچی میں منظوم تراجم، بعض دینی کتب کا بلوچی میں منظوم ترجمہ کیا، شاعری خالص دینی و مذہبی۔۔۔) (نغمہ کوہسار، عبدالرحمن غور، کوئٹہ ۱۹۶۸ء ص ۱۷۷-۱۷۸ کتب کی فہرست مولانا عبدالباقی درخانی مرحوم نے ۱۹۸۳ء میں ڈاکٹر عبدالرحمن براہوئی کو مہیا کی تھی۔ بلوچستان میں دینی ادب، خطی، ص ۲۲۶-۲۲۸)۔  
قرآن مجید کا یہ پہلا بلوچی ترجمہ ہے جو جمادی الاول ۱۳۲۶ھ / ۱۹۰۸ء میں مکمل ہوا اور ۱۳۲۹ھ / ۱۹۱۱ء میں ہندوستان شیم پریس میں چھپ کر ڈھاڈر بلوچستان سے شائع ہوا۔ صفحات ۱۲۲۳ ترجمہ کے دقت مترجم کے پیش نظر شاہ ولی اللہ (م ۱۱۸۶ھ / ۱۷۶۲ء) شاہ رفیع الدین (م ۱۲۳۳ھ / ۱۸۱۸ء) اور شاہ عبدالقادر (م ۱۲۳۰ھ / ۱۸۱۳ء) کے تراجم قرآن پاک تھے۔ ان کے مطالعہ کے بعد آپ نے مغربی بلوچی میں یہ ترجمہ کیا۔ ماہرین کی رائے میں مولانا جتوئی نے اپنا جداگانہ انداز اپنایا۔ اور اس کا مکمل طور پر پتہ نہیں چلتا کہ متذکرہ بالاتراجم سے استفادہ کیا گیا ہے۔

برصغیر میں مطالعہ قرآن، بلوچستان میں قرآن کے تراجم و تفاسیر، پروفیسر ڈاکٹر انعام الحق کوثر، فکر و نظر (خصوصی اشاعت) اسلام آباد، جلد ۳۶، شماره ۳، رمضان ذی الحجہ ۱۴۱۹ھ / محرم صفر ۱۴۲۰ھ جنوری۔ مارچ۔ اپریل۔ جون ۱۹۹۹ء ص ۳۵۳-۳۵۷، ۳۶۲-۳۶۹۔

## سورہ یس بزبان بلوچی

مترجم: حضور بخش جنوئی، سن طباعت و اشاعت اور پریس کا نام تحریر نہیں کیا گیا۔ عربی متن کے ساتھ بلوچی ترجمہ بین السطور میں دیا۔ ہم۔ زبان نہایت سلیس ہے۔ اس کا ہدیہ ایک روپیہ ہے۔

## تبارک الذی بزبان بلوچی

مترجم: مولانا حضور بخش جنوئی، اس کا ذکر فرہست کتب مکتبہ درخانی ڈھاڈر ۱۹۳۸ء میں ہے۔ اور ہدیہ پانچ روپیہ درج ہے۔ عربی متن کے ساتھ بلوچی ترجمہ بین السطور میں چھپا ہے۔

## قرآن مجید بزبان براہوئی

مترجم: علامہ محمد عمر دین پوری (۸۲-۱۸۸۱ء۔۔۔ ۱۳۶۸ھ / ۱۹۳۸ء)، براہوئی زبان بلکہ بلوچستان کے کثیر الصانیف مصنف۔۔۔ نور محمد پروانہ ایڈیٹر، ایلم، مستونگ کے مطابق ۳۸ اور ڈاکٹر عبدالرحمن براہوئی کے بموجب ۳۹ کتابوں کے مصنف۔۔۔ تحریک خلافت کے دوران ہجرت بھی کی۔۔۔ شیخ بلوچستان علامہ محمد فاضل درخانی (۱۲۳۶ھ / ۱۸۳۰ء۔۔۔ ۱۳۱۳ھ / ۱۸۹۶ء) کے ایک مایہ ناز شاگرد اور چچا زاد بھائی مولانا عبدالحی تھے۔ ان کے عظیم ترین شاگرد مولانا محمد عمر دین پوری تھے۔ وہ بیک وقت مصنف، مبلغ، مترجم، مفسر، مولف، فنکار اور سیاسی کارکن بھی تھے۔ (نبی کریم ﷺ کا ذکر مبارک بلوچستان میں، ڈاکٹر انعام الحق کوثر، لاہور، ۱۹۸۳ء ص ۵۲ تا ۷۸)۔

یہ قرآن پاک کا براہوئی میں پہلا ترجمہ ہے۔ جو ۱۳۳۳ھ / ۱۶-۱۹۱۵ء میں ہندوستان اسٹیم پریس لاہور میں طبع ہوا۔ صفحات ۱۱۳۴ اس کی طباعت کے اخراجات و ڈیرہ نور محمد ہنگوئی نے برداشت کیے اور نسخے مفت تقسیم کیے گئے۔ یہ ترجمہ عرصہ سے نایاب تھا۔ ۱۳۰۳ھ / ۱۹۸۲ء ہجرہ قومی کمیٹی اسلام آباد نے براہوئی اکیڈمی کوئٹہ کے تعاون سے اسے دوبارہ شائع کیا۔ بارہ صفحات (تمہید ۲ سورتوں کی فہرست ۴، اور مزید معلومات ۶) کا اضافہ کیا گیا۔ قرآن مجید کے مختلف تراجم مترجم کے زیر مطالعہ رہے۔ جن کی تفصیل اب اضافات میں دے دی گئی ہے۔ علامہ محمد عمر دین پوری نے کسی ایک مترجم یا مفسر کا اتباع نہیں کیا۔ براہوئی زبان کے ماہرین کی ناقدانہ نظر میں انہوں نے سب کے مطالعہ کے بعد براہوئی میں با محاورہ ترجمہ کیا ہے۔ ترجمہ کا انداز مست ہی دلچسپ ہے۔ سلاست اور روانی کا بھرپور مظاہرہ کیا گیا ہے۔

## پارہ عم بزبان براہوئی

مترجم: علامہ محمد عمر دین پوری۔ اس کا ذکر فہرست کتب مکتبہ درخانی ڈھاڈر (بلوچستان) ۱۹۸۳ء میں موجود اور ہدیہ پانچ روپیہ درج ہے۔ پارہ عم کا یہ جدا براہوئی ترجمہ دستیاب نہیں ہو سکا۔

سورۃ ملک بزبان براہوئی: مترجم: علامہ محمد عمر دین پوری۔ اس کا ذکر فہرست کتب مکتبہ درخانی ڈھاڈر (بلوچستان) ۱۹۸۳ء میں موجود اور ہدیہ پانچ روپیہ تحریر ہے۔ سورہ ملک کا یہ الگ براہوئی ترجمہ دستیاب نہیں۔

## سورہ فاتحہ (منظوم بزبان براہوئی)

مترجم: مولانا محمد افضل نوشکوی (ایک جید عالم، بلوچستان کے ضلع چاغی کے شہر نوشکی میں مقیم، وہیں ایک دینی مدرسہ افضل المدارس قائم کیا جو اب تک قائم ہے۔) سورہ فاتحہ کا یہ منظوم براہوئی ترجمہ مختلف رسائل و جرائد میں چھپا ہے۔ ناقدین فن کی نظر میں یہ ترجمہ اپنے اندر علمی و ادبی محاسن رکھتا ہے۔ مولانا محمد افضل کی فارسی میں تین کتابیں بھی شائع ہوئی ہیں۔

## ترجمہ قرآن مجید بزبان پشتو

مترجم: غلام کبریا خان ترکانی، (آپ کی جائے پیدائش امرتسر، تعلیم اسلامیہ ہائی سکول کونڈ میں پائی، کونڈ میں ہی اقامت گزین ہوئے۔ ۱۹۷۳ء میں ایک کتابچہ قرآنی سزاؤں پر مبنی ”کتاب الحدود“ کے نام سے چھپوایا، اور کونڈ میں ایک حلقہ طالبان علم قرآن قائم کیا ہے۔ جس کا مقصد نوجوانوں کو کسی ازم کی جانب مائل ہونے سے روکنا ہے۔

مترجم کے مطابق افغانستان میں شائع شدہ پشتو ترجمہ میں (جو حضرت محمود حسنؒ کے ترجمہ و تفسیر کا پشتو ترجمہ ہے) زبان و بیان کی غلطیاں تھیں اس لیے ان کی تصحیح کی گئی۔ وہاں کی پشتو اور بلوچستان کی پشتو میں فرق ہے۔ مترجم نے اس کو بلوچستان میں بولی جانے والی پشتو میں منتقل کیا ہے۔ اس سلسلے میں مترجم کی معاونت دیوبند کے ایک فارغ التحصیل نے کی۔ مگر ساتھ ہی نام کو اخفاء رکھنے کا کہا۔ اس لئے کبریا صاحب ان کا نام ظاہر نہیں کرتے۔

یہ ترجمہ اب تک زیور طباعت سے آراستہ نہیں ہوا۔ (بلوچستان میں دینی ادب، ڈاکٹر عبدالرحمن

براہوئی، خطی، ۱۳۰۷ھ/۱۹۸۷ء ص ۱۳۲)

## تفسیر القرآن (بلوچی)۔۔ (پہلا پارہ الم)

مفسر: قاضی عبدالصمد سر بازی (۱۹۰۲ء۔ ۱۳ ستمبر ۱۹۷۵ء، ۶ رمضان المبارک ۱۳۹۵ھ) سب سے پہلے آیت کا ترجمہ دیا گیا ہے۔ اس کے بعد اس کی تفسیر بیان کی گئی ہے۔ قاضی عبدالصمد سر بازی کو سابقہ ریاست قلات کے محکمہ قضا کی ذمہ داریاں سونپی گئیں۔ اس لیے وہ زیادہ ہی مصروف ہو گئے۔ چنانچہ اس پہلے پارہ کے ترجمہ و تفسیر کو مولوی خیر محمد ندوی بلوچ نے مرتب کیا اور محرم الحرام ۱۴۰۳ھ/۱۹۸۲ء میں پاک نیوز ایجنسی تربت مکران نے اسحاقیہ پرنٹنگ پریس جو ناماریٹ کراچی میں چھپوا کر شائع کیا۔ یہ تفسیر ۸۷ صفحات پر مبنی ہے۔

ذکری فرقہ کے متعلق آپ کی دو کتابیں (ارمغان ذکریمان۔ کراچی، ۱۳۵۷ھ/۱۹۳۸ء۔ تمبر اسلام برکھورذگریاں۔ کراچی ۱۳۵۷ھ/۱۹۳۸ء) شائع ہوئیں۔ آپ کی ایک اور کتاب فتح مبین ۱۹۷۵ء میں چھپی (کچول (بلوچی) الحاج مولوی خیر محمد بلوچ ندوی کراچی ۱۹۷۸ء ص ۷۱)۔ دیوان سر بازی (ترتیب و تدوین: عبدالستار عارف قاضی) ۱۴۰۵ھ/۱۹۸۴ء میں کراچی سے چھپا۔

## قرآن مجید (بلوچی ترجمہ و تفسیر)

مترجم و مفسر: قاضی عبدالصمد سر بازی و مولانا خیر محمد ندوی بلوچ۔ قرآن مجید کے اس بلوچی ترجمہ کے لیے خان قلات میر احمد یار خان مرحوم نے ۱۳۵۵ھ/ اگست ۱۹۳۲ء میں کہا تھا۔ قاضی القضاة حضرت مولانا قاضی عبدالصمد سر بازی پانچ سال میں صرف انیس پاروں کا ترجمہ اور پہلے پارہ کی تفسیر تحریر کر سکے۔ عدلیہ کی ذمہ داریوں کی وجہ سے وہ اس اہم کام کو مکمل نہ کر سکے۔ بعد کے گیارہ پاروں کا ترجمہ مولانا خیر محمد ندوی بلوچ (بلوچی کے مشہور و معروف ادیب، مدیر ماہنامہ سوغات بلوچی کراچی)، (جاری کردہ اگست ۱۹۷۸ء)

یہ درحقیقت شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی (م ۱۳۶۹ھ/۱۹۴۹ء) کی تفسیر کا بلوچی ترجمہ ہے۔ ابتداء کے چند صفحات پیش لفظ اور مترجمین کے احوال زندگی اور دیگر معلومات کے لیے وقف کیے گئے ہیں۔ مولانا احتشام الحق آسیا آبادی نے اسے بڑے اہتمام سے اعلیٰ کاغذ پر آفسٹ کی طباعت اور ریگیزین کی خوبصورت جلد کے ساتھ الجمعۃ المرکزۃ الدعوة الاسلامیہ، ننگر اور جمعیتہ انصار السنۃ الحمدیہ تربت مکران کی جانب سے پیش کیا ہے اسے اسحاقیہ پرنٹنگ پریس کراچی نے طبع کیا۔

اس بلوچی ترجمہ و تفسیر کے بارے میں روزنامہ جنگ کراچی (جمعہ ایڈیشن ۱۲ فروری ۱۹۸۶ء) نے لکھا تھا:  
 ”بلوچی بولنے والے ایسے لوگ جو دوسری زبانوں سے نا آشنا ہیں۔ ان کے لئے یہ  
 ترجمہ و تفسیر نعت سے کم نہیں ہے۔ وہ اس کے مطالعہ سے قرآنی احکامات و تعلیمات سے آگاہ ہوتے ہوئے  
 خدا کے آخری پیغام کو سمجھ سکتے ہیں اور اس پر عمل کر کے اپنی دنیا اور آخرت سنوار سکتے ہیں“  
 قرآن مجید ترجمہ و تفسیر (قلمی بلوچی)

مترجم و مفسر: مرزا فیض اللہ خان یوسف زئی (۱۹۰۶ء۔ ۱۱ اکتوبر ۱۹۸۱ء۔ وطن مالوف والہندین ضلع  
 چاغی بلوچستان) اپنی زندگی میں صرف تین پاروں کا مکمل ترجمہ و تفسیر لکھ سکے۔ جن کا مسودہ طاہر محمد خان  
 ایڈووکیٹ (سابق وزیر اطلاعات حکومت پاکستان) کوئٹہ کے پاس موجود ہے۔ ان تین پاروں میں سب سے  
 پہلے آیت کا بلوچی ترجمہ ہے اور حاشیہ میں مختصر تفسیر بلوچی ہے۔ آپ کے زیر مطالعہ کون کون سی تفاسیر ہیں اس کا  
 ذکر موجود نہیں۔ ماہرین فن نے آپ کے انداز ترجمہ و تفسیر کو سراہا ہے۔

قرآن مجید (ترجمہ و تفسیر بلوچی۔ قلمی مکمل)

مترجم و مفسر: الحاج عبدالقیوم بلوچ ایم۔ اے (انگریزی) ایل۔ ایل۔ بی۔ ۸۔ اگست ۱۹۲۵ء کو منجگور  
 مکران ڈویژن بلوچستان میں پیدا ہوئے۔ آپ کے آباؤ اجداد حضرت عمرؓ کے زمانہ میں موسیٰ اشعری کی فتح کے  
 وقت مکران آئے تھے۔

قرآن مجید کا بلوچی زبان میں ترجمہ و تفسیر مکمل کر چکے ہیں۔ اشاعت کا بندوبست کر رہے ہیں۔ آپ  
 نے ۱۹۔ اپریل ۱۹۹۷ء کو مجھے لکھا ہے۔ ”اب مسودہ عزت اکیڈمی منجگور کے پاس ہے۔ وہ سپارہ سپارہ  
 مولوی مولا بخش صاحب کو معائنہ اور ایڈیٹنگ کے لیے دے رہے ہیں۔ محترم سید فصیح اقبال سابق سینیٹر نے اپنے  
 فنڈ سے اس کی اشاعت کی خاطر ایک لاکھ روپیہ اکیڈمی مذکورہ کو دے رکھا ہے۔“ آپ کی دوسری کتابیں جیسے  
 بلوچی یومیا (بلوچی گائیڈ، کوئٹہ، ۱۹۶۳ء۔ ضخامت۔ میگزین سائز ۱۳۳ صفحات، رسولؐ نے پہلکیں زند (رسولؐ کی  
 پاک زندگی۔ کوئٹہ، ۱۹۸۰ء، ۵۶ صفحات)

(نبی کریم ﷺ کا ذکر مبارک بلوچستان میں، ڈاکٹر انعام الحق کوثر کوئٹہ ۱۹۸۳ء ص ۳۸۰، ۲۸۱، حاجی  
 عبدالقیوم بلوچ، صلاح الدین مینگل، مشرق، کوئٹہ، ۲۶ جولائی ۱۹۸۰ء)

(بلوچستان میں اردو، ڈاکٹر انعام الحق کوثر، لاہور ۱۹۶۸ء، راولپنڈی ۱۹۸۶ء، ۱۹۹۳ء، ص ۵۸۳)

حاجی عبدالقیوم بلوچ کا خط میرے نام مورخہ ۱۹- اپریل ۱۹۹۷ء

تفسیر اختر یہ (براہوئی)

مفسر: مولانا محمد اختر، آپ کا تعلق مینگل قبیلہ سے ہے۔ آپ نوشکی (بلوچستان) کے باشندے ہیں۔ تفسیر اختر یہ شروع میں جدا جدا پاروں میں چھپی اور ہر پارہ مختلف مطابع میں شائع ہوا۔ جیسے پارہ اول دین محمد پریس لاہور، پارہ دوم قاسمی پریس لاہور، پارہ سوم زمانہ پریس کوئٹہ، پارہ چہارم جنگ پریس کوئٹہ میں طبع ہوا۔ کئی پاروں پر پریس کا نام درج نہیں۔ تمام پاروں کو مفسر نے خود ہی شائع کیا۔ ۱۹۸۶ء میں ان تمام پاروں کو کتب خانہ مظہر کراچی نے چھ جلدوں میں چھاپا اور ہدیہ چار روپیہ رکھا۔

آغاز میں جب اس تفسیر کے چند ایک پارے چھپ کر منظر عام پر آئے تو وہ اتنے مقبول ہوئے کہ پاکستان کے علاوہ سعودی عرب، مسقط، قطر، ابوظہبی، العین، ایران، افغانستان وغیرہ میں رہائش پذیر براہویوں نے اچھی خاصی تعداد میں کاپیاں منگوائیں۔

پہلا پارہ ۱۳۹۸ھ (۱۹۷۸ء) میں چھپا۔ اور چار پانچ سال میں دوسرے سب پارے طبع ہوئے۔ تفسیر تحریر کرتے وقت آپ کے زیر مطالعہ مندرجہ ذیل تفاسیر رہیں۔

- ۱- تفسیر ابن کثیر اسماعیل ابن کثیر القرشی الدمشقی
- ۲- المعظمی مولانا ثناء اللہ پانی پتی
- ۳- الحازن محی السدہ علاؤ الدین علی ابن محمد البغدادی
- ۴- معالم التنزیل ابی محمد الحسنی الفراء النجفی
- ۵- النسفی ابوالبرکات عبداللہ ابن احمد ابن محمود النسفی
- ۶- جلالین جلال الدین سیوطی (جلال الدین محلی)
- ۷- الاتقان ایضاً
- ۸- بیان القرآن مولانا اشرف علی تھانوی
- ۹- تفسیر عزیز مولانا شاہ عبدالعزیز
- ۱۰- جواہر القرآن مولانا غلام اللہ خان

- ۱۱۔ تفسیر عثمانی مولانا شبیر احمد عثمانی
- ۱۲۔ ترجمہ قرآن مجید شاہ ولی اللہ
- ۱۳۔ موضح القرآن شاہ عبدالقادر
- ۱۴۔ قصص القرآن مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی
- ۱۵۔ تفسیر ابن عباس حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ

تفسیر کے ساتھ ساتھ حوالے بھی دیے گئے ہیں۔ جس سے اس کی افادیت میں خاطر خواہ اضافہ ہوا ہے۔ ماہرین فن کے خیال میں اس کی زبان واضح اور اسلوب نگارش دلپذیر ہے۔ ڈاکٹر عبدالرحمن براہوئی، ۱۴۰۷ھ/۱۹۸۷ء (بلوچستان میں دینی ادب، (قلبی) ص، ۱۶۹، ۱۷۰)

تفسیر السلطان المعروف بہ تنویر الایمان (براہوئی)

مفسر: حافظ احمد ابن حافظ خان محمد (۷ ربیع الآخر ۱۳۶۷ھ/۱۹۴۸ء۔ ۲۶۔ جنوری ۱۹۷۳ء) احمد آباد (اوسٹہ محمد بلوچستان) میں پیدا ہوئے۔ سندھی اور اردو کی تعلیم کے بعد کونڈ سے تیس میل دور مستونگ کی جامع مسجد کے پیش امام مولانا محمد صدیق سے فارسی اور عربی کی تعلیم حاصل کی۔ ۱۹۶۳ء میں براہوئی میں لکھنا شروع کیا۔

زیر تبصرہ تفسیر پہلے تین پاروں کی تفسیر ہے۔ جن میں سے صرف پہلے پارے کی تفسیر جو ۱۵ ستمبر ۱۹۶۹ء میں مکمل ہوئی تھی۔ آپ (حافظ سلطان احمد) کی اچانک وفات کے بعد ان کے والد حافظ خان محمد نے دسمبر ۱۹۷۳ء میں اسلامیہ پریس کونڈ سے چھپوا کر احمد آباد تحصیل اوسٹہ محمد بلوچستان سے شائع کی۔ جس کے کل صفحات ۲۳۰ ہیں۔ دوسرے اور تیسرے پارے کی تفسیر ۲۶ اگست ۱۹۷۰ء کو مکمل ہوئیں جو غیر مطبوعہ ہیں۔ تفسیر میں پہلے اختصار سے بیان کرتے ہیں۔ پھر وضاحت کرتے ہیں۔ اور خاصا پھیلاؤ ہوتا ہے۔ ماہرین فن کے مطابق اچھے خاصے مطالعہ کے بعد تفسیر لکھی ہے۔ مفسر کی محنت کا بخوبی اندازہ لگ جاتا ہے۔ کتابت و طباعت معیاری ہے۔ حافظ سلطان احمد نے اس کم عمری میں کئی اور کتابیں بھی تحریر کیں جو زیادہ تر غیر مطبوعہ ہیں۔ (بلوچستان میں دینی ادب، خطی، ص ۱۷۲ تا ۱۷۵)

علم نابال (براہوئی)

مفسر: مولانا محمد عمر (تعلق قبیلہ دہوار سے۔ رہائش تیری مستونگ، دیوبند سے فارغ التحصیل)

یہ قرآن مجید کی سورہ علق کی تفسیر ہے۔ یہ دسمبر ۱۹۷۸ء میں اسلامیہ پریس کوئٹہ میں چھپی اور براہوئی اکیڈمی کوئٹہ نے اسے شائع کیا۔ ایک سو چالیس صفحات پر مبنی ہے۔ شروع میں اقراء کے ناطے سے آپ نے علم کی وقعت اور فضیلت بیان کی ہے۔

ڈاکٹر عبدالرحمن براہوئی کے الفاظ میں ”اس تفسیر میں آپ نے جو جملے استعمال کیے ہیں وہ براہوئی زبان و ادب کی روانی و سلاست میں اپنی مثال آپ ہیں اور آپ کے علمی مضامین کا شہ پارہ ہیں۔ اور یہ تفسیر شاہ عبدالعزیز کی تفسیر عزیزی کی طرز پر ہے۔ اور حکایتوں کی وجہ سے مطالب پر روشنی پڑتی ہے۔“ (بلوچستان میں دینی ادب، خطلی ص ۱۷۹)

### مفتاح القرآن فی براہی اللسان

مفسر: علامہ محمد عمر دین پوری۔ آپ نے قرآن مجید کے مندرجہ ذیل پاروں کی تفاسیر تحریر کیں:-

- |    |                             |   |
|----|-----------------------------|---|
| ۱۔ | تفسیر الم (پارہ ۳)          | مطبع رافاہ عام لاہور ۱۳۳۵ھ/۱۹۲۶ء۔ ۱۴۰ صفحات |
| ۲۔ | تفسیر سبقر (پارہ ۲)         | ایضاً                                       |
| ۳۔ | تفسیر تلک الرسل (پارہ ۳)    | ایضاً ۱۳۳۷ھ/۱۹۲۸ء                           |
| ۴۔ | تفسیر لن تالوا لبر (پارہ ۴) | ایضاً                                       |
| ۵۔ | تفسیر والخصنات (پارہ ۵)     | ایضاً                                       |
| ۶۔ | تفسیر وقال الذین (پارہ ۱۹)  | ایضاً ۱۸۳                                   |
| ۷۔ | تفسیر قال فخطبکم (پارہ ۲۷)  | ایضاً ۱۴۰                                   |
| ۸۔ | تفسیر تبارک الذی (پارہ ۲۹)  | ایضاً ۱۸۳                                   |
| ۹۔ | تفسیر عم (پارہ ۳۰)          | ایضاً ۱۴۰                                   |

ان سب تفاسیر کی کتابت مفسر نے خود کی ہے۔ سب سے پہلے آیت اور اس کا ترجمہ پھر شان نزول، اس کے بعد آیت کی تفسیر لکھی ہے۔ جس کے لیے مفسر نے لفظ خلاصہ استعمال کیا ہے۔ یہ براہوئی زبان میں قرآن مجید کی پہلی تفسیر ہے۔ مگر انوس زندگی نے وفات کی اور آپ پورے قرآن پاک کی تفسیر تحریر نہ کر سکے۔ مفسر ایک جید عالم تھے۔ اس لیے ناقدین کی رائے میں تفسیر عالمانہ رنگ کی مظہر ہے۔ (بلوچستان میں دینی ادب، قلمی ص ۱۸۱)

## تفسیر تبیان القرآن افغانی

مفسر: مولانا عبدالشکور طوروی (۱۹ مئی ۱۹۱۹ء۔ جون ۱۹۸۰ء) طور و ضلع مردان

(صوبہ سرحد) میں مولانا عکیم غلام رسول کے ہاں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم کے بعد آپ نے مظاہر العلوم سہارنپور سے ۱۳۵۴ھ/۱۹۳۵ء میں حدیث کی سند حاصل کی۔ پنجاب یونیورسٹی سے مولوی فاضل (۱۹۳۷ء) فاضل (۱۹۳۸ء) پشتو فاضل (۱۹۴۲ء) اور میٹرک (۱۹۴۳ء) کے امتحانات پاس کیے۔ ۱۳۔ اپریل ۱۹۳۹ء کو اسلامیہ ہائی سکول کوئٹہ میں عربی اور اسلامیات کے مدرس تعینات ہوئے۔ ۱۹۴۵ء میں آپ مرکزی جامع مسجد کوئٹہ کے خطیب مقرر ہوئے اور اپنی وفات تک یہیں رہے۔

مذکورہ تفسیر کا اشتہار آپ کی کتابیں ”دین کی باتیں حصہ اول تا چہارم مطبوعہ کوئٹہ ۱۹۵۱ء میں

یوں چھپا ہوا ہے۔

”قرآن پاک کی مکمل تفسیر بزبان افغانی کی گئی ہے۔ ہر آیت کا نمبر دے کر اس کے بالقابل اس کا با محاورہ ترجمہ کر دیا گیا ہے۔ اس کے بعد سلس پشتو میں ہر آیت کی تشریح کی گئی ہے“

ماہنامہ ”الرشید“ کے دیوبند نمبر (مطبوعہ ۱۳۲۶ھ/۱۹۷۶ء) صفحہ ۴۴۰ پر لکھا ہے۔ کہ قرآن مجید کی تفسیر کے چند پارے غیر مطبوعہ ہیں۔

## کشف القرآن (مکمل، براہوئی)

مفسر: مولانا محمد یعقوب شروری، مہتمم جامعہ رشیدیہ و پبلک ہائی سکول سرکی روڈ کوئٹہ۔

یہ تفسیر مختلف تفاسیر کا نچوڑ ہے۔ اسی لیے بلوچستان میں زیادہ تر دینی مدارس میں اس سے استفادہ کیا جا رہا ہے یہ آٹھ جلدوں میں ۱۹۹۲ء سے ۱۹۹۶ء تک کوئٹہ سے شائع ہوئی ہے۔ صفحات آٹھ ہزار کے لگ بھگ ہیں۔ اور قیمت صرف بارہ سو روپے ہے۔ آخری جلد میں تذکرہ المفسرین بھی موجود ہے۔ جس سے اس کی افادیت میں بہت اضافہ ہوا ہے۔ ساری تفسیر کئی سالوں کی محنت شاقہ کا حاصل ہے۔ اور اسے بلاشبہ قرآن پاک کا معجزہ قرار دیا جاسکتا ہے۔

## حرمین شریفین کے سفر نامے ترغیب الحجاج (بلوچی)۔۱

مولانا حضور بخش جتوئی مترجم قرآن مجید بلوچی کی حیثیت سے بہت شہرت کے مالک ہیں۔ آپ شیخ

البلوچستان مولانا محمد فاضل درخانی (۱۲۳۶ھ/۱۸۳۰ء\_ ۱۳۱۳ھ/۱۸۹۶ء) کے نامور تلامذہ میں سے تھے۔

قرآن مجید کا یہ پہلا بلوچی ترجمہ ہے۔ جو جمادی الاول ۱۳۲۶ھ/۱۹۰۸ء میں مکمل ہوا اور ۱۳۲۹ھ/۱۹۱۱ء میں ۱۲۲۳ صفحات پر مبنی ہندوستان سٹیم پریس لاہور میں چھپ کر ڈھاڈر بلوچستان سے شائع ہوا۔ آپ چالیس کے لگ بھگ کتابوں کے مصنف و مترجم ہیں۔ آپ نے کئی دینی کتب جیسے قدوری (امام ابوالحسن احمد بن محمد بن احمد بن جعفر ۳۶۲ھ/۹۷۲ء\_ ۴۲۸ھ/۱۰۳۷ء) شامل شریف (ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ بن موسیٰ بن ضحاک سلمیٰ ترمذی ۲۰۹ھ/۲۵۰ء\_ ۲۴۳ء\_ ۲۷۹ھ/۸۹۲ء) اور خلاصہ کیدانی (الطف اللہنی\_ سن پیدائش و وفات دستیاب نہیں) وغیرہ کا بلوچی میں ترجمہ کیا۔

ترغیب الحجاج اسم باسلمی ہے۔ اس کا نام فہرست کتب مکتبہ درخانی ڈھاڈر بلوچستان ۱۹۴۸ء میں درج ہے۔ اور قیمت پانچ روپے تحریر ہے۔

۱۔ قافلہ ادب اسلامی، حرمین شریفین کے سفر نامے اور بلوچستان، ڈاکٹر انعام الحق کوش، لاہور، زوال القعدہ ۱۴۱۹ھ/مارچ ۱۹۹۹ء ص ۳۹۶-۳۹۹

## فی الفراق (منظوم براہوی)

بلوچستان کے عظیم بزرگوں میں ایک اہم شخصیت شیخ بلوچستان علامہ محمد

فاضل درخانی (۱۲۳۶ھ/۱۸۳۰ء\_ ۱۳۱۳ھ/۱۸۹۶ء) کی تھی۔ جنہوں نے میر نصیر خان نوری (۱۱۶۳ھ/۱۷۵۰ء\_ ۱۲۰۹ھ/۱۷۹۳ء) کے عہد کے ایک جید عالم اور شاعر ملک دادا بن آدین غزنین کی روایت کو قائم و دائم رکھتے ہوئے نہ صرف براہویوں کے دلوں کو ایک بار پھر نور اسلام سے تابندہ کیا۔ بلکہ عالموں، فاضلوں، مفسروں اور مبلغوں کا ایک ایسا نامور گروہ پیدا کر دیا جس نے بلوچستان پر عیسائیت کی یلغار کو کسی طرح بھی کامیابی سے ہمکنار نہ ہونے دیا۔ اس گروہ میں علامہ محمد عمر دین پوری (المتوفی ۱۳۶۸ھ/۱۹۴۸ء) کا نام نامی سرفہرست تھا۔

علامہ محمد عمر دین پوری بیک وقت مصنف، مبلغ، مترجم، مفسر، مولف اور فنکار ہونے کے ساتھ ساتھ ایک علمی سیاسی کارکن بھی تھے۔ آپ نے اڑتالیس کتب براہوی زبان میں تصنیف و تالیف کیں اور اس اعتبار سے وہ براہوی کے سب سے بڑے مصنف ہیں۔ آپ کا سب سے بڑا کارنامہ قرآن مجید کا براہوی زبان کا ترجمہ (۱۳۳۸ صفحات، ۱۳۳۴ھ، ۱۹۱۵ء میں طبع ہوا) ہے۔ جس کی ششگلی کی تعریف کی گئی ہے۔ ”فی الفراق“ پہلی

مرتبہ بتیس صفحات پر مبنی ۱۳۵۵ھ/۱۹۳۶ء میں اسٹیم پریس لاہور میں چھپی اور علامہ محمد عمر دین پوری (مصنف) نے اسے خود شائع کیا۔ اس کا دوسرا ایڈیشن چالیس صفحات پر مشتمل ۲ ستمبر ۱۹۶۸ء کو فقیر غلام حیدر بروہی نے اسٹینڈرڈ پریس سکھر میں چھپوا کر دین پور تعلقہ شکار پور سے شائع کیا۔

”فی الفرق“ میں علامہ محمد عمر دین پوری نے حج بیت اللہ کے واقعات و تاثرات بیان کیے ہیں۔ باری تعالیٰ کا شکر ادا کیا گیا ہے۔ حجر اسود کا بیان کچھ اس انداز سے ہے کہ اس گنہگار کی خوش بختی ہے کہ آج وہ اس عظیم و متبرک پتھر کو بوسہ دے رہا ہے۔ جس کو حضور پاک سرور کائنات ﷺ کے مبارک و متبرک لبوں نے بوسہ دیا تھا۔ علاوہ ازیں حج بیت اللہ، صفا و مروہ، احرام، مزدلفہ، منی، غار ثور، غار حرا، مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کی زیارت گاہوں کا ذکر موجود ہے۔

”فی الفرق“ میں حمد و نعت بھی شامل ہیں۔ سرور کونین ﷺ کی یاد اقدس میں فراقیہ اشعار موجود ہیں۔

عنوانات کچھ یوں ہیں:

- ۱۔ شافی روزِ محشر رسول اللہ ﷺ کو میں ہر گھڑی یاد کرتا ہوں۔
  - ۲۔ باری تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ پر اپنی رحمت اور اپنا فضل نازل کیا۔
  - ۳۔ سب سے افضل شان حضرت مصطفیٰ ﷺ کی ہے۔
  - ۴۔ آدم نبی کریم ﷺ پر درود شریف پڑھیں (فضیلت درود شریف)۔
  - ۵۔ مدینہ منورہ کے صدقے جاؤں (دوسرے شہروں کے مقابلہ میں مدینہ منورہ کی فضیلت)۔
  - ۶۔ میرا دین و ایمان آپ ﷺ کے حوالے۔
  - ۷۔ درود شریف پڑھنے والے کو ہر غم سے نجات ملی۔
  - ۸۔ بے شک فضل رب کا اور شفقت مصطفیٰ ﷺ کی۔
  - ۹۔ اگر دنیا میں حضور کریم ﷺ کا ظہور اقدس نہ ہوتا، دنیا میں دن کے وقت روشنی نہ ہوتی۔ (بلوچستان میں دینی ادب ص ۳۲۱، ۳۲۲) (ڈاکٹر عبدالرحمن براہوئی، قلمی ۱۳۰۷ھ/۱۹۸۷ء)
- ان عنوانات سے اندازہ ہوتا ہے کہ مصنف عاشقان رسول ﷺ میں سے ہے۔ اسی لیے اُن کے نعتیہ اشعار دل کی گہرائی اور گہرائی سے صفحہ قرطاس پر رقم ہوئے ہیں۔

## معلم الحج

(عربی، فارسی، اردو، براہوئی، سندھی، انگریزی)

حاجی گل محمد نوشکوی کئی کتابوں کے مصنف ہیں۔ ”معلم الحج“ دو سو چالیس صفحات پر مبنی ۷ رمضان المبارک ۱۳۷۹ھ بمطابق ۶ مارچ ۱۹۶۰ء کو مکمل ہوئی یہ کتاب سعید آرٹ پریس حیدرآباد میں چھپی اور مؤلف نے اسے خود نوشکی بلوچستان سے شائع کیا۔ اس پر سن طبابت درج نہیں ہے۔ مگر آپ نے اپنی دوسری تالیف پاکستان دور (براہوئی، مطبوعہ ۱۳۹۲ھ/۱۹۷۲ء) میں اس کی اشاعت کا سن ۱۳۸۲ھ/۱۹۶۲ء تحریر کیا ہے۔ کتاب اسم بامسکی ہے۔ اس میں مناسک حج چھ زبانوں عربی، فارسی، اردو، براہوئی، سندھی، انگریزی میں درج ہیں۔

ایک عنوان ”بول چال“ ہے جس کا پھلاؤ ۲۰۵ سے ۲۳۳ صفحات تک ہے۔ اس میں عربی الفاظ کے بالمقابل براہوئی، سندھی اور اردو مطالب درج ہیں۔ ڈاکٹر عبدالرحمن براہوئی نے اپنی کتاب ”بلوچستان میں دینی ادب (تلمی، ۱۳۰۷ھ/۱۹۸۷ء ص ۳۲۵) میں لکھا ہے کہ ”یہ کتاب ترتیب و تدوین اور موضوع کے لحاظ سے بے حد معلوماتی ہے۔ اور انداز بیان دلکش ہے۔“

رفیق راہ مدینہ (براہوئی)

اس منظوم کتاب میں ایک دوست کی تعریف کی گئی ہے۔ جو حج کے لیے ہمراہ گیا

تھا۔ کتاب میں دوست کے خطوط بھی درج ہیں۔ کل صفحات ۶۴ ہیں۔

د حج احکام (پشتو)

عبدالروف رفیقی چمن (کوئٹہ ڈویژن) کے باسی ہیں۔ پشتو کے ایک معروف شاعر

اور ادیب ہیں۔ آپ نے علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد کے ایم فل اقبالیات کے لیے ”پشتو ادب پر اقبال کے اثرات“ مقالہ تحریر کیا۔ آپ نے پشتو کی ایک کتاب ”د حج احکام“ مرتب کر کے شائع کرائی ہے۔

## تذکرہ سیرت نگاری

(۱) نثر میں سیرت نگاری (براہوئی)

خصائل و شمائل نبوی ﷺ (براہوئی) مولف: علامہ محمد عمر دین پوری

(جن کا سب سے بڑا کارنامہ قرآن مجید کا براہوئی زبان میں ترجمہ ہے۔ جس کی سٹھکی کی تعریف کی گئی ہے) یہ کتاب نادر و نایاب ہے۔ اس کا تفصیلی تذکرہ دستیاب نہیں ہو سکا البتہ فہرست کتب مکتبہ درخانی ڈھاڈر ۱۹۳۸ء میں اس کا نام درج ہے اور قیمت تین روپے تحریر ہے۔

سیرت النبی ﷺ (کچھن براہوئی) مؤلف: غلام نبی راہی، اسے حکومت پاکستان کے پریس انفارمیشن ڈیپارٹمنٹ کوئٹہ نے ۱۹۷۵ء میں اسلامیہ پریس کوئٹہ سے پھیلا یا۔ کل صفحات ۱۶۷، ابتداً از عبدالقادر شاہوئی غلام نبی راہی نے (جو براہوئی کے نامور اہل قلم میں سے تھے) ”سیرت النبی ﷺ“ از مولانا شبلی و علامہ سید سلیمان ندوی سے بعض عنوانات کے مواد کا براہوئی میں ترجمہ کیا ہے۔ جن کا ہماری روزمرہ زندگی سے بڑا گہرا تعلق ہے۔ آنحضرتؐ نے زندگی کے ہر موڑ پر مسلمانوں کی ہی نہیں بلکہ روئے زمین کے تمام انسانوں کی رہنمائی فرمائی ہے۔ غلام نبی راہی کے ترجمے کا انداز دلکش، متاثر کن اور شستہ ہے۔ وہ خواہاں ہے کہ قاری نہ صرف حضور پاک سرور کائنات ﷺ کے افکار عالیہ سے آگاہ ہو بلکہ ان پر عمل پیرا ہو کر دین و دنیا کی سعادتوں اور نعمتوں سے مالا مال ہو جائے۔

ترجمہ ہونے کے باوجود غلام نبی راہی کی یہ کتاب براہوئی نثری سیرت نگاری میں ایک گرانقدر

اضافہ ہے۔

تاریخ اسلام حصہ دوم (براہوئی) مؤلف: خلیفہ گل محمد نوشکوی، ۵ شعبان ۱۳۹۸ھ / ۱۹۷۵ء کو بولان

مسلم پریس کوئٹہ میں چھپ کر نوشکی سے شائع ہوئی۔ اس حصہ میں بعثت نبوی ﷺ سے ہجرت نبوی ﷺ کے واقعات بیان کیے گئے ہیں۔ اس میں حوالہ جات نہیں دیئے گئے۔ کتاب کا انداز بیان نہایت موثر اور دلکش ہے۔ مطالعہ کے وقت ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ہم خود اس مبارک دور میں ہیں۔

سیرت النبی ﷺ مؤلف: پروفسر عبدالروف، احمد برادر س پرنٹرز کراچی نے چھاپی۔ براہوئی

اکیڈمی کوئٹہ نے جنوری ۱۹۸۱ء میں شائع کی۔ کل صفحات ۷۲، لکھائی چھاپائی معیاری، گروپوش دیدہ زیب، پیش

لفظ از غلام حیدر حسرت، چوالیس عنوانات (جیسے اٹھنے بیٹھنے کے آداب، سونے جاگنے کے آداب، غلاموں کے ساتھ محبت کا سلوک، بچوں سے شفقت، خدا کی نافرمانی کا عذاب، شکر و توکل، ایمانداری، دلاوری پر ہیروز گاری، رحم، اخلاق حسنہ، بندگی، نماز، زکوٰۃ اور انصاف وغیرہ) کے تحت قابل قدر معلومات بہم پہنچائی گئی ہیں۔ ان عنوانات میں ہادیٰ اسلام کی تعلیمات اور حیات طیبہ کی جھلکیاں نظر آتی ہیں۔ اور قاری کو عملی طور پر اپنانے کی جانب اکساتی ہیں۔ انداز نگارش دلچسپ، اثر پذیر اور سیدھا سادا ہے۔ یہ کتاب قابل توصیف اضافے کا درجہ رکھتی ہے۔

بندگی ناخیر خواہ (سیرت طیبہ) مؤلف غلام حیدر حسرت، براہوئی اکیڈمی کوئٹہ نے کراچی سے چھپائی، صفحات ۱۲۷، کتابت و اشاعت دیدہ زیب مؤلف نے چوبیس مختلف موضوعات کے تحت مختصر اور عام فہم انداز میں براہوئی میں سیرت پاک کو بیان کیا ہے۔ اور زندگی کے مختلف ادوار و احوال میں اس کا خاکہ کھینچا ہے۔ عبارت میں روانی ہے اور مندرجات ہر موضوع سے مناسبت رکھتے ہیں۔ براہوئی کا نثری سرمائے کی نسبت قلیل، نادر کم اور عمر ہے۔ لہذا براہوئی میں ایسی تالیف قابل صد آفرین ہے۔

سیرت مصطفیٰ ﷺ (انعام یافتہ) مؤلف عبدالرزاق صابر نہایت عمدہ نائٹل اور کاغذ پر رائل پریس کوئٹہ میں چھپی اور براہوئی سوسائٹی پاکستان کوئٹہ نے شائع کی۔ اگست ۱۹۸۵ء، صفحات ۲۰۶، دیباچہ ڈاکٹر انعام الحق کوثر یہ کتاب سیرت پاک پر (جو کہ ایک بہت وسیع اور ہمہ گیر موضوع ہے۔ اس میں سے شتے نمونہ از خردوار کے مصداق) ایک کامیاب کاوش ہے۔ اس میں براہوئی زبان میں ہادیٰ برحق حضرت محمد ﷺ کی مختلف حیثیات جیسے خشیت، مبلغ، سماجی مصلح، سپہ سالار، تاجر، حکمران اور خاتم النبیین (کُل ۲۸ عنوانات) پر روشنی ڈالی ہے۔ انداز بیان متاثر کن ہے۔ عبدالرزاق صابر کی دلی خواہش ہے کہ موجودہ صدی کے مسلمان ”اسوہ حسنہ“ کو دل و جان سے اپنالیں کہ اسی میں ان کی دکھی انسانیت کی فلاح پوشیدہ ہے۔ سیرت رحمۃ للعالمین، مؤلف جوہر براہوئی، اسے براہوئی ادبی بورڈ پاکستان نے ۱۹۹۳ء میں شائع کیا، صفحات ۱۲۳۔ موضوع کے اعتبار سے نہایت اہم اور واقع ہے۔ انداز بیان دلچسپ اور دل کو موہ لینے والا ہے۔

ماہنامہ ”احوال“ براہوئی خضدار سے ستمبر ۱۹۷۵ء میں چھپنے لگا۔ اس کے مدیر پر عبدالقادر اشیر شاہوئی تھے۔ ستمبر ۱۹۷۹ء تک باقاعدگی سے منظر عام پر آتا رہا۔ ”احوال“ اور آرٹس بلوچی کوئٹہ میں مطبوعہ براہوئی میں سیرت طیبہ سے متعلق مضامین کی تعداد بیس اور اسی کے قریب نعتیہ کلام موجود ہے۔

## نعتیہ شاعری

تحفہ العجائب، مصنف: ملا ملک دادا بن آدین فرشتین (میر نصیر خان نوری کے عہد حکومت ۱۱۶۳ھ تا ۱۲۰۹-۱۷۵۰ء۔ ۱۷۹۳ء کے عربی، فارسی، پشتو، بلوچی اور براہوئی کے جید عالم اور شاعر) سال تصنیف ۱۱۸۳-۱۷۹۶ء۔ احمدیہ اشعار کا آغاز یوں ہوتا ہے جو دل سے نکلنے کے باعث بہت متاثر کن ہیں۔ ترجمہ:

ساری حمد و ثنا خدا کے لیے ہے۔ کہ وہی شاہ و گدا کا روزی رساں۔ وہ عجب رحمان اور رحیم پالنہار ہے۔ کہ غیر بارانی زمینوں کو سرسبز کر دیتا ہے۔

نعتیہ اشعار اثر و خلوص میں ڈوبے ہوئے ہیں ترجمہ:

باری تعالیٰ نے سب سے پہلے نور مصطفیٰ کو پیدا کیا  
پھر رب تعالیٰ نے اپنی وحدنیت کو ظاہر کیا  
رب تعالیٰ نے محمد ﷺ کو برکت والا نبی مبعوث فرمایا  
آپ دنیا و کائنات میں حق اور مبین بنا کر بھیجے گئے

اثرات:

- ۱۔ یہ کتاب اور اس کا مصنف دونوں براہوئی تحریری ادب میں امنٹ نقش کے حامل ہیں۔ ملا ملک دادا نے پہلی بار براہوئی زبان کو مسلم ادب اور شمولیت اسلام کے اظہار کا ذریعہ بنا کر اس کی امکانی صلاحیتوں کو اُجاگر کیا۔
- ۲۔ ملا ملک دادا نے معاشرے میں پھیلے ہوئے غیر اسلامی اثرات کو دور کرنے کے لیے براہوئی زبان کے واسطے سے نور اسلام پھیلانے کی تگ و دو کی۔ نتیجہ کتاب کی تصنیف کے سترہ سال کے اندر ۱۱۹۰ھ/ ۱۷۷۶ء میں میر نصیر خان نوری نے براہویوں کی جہالت اور غیر رسمی انداز زندگی کو بدلنے کے لیے سالادان میں ایک وفد بھیجا جس نے وہاں ایسے قوانین نافذ کیے جو شریعت اسلامیہ اور وقار انسانیہ کے لیے مفید تھے۔
- ۳۔ ملک دادا کا اثر ہمہ گیر تھا۔ چودھویں صدی ہجری کے آغاز (اُنیسویں صدی کے ربع آخر) میں دُر خان (ڈھاڈر) سے تحریک نشاۃ اسلامیہ شیخ اہلو چستان جناب مولانا محمد فاضل کے زیر قیادت ابھری نہ صرف لسانی بلکہ موضوعاتی اور ذہنی اعتبار سے بھی ملا ملک دادا کی روایت کو لیے ہوئی تھی۔ یہ روایت اب بھی براہوئی علم و ادب اور ذہن و قلب میں رچی بسی ہے۔

۴۔ قیاس چاہتا ہے کہ براہوئی کا موجودہ فارسی رسم الخط بھی ملا ملک داد کا ہی اپنایا ہوا ہے۔

عشق محمدی سے سرشار مولانا محمد فاضل (۱۲۳۶ھ/۱۸۳۰ء۔۱۳۱۳ھ/۱۸۹۶ء) کے نامور شاگردوں میں ان کے نواسے مولانا محمد عبداللہ درخانی (۱۲۹۸ھ/۱۸۷۸ء۔۔۱۳۲۳ھ/۱۹۰۴ء) کے علاوہ مولانا نبوجان (وفات ۱۳۲۵ھ تا ۱۹۰۷ء) مولانا عبدالمجید چوتوی اور مولانا عبدالحی تھے۔ ان سب نے نعتیہ شعر کہے ہیں۔ شمال شریعت منظوم مؤلف محمد عبداللہ درخانی، سن تالیف ۱۵ جمادی الثانی ۱۳۲۵ھ/۱۹۰۷ء اور سن طباعت ۱۳۲۷ھ/۱۹۰۹ء ہے۔ اس میں حضور پاک سرور کائنات ﷺ کے شمال وخصائل کا بیان ہے۔ مؤلف نے مستند کتب جیسے شمال ترمذی، معارج النبوة، نزہۃ المجالس وغیرہ سے استفادہ کیا ہے۔

معجزات شریفہ (منظوم) مؤلف محمد عبداللہ درخانی، کراچی، ۱۳۵۰ھ/۱۹۳۱ء صفحات ۸۰، آغاز حمد سے ہوتا ہے۔ پھر نعت شریف اور درود شریف پڑھنے کے فوائد درج ہیں۔ اس کے بعد ستر معجزات کا بیان ہے۔ تحفۃ الغرائب، ناصح البلوچ، نصیحت نامہ، (منظوم) مصنف: مولانا نبوجان تینوں میں نعتیہ اشعار موجود ہیں۔ مفرح القلوب، مصنف مولانا عبدالمجید چوتوی (فرزند ارجمند مولانا نبوجان) ۱۳۳۴ھ/۱۹۱۵ء صفحات ۵۶، کہیں کہیں مناجات اور مولود شریف درج ہیں۔ گلشن راغبین، مصنف مولانا عبدالمجید چوتوی، کوئٹہ، سن ندارد، صفحات ۶۳ اس میں مناجات، نعتیہ اشعار اور مولود شریف بھی موجود ہیں۔

دارالجمیدی، مصنف مولانا عبدالمجید چوتوی، کوئٹہ ۱۹۵۸ء (ہار ششم) صفحات ۱۳۶، اس میں حمد یہ اور نعتیہ اشعار کے علاوہ آنحضرت ﷺ کے نور کی پیدائش کا بھی خاصا ذکر (۱۳۵ اشعار) موجود ہے۔ جوش، جیب، مصنف مولانا عبدالمجید چوتوی، کوئٹہ ۱۳۵۷ھ/۱۹۳۸ء صفحات ۱۱۲۰ اس کے اشعار آنحضرت ﷺ کے فراق میں دل کی پہنائیوں سے نکلے ہیں۔ رداں اور شیریں ہونے کے ساتھ ساتھ درد و اثر میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ کل خطبہ بزبان براہوئی ترجمہ آیات کلام ربانی و احادیث سرور دو جہاں المسمی بہ شمع القلوب لا حراق الذنوب، مؤلف مولانا عبدالمجید چوتوی، (قلمی) (براہوئی نظم و نثر پر مشتمل) صفحات ۱۸۹، قریباً ۶۰ سال پرانا۔ اس میں نعتیہ اشعار بھی موجود ہیں۔

سودائے خام، مصنف علامہ محمد عمر دین پوری (التونی ۱۳۶۸ھ/۱۹۵۸ء براہوئی کے سب سے بڑے مصنف، ازبالیس کتب، قلم و نثر پر یکساں عبور، بیک وقت مصنف، مبلغ، مترجم مفسر، مؤلف، فنکار، عملی سیاسی کارکن۔ تحریک خلافت میں حصہ لیا۔) مولانا محمد فاضل کے چچازاد بھائی اور شاگرد مولانا عبدالحی کے شاگرد خاص)

(۱۳۳۲ھ/۱۹۱۵ء، دوسرا ایڈیشن ۱۳۵۵ھ/۱۹۳۶ء، صفحات ۱۳۶) یہ نعتیہ، عشقیہ، غزلیات، کافی، مولود شریف، مناجات سی حرنی آیات وغیرہ پر مشتمل ہے۔ مشتاق مدینہ، نسخہ ۱۳۵۵ھ/۱۹۳۶ء اس کے دوحے ہیں۔ حصہ اول علامہ محمد عمر دین پوری کا ہے۔ جو مولود شریف اور نعت وغیرہ پر مبنی ہے۔ حصہ دوم میں مولانا عبدالکریم مینگل کی نعت اور مولود وغیرہ ہے۔ آپ کو اللہ نے بہت ہی پیاری آواز عطا کی تھی۔ آپ اپنا کلام ترنم سے پڑھا کرتے تھے۔ آپ کے کلام میں نزاکت فکر و ندرت خیال ہے۔ آپ میں حضرت شمس تبریزؒ کی سی مستی ہے۔ دہیص الطیب فی ذکر الجیب (مصنف علامہ محمد عمر دین پوری) نسخہ ۱۳۵۲ھ/۱۹۳۳ء، صفحات ۱۹۳ اس میں رسول اکرم ﷺ کے اسوہ حسنہ عہد تا وصال منظوم درج ہیں۔

فی الفراق، مصنف علامہ محمد عمر دین پوری، ۱۹۶۸ء، صفحات ۱۴۰ اس میں حمدیہ اور نعتیہ کلام ہے۔ تعلیم الاسلام مصنف علامہ محمد عمر دین پوری، سن تکمیل ۱۳۱۹ھ/۱۹۰۱ء، صفحات ۸۰ حمد اور نعت کے بعد اسلامی تعلیمات سوال و جواب کی صورت میں پیش کی ہیں۔

نصیحت نامہ، مصنف علامہ محمد عمر دین پوری، سن اشاعت ۱۳۱۹ھ/۱۹۰۱ء، صفحات ۶۶۔ نصائح کے علاوہ اس میں نعت اور منقبت خلفائے راشدین موجود ہے۔

تسلیج النساء، مصنفہ، مؤلفہ، مائی تاج بابو (علامہ محمد عمر دین پوری کی صاحبزادی، براہوئی زبان کی اولین ادیبہ، شاعرہ اور مرثیہ نگار) پہلی جلد ۱۳۵۳ھ/۱۹۳۲ء، دوسری جلد ۱۳۵۳ھ/۱۹۳۵ء، صفحات ۶۳، ۶۴، محترمہ حمد و نعت اور منقبت سے خصوصی لگاؤ رکھتی تھیں۔ تاج محمد تاجمل (التونی ۱۹۴۴ء) مرتبہ: عبدالرحمن براہوئی، اسلام آباد، ۱۹۷۹ء آپ کا کلام بلوچستان بھر میں مشہور ہے۔ والی دو جہان کا تذکرہ (منظوم) سوز و گداز سے لبریز ہے۔ ماہِ اُگل (مثنوی) مصنف بلو شاعر، ناشر ڈاکٹر عبدالرحمن براہوئی، کوئٹہ ۱۹۶۷ء۔ اس میں نعتیہ اشعار موجود ہیں۔ گلشن اشعار، مصنف فیض محمد فیصل (چھ زبانوں۔ فارسی، اردو، بلوچی، سندھی، سرائیکی اور براہوئی کے صوفی شاعر) کوئٹہ، ۱۹۶۸ء، صفحات ۷۵۔ یہ زیادہ تر کلام ۳۵۵ شعر پر مشتمل ہے۔ معجزات مصطفیٰ مع وفات نامہ رسول اکرمؐ، وفات نامہ بی بی خاتون جنت و شادی بی بی عائشہؓ، (منظوم) مصنف مولانا محمد عمر ولد شیر محمد منگل زئی، کوئٹہ، سن اشاعت درج نہیں صفحات ۹۶ میں معجزات کے ذکر کے علاوہ آنحضرتؐ کی خدمت اقدس میں گلہائے عقیدت بھی پیش کیے گئے ہیں۔

راغب المسلمین، مصنف حاجی محمد ابن حاجی علی محمد، کوئٹہ، ۱۳۷۷ھ/۱۹۵۸ء، صفحات ۱۶، نعتیہ اشعار

کے علاوہ اسلامی تاریخ کے بعض واقعات کو براہوئی اشعار میں پیش کیا گیا ہے۔

گلشن مصطفیٰ، مصنف، حاجی گل محمد نوشکوی، کوئٹہ، ۱۳۷۸ھ/۱۹۵۸ء، صفحات ۱۶۰۔ اس میں ۳۵ معجزوں کو پیش کیا گیا ہے۔ مناجات نصح اور غزل فراق ان کے علاوہ ہیں۔ ”غزل فراق نا“ میں مخاطب حضور پاک سرور کائنات ﷺ ہیں۔ تختہ الفقراء، مصنف حاجی گل محمد نوشکوی، کوئٹہ، ۱۳۷۸ھ/۱۹۵۸ء، صفحات ۱۳۳ اس میں معراج شریف کا واقعہ بیان کرتے ہوئے ص ۳۲ پر ”نعل مبارک“ بھی درج کیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں آنحضرتؐ کا ذکر مبارک جا بجا ملتا ہے۔ اسلامی تاریخ میں سے بعض واقعات پیش کر کے نصیحتیں بھی کی ہیں۔

گلدستہ نوشکوی، مصنف، حاجی گل محمد نوشکوی، کوئٹہ، ۱۳۷۳ھ/۱۹۵۳ء، صفحات ۱۲۰۸ کی ابتداء حمد باری تعالیٰ سے ہوتی ہے۔ اس کے بعد نعت اور پھر منقبت درج ہے۔ صفحہ ۷ سے ۲۸ تک درود شریف کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ گلشن سوز، مصنف محمد اسحاق سوز ولد مولوی عظیم محمد صوفی، کوئٹہ، ۱۳۸۹ھ/۱۹۶۹ء، صفحات ۱۱۲۔ اس کا پہلا باب توحید، رسالت اور منقبت پر مبنی ہے۔ کلام نور، مصنف مولوی نور محمد، کوئٹہ، ۱۹۷۸ء، صفحات ۲۳، نعتیہ اشعار موجود ہیں۔ گلشن بلوچستان از مولوی مراد علی رئیسانی نعتیہ اشعار دستیاب ہیں۔ گلدستہ، مرتبہ رئیس نبی داد لاگو، کوئٹہ، ۱۹۷۱ء، صفحات ۹۶۔ نعتیہ کلام درج ہے۔ معراج محمدی ﷺ از حافظ سعید احمد المعروف طوفان میل، کراچی، ۱۳۸۹ھ/۱۹۶۹ء، صفحات ۸، اشعار کی تعداد ۱۰۸، غزلیات سوائل از کریم بخش ساگل، کوئٹہ، ۱۳۹۰ھ/۱۹۷۰ء، صفحات ۱۶، نعتیہ اشعار موجود ہیں۔

مہر و وفا، از پیر محمد میرغی ولد کرم خان، کوئٹہ ۱۳۹۱ھ/۱۹۷۱ء، صفحات ۵۶ نعتیہ اشعار درج ہیں۔ استنثا پاک (زخم ہائے دل) از واحد بخش رند، کوئٹہ، ۱۹۷۵ء، صفحات ۱۲۸ یہ مجموعہ چند نصح پر مبنی ہے۔ نعتیہ اشعار موجود ہیں۔ قدم قدم آباد، کوئٹہ ۱۹۷۸ء، صفحات ۱۲۸

یہ براہوئی، بلوچی اور پشتو شاعروں کے نعمات کا مجموعہ ہے۔ اس میں حمدیہ اور نعتیہ اشعار موجود ہیں۔ تراب لاڑکانوی کے براہوئی نعتیہ اشعار کا اردو ترجمہ ”سرور کونین ﷺ کی مہک بلوچستان میں“ از ڈاکٹر انعام الحق کوثر، کوئٹہ ۱۹۹۷ء ص ۸۲ شائع ہوا ہے۔

ہیل و بلدا از عبدالصمد شاہین سورابی، کوئٹہ، ۱۹۸۰ء، صفحات ۱۲۰، یہ اردو، براہوئی اور بلوچی زبانوں پر مائل ہے۔ نعتیہ اشعار موجود ہیں۔ فخر کونین ﷺ از اشار احمد محشر رسول نگری (شہرہ آفاق مسدس حصہ اول تا سوئم) کا منظوم براہوئی ترجمہ عبدالصمد شاہین سورابی نے کیا ہے۔ مسدس فخر کونین جناب رسالت مآب حضرت

محمد مصطفیٰ ﷺ کی منظوم سیرت طیبہ ہے۔ جو تاریخ و سیر کے مستند ماخذ پر مبنی ہے۔ یہ مسدس اُردو کا طویل ترین مسدس ہے۔ جو کم بیش ۱۱۴۲۰۰ اشعار پر مشتمل ہے۔ اس کا پہلا حصہ ۱۹۶۱ء دوسرا ۱۹۶۳ء اور تیسرا ۱۹۷۰ء میں شائع ہوئے۔ مترجم نے کسی واقعہ، لہجہ، مفہوم اور اسم تک میں کوئی تبدیلی نہیں کی۔ محترم محشر رسول نگری کے بیان کردہ واقعات کو بعینہ براہوئی میں پیش کرنے کی سعی قابل توصیف ہے۔ اگر کہیں براہوئی نے ساتھ نہیں دیا تو مترجم نے بلا کم و کاست اُردو فارسی کا سہارا لینے میں کوئی قباحت محسوس نہیں کی۔ مترجم نے مسدس میں بروئے کار لائی گئی بحر ہی استعمال کی ہے۔ ایسے جملے بھی آئے ہیں جو پہلے سے براہوئی میں موجود نہ تھے۔ مترجم کی اس کاوش سے براہوئی زبان کی وسعت پذیری میں بھی اضافہ ہوا ہے۔ قوالی کے لیے براہوئی میں کوئی مسدس موجود نہ تھی۔ اب اس ترجمہ کے بعد یہ کمی جاتی رہے گی۔ محترم محشر رسول نگری نے فخر کونین کے اس منظوم ترجمے پر دو تین بار بذات خود نظر ڈالی تھی۔ تاکہ شعر کی روح قائم و دائم رہے۔ علاوہ ازیں انہوں نے براہوئی اشعار کی تقطیع بھی کرائی تھی۔ جو درست پائی گئی۔ مقام مسرت ہے کہ اب یہ منظوم ترجمہ جو ایک علمی و ادبی کارنامہ ہے۔ طبع ہو چکا ہے۔ جنگ نامہ مشہد (فارسی) کا منظوم براہوئی ترجمہ میر گل خان نصیر نوشکوی بلوچستان کے نامور مورخ، ادیب و شاعر نے کیا تھا۔ کونہ ۱۹۸۰ء صفحات ۴۴ براہوئی میں ترجمہ شدہ نعت کا اُردو ترجمہ ”سرور کونین ﷺ کی مہک بلوچستان میں“ از ڈاکٹر انعام الحق کوثر، کونہ ۱۹۹۷ء ص ۸۷ میں چھپا ہے۔ روشنائی (نعتیہ مجموعہ کلام) از جوہر براہوئی، ناشر: براہوئی پبلی کیشن فریڈ آباد، میٹھر ضلع دادو سندھ، ۱۹۹۱ء صفحات ۸۴،

مولانا محمد فاضل مینگل نوشکوی، مولانا عبدالباقی درخانی، مولانا عبدالغفور درخانی پیر محمد زبیرانی، جمال بادینی، صوفی عبداللہ منگچری، نادر قمرانی، صالح محمد شاد کو براہوئی میں نعت گوئی سے خصوصی شغف ہے۔ گل بنگل زئی، غلام حیدر حسرت، بابا عبدالحق شاہوانی، جبار یار، یسین بسمل، مولوی عبدالحق ابابکی، اعظم مشتاق، عبدالواحد مینگل خضداری، عبدالعزیز راہی، محمد کریم انیم، یوسف موج، ایثار حسین ذوق، شاہ بیگ شیدا، رحیم ناز طاہرہ احساس جنگ وغیرہ نے بھی براہوئی میں نعتیہ شعر کہے ہیں۔ علامہ محمد عمر دین پوری گل ہائے عقیدت پیش کرتے ہیں:

(ترجمہ) محمد ﷺ کی صفت ہر جگہ موجود ہے۔

دریاؤں، میدانوں اور پہاڑوں پر

مجھے بتاؤ آپ ﷺ سے بہتر کون ہے (کوئی نہیں)

یہ بندہ عاجز قربان ہے

آپ ﷺ کے در پر اپنی جان پہنچا دوں

آپ ﷺ دعا فرمایا کریں کہ خاک مدینہ بن جاؤں

تاج محمد تاجل گویا ہوتے ہیں:

(ترجمہ) اگر تم اللہ کے حبیب (ﷺ) کے عاشق ہو اور نبی (ﷺ) کے دین کے چاہنے والے ہو اگر تم

محبوب سے منکر ہو جو کوئی محبوب (ﷺ) سے منکر ہوا

(تو سمجھ لو) چکی کے ٹوٹے پاٹ کی طرح ہے!

اسے دنیا میں پریشانی اور بے قراری ملے گی

وہ (محبوب سے منکر) جہاں بھی جائے اسے

لق ووق صحرا کی طرح آبادی نہیں ملے گی

(۱۱) بلوچی

۱۔ نثر میں سیرت نگاری

دو جہاں سردار، مؤلف قاضی عبدالرحیم صابر، کراچی ۱۹۶۶ء صفحات

۱۱۹۲ اس میں حضور پاک سرور کائنات ﷺ کی حیات طیبہ، تعلیمات، اخلاق اور کردار کو پیش کیا گیا ہے۔ انداز

بیان دلکش، شگفتہ اور توانا ہے۔ افادیت انظر من الشمس ہے۔ کتاب کی چھپائی آفسٹ پر ہوئی ہے۔ کتابت

مناسب ہے۔ سیرت طیبہ پر بلوچی نثر میں بہت کم لکھا گیا ہے۔ جو سرمایہ بھی موجود ہے۔ اس میں اس کتاب کی

حیثیت منفرد ہے۔ یہ سیرت رسول ﷺ پر بلوچی زبان میں پہلی تالیف ہے۔ رسولؐ نے پہلیس زند، مولفہ حاجی

عبدالقیوم بلوچ، کوئٹہ ۱۹۸۰ء صفحات ۵۶، اس میں حضور پاک کی حیات مبارکہ کے اہم واقعات کو اختصار کے

ساتھ بلوچی میں پیش کیا گیا ہے۔ بلوچی جاننے والے قاری کے لیے بہت مفید اور اہم کتاب ہے۔ موقع محل

کے مطابق قرآنی آیات کے حوالوں نے متن کو زیادہ مصدقہ بنا دیا ہے۔ کتاب کی زبان نہایت سلیس ہے۔ آپ

کا قرآن پاک کا بلوچی میں ترجمہ اور تفسیر پنجگور میں زیر طبع ہے۔

پاکیس نبیؐ (بلوچی) مؤلف میر محمد خان بلوچ، کوئٹہ ۱۹۸۰ء صفحات ۵۶، کتاب مختصر ہے، اس لیے

واقعات کو بھی مختصر بیان کیا گیا ہے۔ نکاح میں صرف حضرت خدیجہؓ کا ذکر ہے۔ باقی ازواج مطہرات کے

اسائے مبارک تک بھی تحریر نہیں کیے گئے۔

حضرت حمزہؓ اور حضرت عمرؓ کے بارے میں عنوانات موجود ہیں۔ مگر آنحضرت ﷺ کے رفیق غار ہجرت کے جاں نثار حضرت ابو بکر صدیقؓ کا علیحدہ ذکر موجود نہیں۔ بہر حال بلوچی زبان میں سیرت طیبہ پر ایک اور کتاب کا اضافہ خوش آئند ہے۔ سیرت النبی ﷺ، مؤلف میر مٹھا خاں مری، کوئٹہ، ۱۹۸۱ء صفحات ۱۲۲۰ اس میں مولانا شبلی اور علامہ سید سلیمان ندوی کی معرکتہ الآرا ”سیرت النبی ﷺ“ سے مختلف ۵۸ عنوانات کے تحت شرقی بلوچی میں ترجمے کیے گئے ہیں۔ ترجمہ رواں، دل پذیر اور متاثر کن ہے۔ بلوچیات میں یہ ایک قابل توصیف اضافہ ہے۔ افادیت کے اعتبار سے آخرت کا توشہ متصور ہوگا۔ پاکین ء نبی ﷺ، مؤلفہ آغا میر نصیر خان احمد زکی (نامور قلم کار، محقق، ادیب، مورخ اور منتظم) لاہور، ۱۹۸۵ء نیشنل ہجرہ کونسل اسلام آباد نے شائع کی۔ صفحات ۸۰۔ یہ کتاب جیسا کہ نام سے ظاہر ہے۔ رسول کریم ﷺ کے شجرہ نسب پر مشتمل ہے۔ بلوچی زبان میں اس موضوع پر یہ پہلی کتاب ہے۔ اُردو میں اس موضوع پر پیر غلام دگیگیر نامی ہاشمی کی ایک کتاب ”نسب نامہ رسول انامہ ﷺ“ موجود ہے۔ اسے سینٹھ آدم جی عبداللہ پبلشرز بمبئی نو لکھا بازار لاہور نے شائع کیا۔ سن اشاعت ۱۳۶۹ھ/۱۹۴۹ء کتاب کے آغاز میں مؤلف نے لکھا ہے۔ کہ نبی پاک حضرت محمد ﷺ کی زندگی کے ہر پہلو پر کتابیں موجود ہیں۔ مگر نسب نامہ کی طرف کسی نے خاص توجہ نہیں دی۔ اس لیے مؤلف نے اس کی کو پورا کرنے کے لیے یہ نسب نامہ مرتب کیا ہے۔ کتاب میں اہل بیت اور ازواج مطہرات کے شجرے بھی موجود ہیں۔ مؤلف نے نہایت محنت اور عرق ریزی سے اسے پایہ تکمیل تک پہنچایا ہے۔

معجزات محمدیہ کامل (بلوچی) مؤلفہ مولانا حضور بخش جتوئی (المتوفی ۱۹۴۸ء) لاہور، ۱۳۳۰ھ/۱۹۱۱ء صفحات ۸۰، اس میں رسول کریم ﷺ کے مشہور معجزات نہایت دلچسپ انداز میں تحریر کیے گئے ہیں۔ مثلاً شق القمر، حضرت جابر کے بچوں کا زندہ ہونا، دودھ کے پیالہ میں برکت، درختوں کا چلنا، پہاڑ کا بلنا، انگشت مبارک سے پانی جاری ہونا وغیرہ وغیرہ، کتاب نہایت سلیس بلوچی میں لکھی گئی ہے۔ اس کے پڑھنے سے روحانی سکون حاصل ہوتا ہے۔

## مقالات سیرت بزبان بلوچی

ماہنامہ اولس بلوچی کوئٹہ سے دسمبر ۱۹۶۱ء میں شائع ہونا شروع ہوا۔ ستمبر ۱۹۷۹ء تک باقاعدگی سے چھپتا رہا۔ جولائی ۱۹۸۰ء تک بند رہا۔ پھر منظر عام پر آیا۔

اس کے اڈیٹر رہے: امان اللہ گجگلی، عبدالغفار ندیم، حکیم بلوچ، صورت خان مری، عبدالقادر اشیر شاہوانی، عبدالرزاق صابر، اکبر شاہ۔ اس میں سیرت النبی ﷺ کے بارے میں مضامین شائع ہوتے رہے ہیں۔ ایک اندازے کے مطابق پچاس کے لگ بھگ مضامین اور چالیس کے قریب نعتیہ کلام شائع ہوئے ہیں۔

(۲) نعتیہ شاعری

بلوچی شاعری میں قدما اور متوسطین کے ہاں نعت سرور کونین ﷺ کا اپنا ایک منفرد رنگ ہے۔ یہ شعراء جو اکثر طویل منظومات نظم کرتے تھے۔ نظم کی ابتدا حمد باری تعالیٰ سے کرتے ہوئے ایک دو شعروں کے بعد آنحضرت ﷺ کی نعت کی جانب رجوع کرتے، خلفاء راشدین کی مدحت کے بعد غوث پاک اور دوسرے اولیاء کی ستائش کرتے اور تب اپنے موضوع کی طرف آتے تھے۔ قدیم بلوچی شاعری چونکہ سینہ بہ سینہ روایات کی مرہون منت رہی ہے۔ اور ناخواندگی اور قبائلی جنگوں کے باعث لوگوں نے نعتیہ اشعار کو چھوڑ کر صرف ان اشعار کو حفظ کیا جن کی انہیں جنگی رجز یا بزم کی ہماہمی میں ضرورت تھی۔ اس لیے جو تھوڑی بہت مذہبی اور اخلاقی نظمیں ملتی ہیں انہیں دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ پہلے حصے میں اسلامی عقائد کا بیان ہے۔ دوسرے حصے میں حضور پاک سرور کائنات ﷺ کا ذکر مبارک، حضرت علیؑ اور درویشوں کے متعلق قصے ملتے ہیں۔ ان ادوار کے شعراء کے نعتیہ اشعار درج ذیل کتب سے دستیاب ہیں:

لائگ ورثہ ”پاپولر پوسٹری آف بلوچیز“ ۱۹۰۷ء لندن

لائگ ورثہ ڈیزیز قدیم بلوچی شاعری (ڈیزیز کی کتاب کا ترجمہ)۔ (۱۳۰۰ء سے ۱۹۰۰ء تک)

مترجم: میر خدا بخش، بھارانی مری بلوچ، ناشر، بزم ثقافت، کوئٹہ، ۱۹۶۳ء صفحات ۳۹۷ (بڑی تقطیع)

تاریخ بلوچستان، ہتورام، لاہور، ۱۹۰۷ء صفحات ۷۶۳،

زخمِ عزیز میر، مؤلفہ غوث بخش صابر، کوئٹہ ۱۹۷۴ء صفحات ۱۱۳۹ اس میں مختلف بلوچی شعرا کے اسلامی جنگ نامے درج کیے گئے ہیں۔

تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند، فیاض محمود، چودھویں جلد (جلد دوم) لاہور، ۱۹۷۱ء صفحات ۳۶۳

نغمہ کوہسار، عبدالرحمن غور، کوئٹہ، ۱۹۶۸ء صفحات ۲۳۶

دیگر منابع: صابر، گفتار قاضی عبدالرحیم صابر، کراچی، ۱۹۶۶ء (دور جدید بلوچی اشعار کا مجموعہ اردو ترجمہ کے

ساتھ صفحات ۱۹۲ مہمات بلوچستان (جلد دوم) کامل القادری لاہور ۱۹۱۰ء صفحات ۲۳۵

سرست بلوچستان، ذکیہ سردار خاں، کوئٹہ ۱۹۶۵ء صفحات ۲۵۱

مست تو کلی کلام اور اردو ترجمہ، غوث بخش صابر، اسلام آباد، ۱۹۸۶ء بلوچستان میں اردو، ڈاکٹر انعام الحق کوثر،  
لاہور ۱۹۶۸ء راولپنڈی ۱۹۸۶ء، ۱۹۹۳ء۔ صفحات ۶۲۳

تذکرہ صوفیائے بلوچستان، ڈاکٹر انعام الحق کوثر، لاہور ۱۹۷۶ء ۱۹۸۶ء ۱۹۹۵ء صفحات ۳۳۳ ثقافت اور  
ادب وادی بولان میں (عبدالصمد ڈرانی، سلطان محمد صابر، میر مٹھا خان مری، ملک محمد رمضان عبدالرحمن کرڈ، نور  
محمد پروانہ، ڈاکٹر انعام الحق کوثر، کوئٹہ ۱۹۶۶ء صفحات ۳۷۰ شامل شریف (منظور بلوچی) مصنفہ مولانا حضور بخش  
جتوئی (آپ کا عظیم ترین کارنامہ قرآن کا بلوچی میں ترجمہ ہے۔ جو ۱۳۶۹ھ میں چھپا لاہور ۱۳۲۹ھ ۱۹۳۵ء  
صفحات ۱۰۹۔

یہ کتاب ”کتاب الشماک النبویہ“ از ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی (التونی ۲۷۹ھ / ۸۹۲) سے ماخوذ  
ہے۔ مگر مولانا جتوئی نے اسے منظوم بلوچی میں تحریر کر کے بلوچیوں میں بے حد مقبول بنا دیا ہے۔ آپ کی متعدد  
نعتیں ملتی ہیں۔ جیسے اصول الصلوٰۃ از مولانا حضور بخش جتوئی (بزبان بلوچی، بارششم، کوئٹہ، ۱۳۹۶ھ /  
۱۹۷۶ء، صفحات ۱۲۳ میں مولانا حضور بخش جتوئی کی ایک نعت درج ہے۔ اُن کے نعتیہ اشعار کا ترجمہ ”سرد کوئین  
ﷺ کی مہک بلوچستان میں از ڈاکٹر انعام الحق کوثر، کوئٹہ ۱۹۹۷ء ص ۱۱۵ تا ۱۱۷ میں موجود ہے۔ نیکیں واہگ  
(مخلصانہ جذبہ) محمد ابراہیم عابد آبرسی (عابد جنرل سٹور، سونارگلی۔ تربت حکمران، صفحات ۵۰ یہ حمد و نعت پر مبنی  
ہے۔)

بلوچی نعتیہ شاعری کے بارے میں جاننے کے لیے مندرجہ ذیل اہم ترین منابع ہیں۔ نبی کریم ﷺ  
کا ذکر مبارک بلوچستان میں ”از ڈاکٹر انعام الحق کوثر،  
ناشر: اسلامک پبلی کیشنز لمیٹڈ ۱۳-۱۱ شاہ عالم مارکیٹ لاہور صفحات ۴۳۲۔

اس کے باب سوئم میں بلوچی کتب اور نعت گوئی (صفحہ ۱۳۷ تا ۱۹۷) کا جائزہ پیش کیا گیا  
ہے۔ بلوچی زبان کے اردو ترجمے دیئے گئے ہیں۔ جس سے کتاب کی افادیت میں اضافہ ہوا ہے۔ بعض  
مقامات پر منظوم اردو ترجمے بھی موجود ہیں۔ مثلاً قاضی عبدالرحیم صابر کی بلوچی نعت کا وہ خود ہی منظوم ترجمہ یوں  
پیش کرتے ہیں۔ (۱۸۳ CO)

مروت فخر کرتی ہے شرافت تم پہ نازاں ہے  
رسول پاک واللہ یہ رسالت تم پہ نازاں ہے  
فقیروں کے شہنشاہ ہو امام الانبیاء ہو تم  
تیرے خدام ذیشاں ہیں امامت تم پہ نازاں ہے  
لقب ہے رحمۃ للعالمین اللہ کی جانب سے  
خدائے پاک شاہد ہے کہ رحمت تم پہ نازاں ہے  
تیرے الطاف سے کی ہے غلاموں نے جہانبانی  
تمہیں شایاں جہانبانی حکومت تم پہ نازاں ہے  
خدانے صاف فرمایا تیری خاطر بنی دنیا  
تیرا درجہ وہی جانے حیثیت تم پہ نازاں ہے  
شب معراج حاصل ہو گئی ہے وعدہ بخشش  
شفیع المذنبین ہو تم شفاعت تم پہ نازاں ہے  
نہ جائے گا کوئی صابر در سرکار سے خالی  
حبیب خالق اکبر، سخاوت تم پہ نازاں ہے

جن شعر اکابلوچی نعتیہ کلام سے اُردو ترجمہ درج کیا گیا ہے۔ اُن کے اسمائے گرامی ہیں۔  
میر چاکر رند، میر شہداد، براہیم شہبانی، لشکران ولد سلیمان جٹکانی، جنگ چھنبیوی کی نظم مُلا محمد حسن  
فارسی اور اُردو کے نامور صاحب دیوان سخور) کچھ کران میں ملک دینار کی لڑائی سے متعلق نظم ”جیوادارین شہبانی  
گبٹی“ کا بل ولد گلن ڈومبکی پنجوبھگٹانی (اس کی نظم پر ہمسایہ زبانوں پنجابی اور سندھی کا بھی اثر ہے۔)  
مُلا ابراہیم (مُلا عالم کے علاوہ بلوچی میں پڑھے لکھے کے لیے بھی مستعمل ہے۔) مُلا عبداللہ، مُلا بو  
ہیر، گاجیان، مُلا بہرام، مُلا قاسم، نور دین مُلا مسرور، مُلا بہادر، محمدان، مُلا فاضل رند (الملقب بہ ”غالب  
حکمران“، التونی ۱۸۲۰ء/ ۱۸۵۳ء) جام ڈرک (ڈرک یعنی ڈرنا یاب کی مانند اور جام تخلص) مست توکلی  
(۱۸۲۳ء/ ۱۸۲۸ء \_\_\_ ۱۳۱۳ھ/ ۱۸۹۵ء) مُلا عمر مری (اس نے حمد مراد اور مولود بھی کہے ہیں۔ سندھی

شاعری میں مولود ایک صنف ہے۔ جس میں آنحضرتؐ کی ثناء اور صفت ہوتی ہے۔ یہ صنف سندھی سے بلوچی میں آئی ہے۔ (محمد ابراہیم جو انسال بگٹی) سال وفات ۱۹۶۹ء۔ جو انسال کے ہاں نعت اُردو اور فارسی شاعری کی روایات کے عین مطابق ہے۔) ملا مزار بنگلہ، مولانا حضور بخش جتوئی، میر عیسیٰ قومی، گل خان نصیر، سید ظہور شاہ ہاشمی، میر محمد حسین عثقا، مولانا عبدالباقی درخانی، مولانا عبدالغفور درانی، حاجی محمود مومن، محمد حسین عاجز، عبدالحکیم حق گو، عبدالحجید سورابی، عطا شاد، انور صاحب خان چلم زئی بلوچ عبدالغنی پرواز، فضل حسین پنجگوری، حاجی فقیر محمد عزیز بلوچ، غوث بخش صابر، خدائے رحیم حکیم، آزاد جمالدینی، ملک محمد رمضان بلوچ، قاضی عبدالرحیم صابر، بیر محمد زبیرانی، (کئی کتابوں کے مصنف) عبدالرحمن غور، مولانا عبدالغفور، احسن خارانی بلوچ (مجموعہ کلام۔ گلدستہ عبدالغفور بزبان بلوچی ۱۳۸۸ھ/۱۹۶۹ء صفحات ۴۸، دوسرا مجموعہ کلام گفتار احسن صفحات ۶۳) میر عنایت اللہ قومی، نصرت اللہ شیدا، محمد اسحاق بزدار، فیض بخشا پوری (غالب سندھ) خدائے رحیم بے تاب، اشیر عبدالقادر شاہوانی، اور خیمسا خان۔۔۔ چند بلوچی نعتیہ اشعار کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیے۔

مُلا فاضل رند کہتے ہیں: (ترجمہ)

نبیوں کے سردار (ﷺ) کی نعت کا درود سے آغاز کرتا ہوں۔ سو درود اور سو سلام، یہی میرا ارماں ہے۔ مست تو کئی گویا ہوتے ہیں: (ترجمہ) پاک ہے تیرے حبیب کے (معراج) دیدار کی ساعت وہ محمد ﷺ جو شعر آسا اپنے عہد کا سچا ہے۔ جس کے سر پر توحیدی طلائی تاج ہے۔ اور جسکی سخاوت بے عدیل ہے۔ محمد ابراہیم جو انسال بگٹی: (ترجمہ) محمد ﷺ ہمارے رہنما ہیں۔ ہم کتنے خوش قسمت اور ذیشان ہیں، وہ گوہر گراں مایہ، وہ ایک عطربیز پھول ہیں جب سورج آگ اگلا ہوگا تو محمد ﷺ تشریف لائیں گے ہم پر اپنی چادر رحمت کا سایہ فرمائیں گے۔ اپنے ملبوس سے ہم پہ یہ عنایت فرمائیں گے۔

حضور بخش جتوئی گویا ہوتے ہیں۔ ہمارے دین اور دُنیا کی روشنی آپ ﷺ ہیں اور آپ ﷺ کی وجہ سے چاروں طرف روشنی ہے۔

بلوچستان میں دینی ادب ڈاکٹر عبدالرحمن براہوئی (قلمی) کو کئی شعبان ۱۴۰۷ھ / اپریل ۱۹۸۷ء

صفحات ۱۲۲۳ اسکے مندرجات کی فہرست یوں ہے:

۱۔ عرض حال - ۲۔ مقدمہ (تاریخ و جغرافیہ بلوچستان)

۳۔ باب اول تراجم و تفاسیر قرآن مجید - ۴۔ باب دوم قرأت و تجوید

- ۵۔ باب سوم حدیث و شروح حدیث و اصول حدیث وغیرہ
- ۶۔ باب چہارم فقہ و اصول فقہ و میراث ۷۔ باب پنجم فتاویٰ
- ۸۔ باب ششم سیرت النبی ﷺ ۹۔ باب ہفتم تاریخ و تذکرہ۔
- ۱۰۔ باب ہشتم تصوف و اخلاقیات، مواعظ، خطبات۔ ۱۱۔ باب نہم عقاید کلام مناظرہ وغیرہ۔
- ۱۲۔ باب دہم اوراد و وظائف عملیات وغیرہ۔
- ۱۳۔ باب یازہم علم صرف و نحو فلسفہ منطق وغیرہ۔ ۱۴۔ باب دوازدہم متفرقات۔
- ۱۵۔ اسمائے کتب ۱۶۔ مصنفین مع تصانیف
- ۱۷۔ کتابیات۔

ہر باب میں موقع و محل کے مطابق فارسی، اردو، پشتو، براہوئی اور بلوچستان کا تفصیل سے جائزہ لیا گیا ہے۔

سرور کوئین ﷺ کی مہک بلوچستان میں ڈاکٹر محمد انعام الحق کوثر میرت اکادمی بلوچستان (رجسٹرڈ) کوئینہ بمناسبت پاکستان گولڈن جوبلی ۱۹۹۷ء صفحات ۳۵۷

اس کا دوسرا باب بلوچی کتب اور نعت گوئی پر مبنی ہے۔ موقع کی مناسبت سے اردو ترجمے دیے گئے ہیں ”نبی کریم ﷺ کا ذکر مبارک بلوچستان میں“ کے مندرجات میں اضافے کیے گئے ہیں اس کتاب میں بلوچی کے علاوہ براہوئی، پشتو، فارسی اور اردو کی میرت سے متعلق کتب اور نعت گوئی کا تفصیلی ذکر موجود ہے۔

علاوہ ازیں بلوچستان میں نعتیہ مشاعروں اور دینی مدارس کے بارے میں بھی معلومات مہیا کی گئی ہیں۔

پشتو

## (۱) نشر میں سیرت نگاری

حدیث شریف فخر عالم ﷺ (عربی سے پشتو میں ترجمہ، قلمی مترجم حافظ

خان محمد (۱۳۳۳ھ/۱۹۱۴ء \_\_ ۱۳۷۸ھ/۱۹۵۸ء) کوئینہ، ۲۰۱۲ھ/۱۹۵۲ء

احادیث نبوی ﷺ) میں سے قریباً ایک ہزار نعت احادیث کا پشتو ترجمہ کیا۔ یہ عام سکول کی کاپیوں

پر تحریر ہے۔ جو آپ کے صاحبزادوں کے پاس کونڈہ میں ہے۔ آپ کے صاحبزادے آپ کی قائم کردہ کتابوں کی دکان، بلوچستان بک ڈپو، میں کاروبار کرتے ہیں۔ ہر حدیث شریف کے سامنے اس کا پشتو ترجمہ دیا گیا ہے۔ یہ احادیث ۱۳۶۶ق میں ایران سے شائع ہونے والی کتاب درج گہر سے انتخاب کی گئی ہیں۔ پشتو ترجمہ ۱۰ محرم الحرام ۱۳۷۲ھ / ۱۹۵۲ء کو مکمل ہوا۔ اس مجموعہ میں جو احادیث شامل ہیں ان میں چند ایک یہ ہیں۔

۱۔ اکثر اهل النار المتكبرون (اہل دوزخ میں اکتھیت متکبروں کی ہوگی)

۲۔ البر حسن الخلق (نیکی حسن الخلق ہے)

۳۔ الجنة دار الاخياء (جنت خپوں کا گھر ہے)

۴۔ حسن الخلق نصف الدين (حسن الخلق نصف دین ہے)

۵۔ علم المؤمن الصلوة (مومن کی شان نماز ہے)

۶۔ الفقر راحة (فقر میں راحت ہے)

۷۔ كفارة الذنب الندامة (گناہوں کا کفارہ ندامت ہے)

(بلوچستان میں دینی ادب، ڈاکٹر عبدالرحمن براہوئی (قلمی) کونڈہ ۱۳۰۷ھ / ۱۹۸۷ء ص ۲۳۳، ۲۳۴)

زموڑ رسول ﷺ پشتو، مؤلف مولانا رحمت اللہ مندوخیل (۱۳۰۸ھ / ۱۸۹۰ء \_\_\_ ۱۳۰۶ھ / ۱۹۸۵ء) علمی پرنٹنگ پریس لاہور میں چھپی اور مؤلف نے اسے ژوب سے شائع کیا۔ ۱۳۶۰ھ / ۱۹۴۱ء، صفحات ۱۱۴، کتاب اگرچہ مختصر ہے مگر جامع ہے۔ کتاب کے آغاز میں آنحضرت ﷺ کا نسب نامہ یوں درج ہے۔

(۱)۔ حضرت محمد ﷺ بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن كلاب بن مرہ بن كعب بن لؤی بن غالب بن فہر بن مالک بن مضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن ار بن معد بن عدنان۔

(۲)۔ حضرت محمد ﷺ بن آمنہ بنت دھب بن عبد مناف بن زہرہ بن كلاب (یہاں نسب مل جاتا ہے) نسب نامہ کے بعد ولادت باسعادت کا بیان ہے۔ جب آپ ﷺ اس دنیا میں تشریف فرما ہوتے ہیں۔ تو کسڑی کے محل میں ایک زلزلہ آتا ہے۔ جس سے اس کے چودہ کٹکرے زمین پر گر جاتے ہیں۔ ملک فارس کا دریا بحیرہ ساوہ خشک ہو جاتا ہے۔ فارس کے آتشکدہ کی ایک ہزار سالہ آگ دفعۃً بجھ جاتی ہے۔ آگے چل کر تحریر کرتے ہیں۔ کہ ولادت باسعادت کے وقت آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ کے کطن سے ایک ایسا نور ظہور پذیر ہوتا

ہے کہ جس سے مشرق تا مغرب منور ہوتے ہیں۔ کتاب میں آپ ﷺ کے والدین کی رحلت اور عبدالمطلب کے انتقال کا بھی بیان ہے۔ حلیمہ سعدیہ کا ذکر خاص طور سے ہے۔ اس کے بعد آپ ﷺ کا سفر شام، حضرت خدیجہؓ سے نکاح، حضرت خدیجہؓ کی اولاد کا بھی بیان ہے۔ کہ ان سے دو فرزند اور چار صاحبزادیاں پیدا ہوئیں۔ فرزندوں میں حضرت قاسمؓ اور حضرت طاہرؓ صاحبزادیوں میں حضرت فاطمہؓ، حضرت زینبؓ، حضرت رقیہؓ اور حضرت ام کلثومؓ تھیں۔ بعد ازاں چاروں صاحبزادیوں کے مختصر حالات زندگی شامل کیے گئے ہیں۔ پھر باقی ازواج مطہرات کا مختصر سا ذکر ہے۔

کتاب میں دعوت اسلام اور آپ ﷺ کی مخالفت، قریش کی ایذا رسانی، قتل کا ارادہ اور معجزات بیان کیے گئے ہیں۔ مؤلف لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ آقائے نامدا ﷺ کعبہ شریف کے پاس نماز میں مصروف تھے۔ تو ابو جہل ایک بڑا پتھر لے کر سر مبارک کو کچلنا چاہتا تھا۔ جب وہ قریب پہنچ گیا تو واپس بھاگ کر اپنے لوگوں سے کہنے لگا کہ جب میں پتھر پھینکنے والا تھا تو ایک عجیب و غریب اونٹ منہ کھولے میری طرف آیا میں نے ایسا اونٹ کبھی نہیں دیکھا تھا۔

کتاب کے عنوانات یہ ہیں:-

ہجرت حبشہ

ہجرت طائف

معراج

ہجرت مدینہ

غزوہ بدر، احد، احزاب، تبوک

صلح حدیبیہ

فتح مکہ

اخلاق معجزات

مختصر اس چھوٹی سی کتاب میں تمام اہم واقعات کو اس قدر دلچسپ و دلآویز انداز میں یکجا کیا گیا

ہے۔ کہ قاری کا جی چاہتا ہے۔ وہ بار بار کتاب کا مطالعہ کرے۔

(بلوچستان میں دینی ادب) (قلمی) (ص ۴۱۷، ۴۱۸)

(سرور کونین رحمۃ اللہ علیہ کی مہک بلوچستان میں ص ۱۹۸ تا ۲۰۱)

## مقالات سیرت بزبان پشتو

ماہنامہ اولس پشتو کوئٹہ ستمبر ۱۹۶۱ء میں محکمہ قبائلی نشر و اشاعت نے امیر عثمان کی زیر نگرانی جاری کیا۔ ستمبر ۱۹۷۹ء تک باقاعدگی سے چھپتا رہا۔ کچھ وقفہ کے بعد دوبارہ شائع ہونے لگا۔ اس کے مدیر ہے:-  
قاضی سعید محمد، عنایت اللہ ریاض، عبدالرحمن بیاب، نظیر درانی، سید فاروق شاہ ساکنزئی، عبدالمنان عابد اس میں اب تک سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق پچاس سے زائد مضامین چھپے ہیں۔ اور تیس کے قریب نعتیہ کلام شائع ہوا ہے۔ (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مبارک بلوچستان میں، ڈاکٹر انعام الحق کوثر، لاہور ۱۹۸۳ء ص ۳۰۵ تا ۳۰۷، سرور کونین رحمۃ اللہ علیہ کی مہک بلوچستان میں، ڈاکٹر انعام الحق کوثر، کوئٹہ ۱۹۹۷ء ص ۴۰۵)۔

بلوچستان کے مختلف کالجوں کے سالانہ مجلات جیسے بولان (گورنمنٹ کالج گورنمنٹ سائنس کالج کوئٹہ) رگ سنگ (گورنمنٹ کالج لورالائی)

اور ژوب (گورنمنٹ کالج ژوب)

میں بزبان پشتو سیرت و حیات مبارک سے متعلق مواد چھپتا رہا ہے۔ (پشتو میں سیرت نگاری، پروفیسر صاحبزادہ حمید اللہ، کوئٹہ ۱۴۰۷ھ / ۱۹۸۷ء ص ۲۰۰)

## (۲)۔ نعتیہ شاعری

پشتو زبان میں نعت گوئی کو اتنی ہی اہمیت حاصل ہے۔ جتنی کہ عربی، فارسی یا اردو میں ہے۔ اور یہ بجا طور پر کہا جاتا ہے کہ پشتو میں نعت گوئی کی تاریخ قریب قریب مذہب اسلام کی تاریخ سے وابستہ ہے۔

”رفعنا لک ذکرک“ ”پشتو نعت گوئی کا ایک جائزہ، سید عابد شاہ عابد، قلم قبیلہ، کراچی ۱۹۸۱ء ص ۳۰) تذکروں کے حوالے سے پشتو زبان میں جو پہلی حمد سامنے آتی ہے وہ ژوب کے بیٹ نیکہ کی ہے۔ جس کا منظوم ترجمہ از سید گوہر (پشتو اور اردو میں نامور شاعر و ادیب، اردو کا مجموعہ کلام ”پس دیوار“ ۱۹۸۵ء میں طبع ہوا) پیش ہے۔

خداوند برتر! خداوند برتر

تیرا پیارا نطاہر ہے ہر ہر قدم پر

نہیں صرف کوہ گراں، مظہر فن  
 خلائق سبھی بندگی میں سرانگن  
 یہاں اونچے اونچے پہاڑوں کے دامن  
 جہاں اپنے خیمے، جہاں اپنا مسکن

یہ افراد کم ہیں، کر آبادیہ گھر  
 خداوند برتر! خداوند برتر

یہاں آگ روشن ہے تھوڑی سی اپنی  
 یہاں ساز و سامان سے گھر ہے خالی  
 ہمارے لیے تیری اُلفت ہے کافی  
 کوئی اور اپنا سہارا نہ والی  
 زمیں آساں مظہر کبریائی  
 ہے افزائش نسل تجھ ہی سے جاری

تیری پرورش ہے تو ہی پرورش کر  
 خداوند برتر! خداوند برتر!

(قومی اور علاقائی ادب پر ایک نظر، ڈاکٹر انعام الحق کوثر، صفحہ ۱۹۷، مئی جون ۱۹۷۷ء)

دیوان پیر محمد کاکڑ، مرتب عبدالرؤف بیٹو، ۱۳۲۵، پیر محمد کاکڑ (۱۱۲۰ھ/۱۷۰۸ء)۔ مابین ۱۱۹۶ھ/

۱۷۸۱ء اور ۱۲۰۳ھ/۱۷۸۸ء) کا مولد کان مہتر زنی تحصیل مسلم! باغ ضلع قلعہ سیف اللہ تھا۔ وادی ژوب کاکڑ قبیلہ کا مسکن ہے۔ آپ احمد شاہ بابا کے ہمسفر تھے اور اُس وقت میں شعر کہتے تھے۔ احمد شاہ بابا کے بیٹے شہزادہ سلیمان کے اُستاد بھی مقرر ہوئے۔ احمد شاہ بابا ۱۱۶۱ھ/۱۷۴۷ء میں تخت نشین ہوئے۔ ان دنوں آپ کی علییت کا خاصا شہرہ تھا۔

عبدالصمد درانی لکھتے ہیں (ثقافت اور ادب وادی بولان میں کونہ ۱۹۶۶ء ص ۲۰) کہ اسے (پیر محمد کاکڑ) ”کے غر“ (ژوب) کی سرزمین سے بے حد محبت تھی۔

حقیقت تو یہ ہے کہ ایک طرح کی پاکستانی قومیت کا تصور پیر محمد کاکڑ کے کلام میں موجود ہے۔ وہ آج

سے تقریباً تین سو سال پہلے کشمیر اور لہا ہو کر اپنا وطن اور قندھار کو ”دہل ہیواڈ“ (پرا ایڈیس) کا نام دیتے ہیں۔ میر محمد کاکڑ کی پشتو شاعری کا اردو ترجمہ از عابد شاہ عابد اسلام آباد سے ۱۹۹۰ء میں طبع ہوا ہے۔ آپ کے پشتو نعتیہ کلام کا اردو ترجمہ ”سرور کونین ﷺ کی مہک بلوچستان میں“ (کوئٹہ ۱۹۹۷ء ص ۱۳۹ تا ۱۵۱) موجود ہے۔ اسی زمانے میں کے غر (ثوب) کے علاقے کے ایک قادر الکلام شاعر شمس الدین کاکڑ ہو گزرے ہیں۔ اُن کی نعتیں دستیاب ہیں۔ ملا جان محمد کاکڑ ضلع ثوب کے رہنے والے تھے۔ انہوں نے ۱۲۱۳ھ/۱۷۹۹ء میں اپنا مجموعہ کلام ”علیہین“ کے نام سے ردیف وار مرتب کیا تھا۔ اُن کا نعتیہ کلام موجود ہے۔ علامہ عبدالعلی اخوندزادہ (۱۲۸۹ھ/۱۸۷۲ء \_\_\_ ۱۳۶۲ھ/۱۹۴۳ء) کی ذہانت اور علم کا چرچا بلوچستان کے علاوہ قندھار، کابل اور ہندوستان میں بھی تھا۔ دور و نزدیک کے علماء آپ کے پاس آتے اور ہفتوں علمی مباحث میں مشغول رہتے۔ عربی، فارسی میں یدِ طولیٰ حاصل تھا۔ پشتو مادری زبان تھی۔ پشتو اور فارسی میں خوب شعر کہتے تھے۔ آپ کا دیوان شباب کی یادگار ہے۔ حافظ خان محمد نے آپ کے کلام کا انتخاب ۱۹۵۵ء میں ”شاخِ گل“ (صفحات ۸۰) کے نام سے چھپوایا تھا۔ اس مختصر سے مجموعے کے مطالعہ نے نوجوانوں کو پشتو میں شعر کہنے اور نثری ادب تخلیق کرنے کی ترغیب دی۔ حقیقت تو یہ ہے کہ آج کوئٹہ ڈویژن کے چپے چپے میں جتنے نوجوان شاعر آتے ہیں۔ وہ علامہ موصوف سے اثر پذیر ہونے ہیں۔ علامہ عبدالعلی اخوندزادہ نے عملی طور پر تحریک پاکستان میں نمایاں کردار ادا کیا ہے۔ ۲۶ جون ۱۹۴۳ء کو قائد اعظم نے کوئٹہ کا دورہ فرمایا تو سب سے پہلے آپ نے بڑھ کر قائد اعظم کو خوش آمدید کہا اور چند اشعار بھی پیش کئے۔ انفس کہ وہ اشعار دستیاب نہیں ہو سکے۔ اُن کے ایک شعر کا مفہوم کچھ یوں ہے۔ ”میرے وطن کا ہر کاشا میرے لیے پھول کی طرح نرم و نازک ہے۔ لیکن اس کا ہر پھول وطن دشمنوں کے لیے خازن کی مانند ہے۔“

جب قائد تاریخ ساز اجتماع سے انگریزی میں خطاب فرما رہے تھے، تو اخوندزادہ رونے لگے۔ اُن کے ساتھی سردار محمد عثمان خان جو گیزی نے حیرت زدہ ہو کر پوچھا۔ ”آپ انگریزی تو سمجھتے نہیں، روتے کیوں ہیں“ جواب ملا ”اس شخص کی آواز سے اس کے دل کا درد عیاں ہے۔ اور اُس نے مجھے مضطرب کر دیا ہے۔“ مسلم لیگ سے آپ کی محبت آپ کے اس ارشاد سے ظاہر ہے۔ ”مسلم لیگ اتفاق و اتحاد کی علامت ہے اور اس لحاظ سے یہ جماعت ہمارا دین اور ہمارا ایمان ہے۔“ عشق رسول ﷺ آپ کے رگ و ریشہ میں سما ہوا تھا۔ آپ کا نعتیہ کلام اس کا ثبوت بہم پہنچاتا ہے۔ ایک پشتو نعت کا ترجمہ ملاحظہ ہو۔ ”وہ جو شفیع محشر ہیں اُن پر خدا نے کبیر

کا درود و سلام ہو۔“

تمام دنیا اُنکے نور سے پیدا ہوئی اور تمام جہاں اُن کے چہرے سے منور ہوا۔ امت اُن کی خیر الامم ہے۔ اور خدا تعالیٰ نے انہیں خیر البشر کہا ہے۔ لولاک کی قدسی کی رُو سے وہ اولین ہیں۔ اور آیت خاتم کی رُو سے وہ مؤخر ہیں۔ آخر میں پیدا ہوئے۔ اُن کا لقب سید المرسلین ہے۔ ان کے نام پر مکرر صلوة ہو۔ اُنکے چہار یار دین کے چار ستون ہیں۔ اور ان میں سے ہر ایک شرع انور کا ستارہ ہے۔ اے نبی ﷺ! آپ پر درود و سلام ہو اور اے شفیع محشر! آپ پر سلام ہو۔ عبد العلی کا ہاتھ اور آپ کا گریبان ہے (یعنی دام تکمیر ہوں) کہ اے سخت سفر آخرت درپیش ہے۔ اور ذرا راہ مقصود ہے۔“

ملا عبد السلام اشیرنی (قاضی عبد السلام بابا) ایک ممتاز عالم دین اور حق گو شاعر تھے۔ ۱۳۰۰ھ / ۱۸۸۲ء میں ضلع قلعہ عبداللہ کی تحصیل چمن کے مقام شیلاباغ سے پانچ میل شمال کی طرف شاد نامی گاؤں میں ملا بخش کے ہاں پیدا ہوئے۔ انہوں نے ۱۳۹۳ء میں وفات پائی اور گاؤں شاد کے اپنے آبائی قبرستان میں ابدی نیند سو رہے ہیں۔

علامہ عبد العلی اخوندزادہ اور ملا عبد السلام اشیرنی کا شمار پشتو زبان کے ان صف اول کے شعراء میں ہوتا ہے۔ جنہوں نے اپنے زور قلم سے اس علاقے میں تحریک آزادی اور قیام پاکستان کی جدوجہد کے لیے نمایاں خدمات سر انجام دیں۔ ملا عبد السلام اشیرنی کے ایک پشتو شعر کا ترجمہ کچھ یوں ہے:-

”میں تلوار اور خنجر اپنے آپ سے کبھی الگ نہیں کر سکتا کیونکہ میں انگریزوں کے شب خون کے لیے ہر وقت چوکنا بیٹھا ہوں۔“ آپ اپنے مجموعہ کلام ”سوہن چمن“ (مطبوعہ ۱۹۲۹ء) میں کہتے ہیں:

”میں نے سوہن کے اوراق میں اپنے وطن کا دکھ رقم کر دیا ہے۔“

آپ کی پشتونعت کے ترجمہ کا ایک حصہ درج ذیل ہے:

مرحباے دلر با آجا میں غلام ہوں اور آپ ﷺ آقا ہیں:

آپ ﷺ کے روئے کی طرف سے آنے والی ہر ہوا میری دوا ہے۔ جو آپ فرمائیں گے میں اسے

مانوں گا۔

آپ آیات حق اور فیض مطلق ہیں۔ ہر طبق پر محمد احمد ہیں۔ آپ دوست اکبر، سرور دافع شر اور شاہ اسرار ہیں (صاحب معراج) آپ سراج منیر، شیر و نذریذ کر کثیر اور دلپذیر ہیں.... آپ کے سر پر تاج نبوت

ہے۔ سلام سلام کہتا ہے اور سلام دوام کہتا ہے۔ آپ روز جزا میرے شافع ہیں۔

(بلوچستانی پشتو شاعری کے تراجم ۱۹۳۷ء تا حال ڈاکٹر انعام الحق کوثر، اکادمی ادبیات اسلام آباد،

بہار ۱۹۹۲ء ص ۷۳، ۷۴)

موجودہ دور میں پشتو شاعری نے جس انداز سے ترقی کی ہے۔ وہ اپنی مثال آپ ہے۔ نعت گوئی کے حوالے سے اس زمانے میں ایسا کوئی شاعر تو سامنے نہیں آتا جو مکمل طور پر نعت گو شاعر ہو لیکن اپنے طور پر نعت گوئی کا حق قریباً ہر ایک نے ادا کیا۔

”نبی کریم ﷺ کا ذکر مبارک بلوچستان میں ”ڈاکٹر انعام الحق کوثر، لاہور ۱۹۸۳ء میں پشتو کے درج

ذیل شعرا کا نعتیہ کلام مع اردو ترجمہ موجود ہے۔

سید محمد رسول فریادی، سلطان محمد صابر، سرور سوڈانی، محمد عبداللہ ذاکر، عبدالباری اسیر، عبید اللہ درویش درانی، ابوالخیر ژلاند، سہیل جعفر، مقدس معصوم سیال کاکڑ، عبدالغفور پردیس، عمر گل مسکر، سید محمد گل شاہ خوستی سید گوہر عقیدت، (پشتو حمد، نعت، سلام \_\_ زیر طبع) عبدالکریم بریائے نذر محمد نظر پانیزی، ”فخر کونین ﷺ کی مہک بلوچستان میں“ ڈاکٹر انعام الحق کوثر، کوئٹہ ۱۹۹۷ء میں متذکرہ بالا شعرا کے علاوہ دوسرے جن شعرا کے نعتیہ کلام کے ترجمہ شامل ہیں:

پروفیسر صاحبزادہ حمید اللہ (کئی کتابوں کے مصنف و مؤلف، متعدد مضامین طبع ہوئے، ذاتی لاہوری میں، عربی، فارسی اور پشتو کے قریباً ۸۰ منظومات، ”۱۱م کتاب“ پشتو میں سیرت نگاری“ کوئٹہ ۱۳۰۷ھ / ۱۹۸۷ء)۔

ملا عبدالسلام اشیرنی (قاضی عبدالسلام بابا) علی کمال قزلباش نصیب اللہ سیاب، گل خان حیرت، عصمت اللہ آرزو علاء الدین مجروح، عبدالرؤف خان رفیقی، سید عابد شاہ عابد۔

صاحبزادہ حمید اللہ کی ایک نسبتاً جدید نعت (جو مسدس ترکیب کی صورت میں ہے۔) کے ترجمے کا

آخری حصہ ملاحظہ فرمائیے۔

ہر شخص کو اپنی کھوئی ہوئی منزل مل گئی اور ہر ایک کو چین نصیب ہوا

اندھیرے اور کجراہی سے ہر شخص برکنار ہوا

ہر شخص کو اُس نے اندھیرے کے کارزار سے نکالا  
 رحمت و نعمت کی بدلیاں ٹہم بار ہوئیں  
 اللہ کی قدرت کے قربان جاؤں اس کا کتنا فضل تھا  
 کہ انسان پر اُس نے اتنا بڑا احسان کر دیا  
 جس الدین کا کڑ کے چند نعتیہ اشعار کا ترجمہ یہ ہے:

اگر تو حضرت محمد ﷺ کا قُرب چاہتا ہے  
 تو ہمیشہ انہی کا خیال دل میں جاگزیں رکھ  
 دل کی آنکھ کو آئینہ بنا کر دیکھ تو تجھے  
 یقیناً محمد ﷺ کے جلوے نظر آئیں گے

تو درود پڑھ کر اور حساب لگا کر دعائیں مت مانگ بلکہ محمد ﷺ کا ورد کرتے ہوئے اپنی زبان خشک  
 کر لے یعنی سکھا دے۔

اس مقالے میں بلوچستان کی سطح پر براہوئی، بلوچی اور پشتو میں نثری سیرت نگاری کا ایک مختصر  
 جائزہ پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ براہوئی، بلوچی اور پشتو کے شعراء کے نعتیہ کلام میں نبی آخر الزمان ﷺ  
 کے اوصاف حمیدہ، خصائل پاکیزہ، دوسرے انبیاء پر آپ کا تفوق، دیگر اُمتوں پر اُمت محمدی کی فضیلت، نبی  
 اکرم ﷺ سے محبت و عقیدت کی برکات اور کثرت و درود خوانی کی برکتیں اور رحمتیں جن کے بارے میں  
 آنحضرت ﷺ کا مشہور فرمان کہ ”قیامت کے دن مجھ سے سب سے زیادہ قریب وہ شخص ہوگا جو مجھ پر کثرت  
 سے دُرود بھیجتا ہوگا“ بیان ہوئی ہیں۔

علاوہ ازیں روایات و بیانات میں حد اعتدال کو ملحوظ خاطر رکھا گیا ہے۔ غیر معتبر اور غیر مصدقہ  
 روایات سے اجتناب برتنے کی سعی کی گئی ہے۔ قرآن و احادیث سے استدلال کیا گیا ہے۔ دُرود و سلام عقیدت  
 سے معمور ہیں۔

مختصراً براہوئی، بلوچی اور پشتو شعرا اور سیرت نگاروں کا کارواں خلوص، محبت اور عقیدت کشی کے  
 پھول لیے ہوئے اور دل و جان سے ”اسوۂ حسنہ“ کو کہ اسی میں اُن کی اور دکھی انسانیت کی فلاح پوشیدہ ہے  
 اپنانے کی تلقین کرتے ہوئے رواں دواں نظر آتا ہے۔

بقول عبدالقادر اشیر شاہ ہوانی:

(ترجمہ)

مہر و محبت کی اُبھری ہے روشنی  
سب سے اُنچی ہے شان اُسکی  
چاروں سمت پھیلی ہے روشنی  
عرش پر ہے اُس کا نام صل علی صل علی  
براہوئی میں مولانا عبدالباقی درخانی کہتے ہیں:

زمین آسمان ستارہ ٹی محمد اس محمد اس

ننا فکر و اشارہ ٹی محمد اس محمد اس

ترجمہ: زمین، آسمان اور ستاروں میں محمدؐ ہی محمدؐ ہے اور ہمارے فکر و اشارہ میں محمدؐ ہی محمدؐ ہے۔

بقول محمد عبداللہ ذاکر:

(ترجمہ) سمجھنے کی بات یہ ہے کہ رسول کی محبت دراصل اللہ کی محبت ہے۔ دین (اسلام) میں راز کی بات یہی ہے اس سے بڑھ کر کوئی راز دین میں نہیں۔

جس ہستی مبارک کی وجہ سے یہ معزول شدہ (جس کی سرزنش کی گئی تھی) انسان دوبارہ عرش معلیٰ تک رسائی حاصل کر سکا ہے۔ میں (ذاکر) اس پر ہمیشہ درود و سلام بھیجتا رہوں گا۔



www.KitaboSunnat.com



## بنگلہ ادب میں قاضی نذر الاسلام کا مقام

☆ اورنگ زیب ملک

آزادی سے قبل بنگلہ ادب کی سب سے نمایاں مسلم شخصیت قاضی نذر الاسلام کے بارے میں اردو میں بہت کم لکھا گیا ہے۔ اور زیر نظر مختصر مضمون میں اُن کی زندگی اور ادبی حیثیت کا ایک جائزہ پیش کیا جا رہا ہے۔

حیات نذر ل کو واضح طور پر دو حصوں میں بیان کیا جا سکتا ہے زندگی کے ابتدائی ۴۳ سال انہوں نے خوابیدہ بنگال کی بیداری کے لیے نذر کیے اور بقیہ زندگی کے ۳۴ سال ان کی خاموش زبان کی نذر ہو گئے۔ وہ غیر منقسم بنگال کے قلع بردوان میں آسنول سب ڈویژن کے ایک چھوٹے سے قصبہ چرولیا میں غریب مسلم گھرانے میں پیدا ہوئے۔ اُن کے والد قاضی فقیر احمد نذر ل کی پیدائش کے سالوں میں افلاس کا شکار تھے اور وہ بیٹے کو ”ڈھو“ (ناخوش) کے نام سے پکارتے تھے جبکہ ایک روایت کے مطابق اُن کی والدہ زاہدہ خاتون نے ایک سادھو سے اولاد دینے کی دعا مانگی تھی اور پھر اُس کا نام سادھو کے نام پر ”تارا کھچپا“ رکھا 25 مئی 1899ء کو نذر ل کی پیدائش کے آٹھ سال بعد والد کا انتقال ہو گیا۔ تو اُس وقت وہ مقامی کتب میں مولوی فضل احمد سے فارسی عربی کی تعلیم حاصل کر رہے تھے۔ کچھ ہی عرصہ بعد نذر ل اردگرد کے قصبوں میں سنگیت کاروں کے چھوٹے طائفوں جنہیں ”لیٹورول“ کہا جاتا تھا کے ساتھ مل کر عوامی گیت گاتے اور اس طرح انہیں بنگالی عوام کی زندگی اور موسیقی کی سُر تال سے واقفیت حاصل ہوئی۔ تھوڑے عرصہ بعد انہوں نے دریا رام پور ہائی اسکول میں داخلہ لیا لیکن جلد ہی ایک اور سکول سیرسول ہائی سکول رانی گنج میں اس بنا پر داخل ہوئے کہ اُن کی سکول فیس معاف کر دی گئی تھی۔ یہاں انہوں نے دسویں درجہ تک تعلیم حاصل کی۔

لڑکپن کے اس دور میں نذر ل پر آزادی اور وطن پرستی کے جذبات غالب تھے۔ اور وہ فوجی تربیت

کے خواہاں تھے۔ پہلی جنگ عظیم عروج پر تھی اور برطانوی استعمار اپنی بقاء کے لیے ہندوستان سے بھی افواج بھرتی کر کے مختلف محاذوں پر روانہ کر رہا تھا۔ 1917 میں نذر الاسلام نے میٹرک کا امتحان دیے بغیر 49 ویں بنگال رجمنٹ میں شمولیت اختیار کی تو انہیں نوشہرہ (صوبہ سرحد) اور پھر کراچی (1918-19) بھیج دیا گیا بعض روایات کے مطابق وہ مختصر عرصہ کے لیے عراق بھی گئے۔ اُن کی شاعری اور ناول افسانوں وغیرہ میں بھی اس کا ثبوت نظر آتا ہے۔ جنگ عظیم کے خاتمہ پر بنگال رجمنٹ کو ختم کر دیا گیا۔ اور فوج میں اپنی شمولیت اور نوکری کے خاتمہ کے تین سالوں میں نذر نے اپنی قابلیت کی بنا پر سپاہی سے حوالدار تک کا سفر طے کیا۔

اپنی فوجی زندگی کے دوران نذر الاسلام نے ایک پنجابی مولوی سے فارسی زبان و ادب کی تعلیم حاصل کی اور زبانیات خیام و کلام حافظ کے بنگالی زبان میں ترجمے کا کام شروع کیا۔ گویا یہ اُن کی ادبی کاوشوں کا آغاز تھا۔ انہی دنوں نذر کی ایک کہانی ”باؤ نڈولیر آتم کتھا“ (ایک سیلانی کی روداد) کلکتہ کے رسالہ ”سوگت“ میں شائع ہوئی جبکہ اُن کی پہلی نظم ”کمتی“ ایک اور رسالہ ”بنکیا مسلمان ساتیہ پتریکا“ کے شمارہ جولائی اگست 1919 میں شائع ہوئی۔ بعد ازاں انہی رسائل میں نذر نے دو افسانے جتا اور یتھردان لکھے کراچی میں فوجی زندگی کے اختتام کے بعد نذر نے کلکتہ کا رخ کیا۔ جہاں اُن کی تخلیقی صلاحیتوں کے مداح مظفر احمد۔ افضل الاسلام۔ قاضی عبدالودود اور ابوالکلام شمس الدین جیسی شخصیات موجود تھیں اور یہ فوجی مجاہد اب ایک مسلم بنگالی ادیب کے طور پر سامنے آیا اور اُن کی ابتدائی تحریریں ”مسلم بھارت“ ”سوگات“ ”پر باسی“ اور دیگر رسائل میں شائع ہونے لگیں۔

بلکہ ادب میں یہ دور رابندر ناتھ ٹیگور کا دور تھا۔ اور اُس پر ہندومت، تقلیدی رویوں اور سنسکرت موضوعات کی چھاپ نمایاں تھی۔ مسلم بنگالی ادیب بھی ٹیگور جیسی دیوقامت ادبی شخصیت کے زیر اثر تھے۔ ان حالات میں قاضی نذر الاسلام کی جذبہ حریت اور حب الوطنی سے بھرپور تحریریں جن میں فارسی اور عربی الفاظ و تراکیب استعمال کی جاتی تھیں بنگال کے ہندو حلقوں میں بھی دلچسپی سے پڑھی جانے لگیں۔ نذر نے اسلامی موضوعات کو بھی اپنی نظموں کا عنوان بنایا۔ اور چونکہ اُن دنوں تحریک خلافت اور تحریک عدم تعاون کے باہمی اتحاد نے آزادی کی قومی جدوجہد کو ایک نیا رخ عطا کیا تھا۔ انقلابی خیالات کے حامل مسلم قوم پرست ادیب کو زبردست پذیرائی ملی اور اُن کی ادبی تحریریں ادبی ماہناموں ”اُپاسنا“ ”بھارتی“ اور نئے ہفتہ وار جریدہ ”بھلی“ میں بھی شائع ہونے لگیں نثری مضامین سے زیادہ اُن کی شعری تخلیقات کو مقبولیت حاصل ہوئی اور مشہور

بنگالی شاعر موہت لال نجمدار نے بنگلہ شاعری میں اُن کی نفسی کو خراجِ تحسین پیش کیا نذر الاسلام کے ناول۔ افسانے اور مضامین بھی رفتہ رفتہ شائع ہو کر بنگالی عوام تک پہنچنے لگے۔ 1920 کے وسط میں کلکتہ کے مشہور وکیل اور بنگال کے قومی راہنما اے کے فضل الحق جنہیں بعد ازاں قرارداد پاکستان پیش کرنے کا اعزاز حاصل ہوا نے کلکتہ سے شام کا ایک اخبار ”نوئیگ“ کا اجراء کیا اور قاضی نذر الاسلام اور مظفر احمد اس کے جوائنٹ ایڈیٹر مقرر ہوئے۔ لیکن چند ماہ کی اشاعت کے بعد یہ اخبار حکومت مخالف تحریروں کے باعث ضمانت ضبط ہونے پر بند ہو گیا تو نذر الاسلام کچھ عرصہ کے لیے ”مسلم بھارت“ سے وابستہ ہو گئے۔

1921ء میں ناگفتہ بہ مالی حالات میں قاضی نذر الاسلام نصابی کتب کے ایک پبلیشر علی اکبر خان کے ہاتھوں نہ صرف ادبی استحصال کا شکار ہوئے۔ بلکہ اُس نے اپنی بھانجی نرس بیگم سے اُن کی شادی طے کروادی۔ تاہم نکاح کی شرائط پر قاضی نذر الاسلام شادی کی تقریبات کو ادھورا چھوڑ کر چلے گئے۔ اُن کے لیے یہ سب کچھ ایک سانحہ سے کم نہ تھا۔ اسی دوران اُن کے ایک دوست شاعر اور ادیب ستندر ناتھ کا انتقال ہو گیا اور قاضی نذر نے اپنی نظم ”سیتہ کوی“ (شاعر حق) میں اُسے زبردست خراج عقیدت پیش کیا۔ 1922ء میں اُنہوں نے ہفتہ وار ”بانگلار کھا“ کی ایڈیٹری سنبھالی دیوی کی تحریک پر انہوں نے اپنی جنگجو یا نہ کیفیت مزاج سے بھرپور ایک گیت ”بھنگارگان“ لکھا جو انہیں امر کر گیا۔ یہ گیت نہایت مقبول ہوا تاہم جلد ہی اُن کی ایک اور بہترین شاعری تخلیق ”بدروہی“ (باغی) نے مقبولیت کے تمام ریکارڈ توڑ دیے۔ یہ ناقابل فراموش نظم ہفتہ وار ”بجلی“ اور ماہنامہ ”مسلم بھارت“ میں شائع ہوئی اور اپنی کئی فنی خامیوں کے باوجود انہیں باغی انقلابی شاعر (بدروہی کوی) کے طور پر متعارف کرا گئی اور اس نظم کو بنگال کی ادبی و قومی زندگی میں ایک سنگ میل کی حیثیت حاصل ہوئی۔ تاہم قاضی نذر الاسلام کے ایک دوست شاعر موہت لال موجمدار نے اسے اپنی نثری تخلیق ”آمی“ کا چہرہ قرار دیا۔ دونوں بڑے ادیبوں کی باہمی چپقلش میں فتح نذر الاسلام کے حصہ میں آئی۔ اور رابندر ناتھ ٹیگور نے اپنے غنائی ڈرامے ”ڈسنت“ کو قاضی نذر الاسلام کے نام معنون کر کے مہر تصدیق ثبت کر دی نیز انکی شعری تخلیق ”گنی پینا“ کا سرورق بھی رابندر ناتھ ٹیگور جیسے شاعر و مصور کے ہاتھوں شائع ہونے سے قاضی نذر الاسلام کا ادبی قدم زید مستند ہو گیا۔

اگست 1922ء میں قاضی نذر الاسلام نے اپنے سہ روزہ جریدہ اخبار ”دھوم کیتو“ (زُمدار ستارہ) کا اجراء کیا تو پہلے شمارہ پر رابندر ناتھ ٹیگور کے ”خیر مقدی کلمات“ ان الفاظ کے ساتھ شائع ہوئے۔

جاگے دے رہے چمک مرے آجھے جا راتھ چیمس

(وہ لوگ جو ابھی نیم خوابیدہ ہیں اُن کی آنکھیں روشنی سے خیرہ کر دو انہیں بیدار کر دو)

کیونسٹ انقلاب کے اثرات ہندوستان کی سرحدوں کو پامال کر رہے تھے۔ اور قاضی کے دوست مظفر احمد نے انقلابی نذرل کے باغیانہ سیاسی مزاج میں اُن کا ساتھ دیا اور دونوں نہایت جاندار انقلابی تحریروں کے ذریعے حکومت وقت کے خلاف عوامی آواز بن کر ابھرے۔ لیکن جلد ہی قاضی نذرالاسلام کو گرفتار کر کے ایک سال قید کی سزا سنائی گئی اور یہ اخبار 1923 میں بند ہو گیا۔ رابندر ناتھ ٹیگور قاضی نذرالاسلام کی تحریروں کی اثر انگیزی سے بہت متاثر تھے۔ تاہم وہ ان کے خیالات سے پوری طرح متفق نہ تھے وہ نذرالاسلام کی آشفٹہ مزاجی کو ”تلوار سے ڈاڑھی بنانے“ کے مترادف قرار دیتے تھے۔ قاضی نذرالاسلام اپنی قید کے عرصہ میں ہنگلی جیل اور برہام پور جیل میں رہے اور اس دوران انہوں نے خصوصی مراعات نہ ملنے اور کڑی تعزیری کاروائیوں پر بھوک ہڑتال کر دی تاہم کلکتہ کے عوام اور رابندر ناتھ ٹیگور کی خصوصی درخواست پر انہوں نے بھوک ہڑتال ختم کر دی تاہم امیری کے دوران ان کے لکھے گیت اور نظمیں بنگلہ ادب کا حصہ بن گئیں۔ رہائی کے بعد نذرالاسلام دو سال تک ہنگلی میں اقامت پذیر رہے۔ اور اس قیام کے دوران ان کی سرگرمیاں ادبی ہونے کے ساتھ ساتھ سیاسی رنگ اختیار کر گئیں۔ اور وہ سیاسی وادبی جلسوں میں شرکت کے لیے ایک ضلع سے دوسرے ضلع میں گھومتے رہے۔ ۱۹۲۳ء میں قاضی نذرالاسلام نے کومیلہ میں اندر کمار گپتا جن کے ہاں ان کا اکثر آنا جانا رہتا تھا کی بھانجی پر میلا سے شادی کر لی۔ اگرچہ اس شادی پر ہندو اور مسلم حلقوں میں خوب ہنگامہ ہوا تاہم نئے جوڑے نے اس موقع پر بلند حوصلگی کا بہترین ثبوت دیا اور میاں بیوی کا یہ ساتھ پر میلا کی ۱۹۲۳ میں موت تک قائم رہا۔ شادی کے بعد کے اگلے ۵ برس قاضی نذرالاسلام نہایت تنگدستی اور افلاس کا شکار رہے۔ اور کئی دفعہ شدید بیمار ہوئے تاہم ان کی تخلیقی کاوش جاری رہی۔ وہ اس دوران اپنے انقلابی خیالات۔ دس بندھو چترنجن داس اور گاندھی جی سے اختلاف نظر کے باوجود مدح میں نظموں اور قدرے سوشلزم کی جانب جھکے نظر آتے ہیں۔ ۱۹۲۵ء میں بالخصوص انڈین نیشنل کانگریس کی سرپرستی میں کام کرنے والی مزدور سوراچ پارٹی کی تشکیل میں سرگرم رہے اور اس کے ترجمان جریدہ لانگل (ہل) کے حقیقی مدیر کے طور پر کام کرتے رہے۔ ان شماروں میں نذرل کی مشہور نظمیں شروہارا (پرودتاریہ)، کرشی کیرگان (کسان کا گیت)، سہیہ ساچی، (ماہر تیر انداز ارجن) وغیرہ شائع ہوئیں۔ بعد ازاں 1926ء میں لانگل کا نام بدل کر (گن وانی) رکھا گیا۔ اور یہ

مارکیٹ کے زیر اثر (کسان مزدور پارٹی) کا ترجمان اخبار بن گیا۔ جس کا افتتاحی گیت ”سرکارگان“ (مزدوروں کا گیت) نذرل نے لکھا اسی سال انہوں نے تین قومی گیت ”کنڈری ہوشیار اور کوچ کا گیت“ وغیرہ لکھے جو بے حد مقبول ہوئے۔ جبکہ نثر میں بھی انہوں نے ہندو مسلم اتحاد کے لیے ”ہندو مسلم بدھ“ ”پاتھیر و شا“ اور ”مندرو مسجد“ جیسی تخلیقات پیش کیں۔ ان کی گھریلو مفلسی کا رنگ ان کی نظم ”دردریہ“ میں نمایاں ہے۔ اسی سال ان کے بیٹے ”بلبل“ کی ولادت ہوئی۔ جو بچپن میں ہی چچک کے حملہ کا شکار ہو کر چل بسا۔ اپنے ہر دلچیز بیٹے کی المناک موت کے اثرات قاضی کی بقیہ زندگی پر حاوی رہے۔ 1928ء میں نذرل کلکتہ منتقل ہوئے تو اس وقت تک ان کے چودہ شعری مجموعے شائع ہو چکے تھے۔ جبکہ نثری تخلیقات کی تعداد ان کے علاوہ تھی۔ کلکتہ آ کر نذرل کی زندگی میں ایک انقلاب آیا۔ وہ یہاں مردوں اور عورتوں کے مختلف حلقوں میں گیتوں کے ایک ایسے خالق کے طور پر سامنے آئے جو اپنی تیار کردہ دھنوں پہ گیتوں کو نہایت امتزاج کے ساتھ پیش کرتا تھا۔ اگرچہ ان کی آواز میں کوئی جادو نہ تھا۔ تاہم وہ بنگالی سامعین میں نیگور کے بعد دوسرا مقام حاصل کر چکے تھے۔ انہوں نے گیتوں کے ساتھ ساتھ ادب اور بنگلہ ادب رومیستی میں غزل کی صنف متعارف کرائی۔ اور جلد ہی کلکتہ میں بحیثیت ایک موسیقار اور گلوکار کے مقبول ہوئے۔ اور یہی مقبولیت ان کی مفلسی کے خاتمہ کا ذریعہ بنی۔ اپنے لکھے گیتوں اور اپنی ہی تیار کردہ دھنوں کے ساتھ نذرالاسلام کی بڑھتی ہوئی مقبولیت کو دیکھتے ہوئے برطانیہ کی مشہور گراموفون کمپنی ہر ماسٹر ز و آس (HIS MASTER'S VOICE) نے اچھے معاوضہ پر ان کے گیت ریکارڈ کئے نیز موسیقی میں مزید تربیت کے لئے انہیں استاد ضیا الدین خان سے استفادہ کا موقع ملا اور انہوں نے کلاسیکی موسیقی میں بھی مہارت حاصل کی۔ کمپنی کی جانب سے جلد ہی انہیں مستقل ملازمت میں لے لیا گیا۔ اور خوشحالی کے اس زمانہ میں انہوں نے ایک نئی کرائسلر کار خریدی اس دوران ان کے دو بیٹے اور پیدا ہوئے۔ نیز وہ دوسری گراموفون کمپنیوں ”سینولا“ اور ”میگافون“ کے لئے بھی کام کرتے رہے اور ریڈیو کارپوریشن کے ساتھ ساتھ کلکتہ و بمبئی کی فلمی دنیا کے لئے گیت لکھتے رہے۔ ایک ڈرامہ میں انہوں نے بطور اداکار بھی کام کیا۔

خوشحالی کا یہ دور قاضی نذرالاسلام کے لئے چند گنے چنے سال رہا اور اپنے بڑے بیٹے بلبل کی وفات کا غم انہیں اندر ہی اندر گھائل کر تارہا رفتہ رفتہ ان پر حاوی ہوتا گیا۔ 1936ء کے بعد وہ موت کی حقیقت کی تلاش میں سرگرداں نظر آتے ہیں۔ موت کے جسمانی اور روحانی اثرات اور اپنے بیٹے بلبل سے کسی طرح رابطہ

نیز مسلم صوفیا اور ہندو یومیوں کی محبت اور مزارات کی زیارت ان کی زندگی کا حصہ بن گئی۔ اس دوران ان کی تخلیقات بھی شائع ہوتی رہیں۔ 1939 میں ان کی بیوی پر میلا دیوی شدید بیمار ہو کر بستر کی ہو گئیں اور مالی ابتری نے قاضی نذرا لاسلام کو ایک بار پھر لرلادیا۔ 1941 اور 1942 میں انکی چند مزید تخلیقات شائع ہوئیں تاہم انکی ذہنی حالت بگڑتی چلی گئی ایک شام وہ گھر سے غائب پائے گئے اور چھاؤنی کے علاقہ میں فوجی ٹرکوں کی شاہراہ پر درمیان میں چلتے ہوئے پائے گئے

۹ جولائی ۱۹۴۲ء کو کلکتہ ریڈیوشیشن پر اپنی ایک تقریر کی ریکارڈنگ کے دوران قاضی نذرا لاسلام یکدم اپنی قوت گویائی سے محروم ہو گئے۔ انھیں فوری طور پر گھر لے جایا گیا اور ڈاکٹروں کی پوری کوشش کے باوجود وہ بولنے کے قابل نہ ہو سکے ایک جانب وہ دماغی و جسمانی لحاظ سے مفلوج ہو گئے تو دوسری طرف انکی بیوی پر میلا بھی بستر پر پڑی رہتی تھی نذرل کی بوڑھی ساس جو انکے ساتھ ہی رہتی تھیں ان مریضوں کا بوجھ اٹھانے کے قابل نہ رہیں اور وہ بھی گھر سے غائب ہو گئیں جس کے بعد انکا پتہ نہ چل سکا۔ پر میلا ۱۹۳۹ء سے ۱۹۶۲ء میں اپنی موت تک بستر پر حکومت مغربی بنگال کے دوسروپے ماہانہ وظیفہ کے ساتھ گھر چلاتی رہی۔

برصغیر کی آزادی کے بعد نذرل کلکتہ میں ہی مقیم رہے اور ۱۹۵۲ء میں نذرل کے علاج کیلئے قائم کردہ کمیٹی کی کوششوں سے دونوں میاں بیوی کو لندن اور دی آنا لے جایا گیا۔ لیکن کوئی علاج کارگر ثابت نہ ہوا تقسیم ہند کے بعد حکومت مشرقی پاکستان نے نذرل کی خدمات کو سراہتے ہوئے ۳۵۰ روپے ماہانہ وظیفہ مقرر کیا ایوب خان کے دور حکومت میں نذرل کی خدمات کو خراج تحسین پیش کرنے کیلئے ڈھا کہ میں ایک لاکھ روپے سے ایک مجسمہ تعمیر کرنے کا منصوبہ سامنے آیا تو عوام میں یہ لطفہ سامنے آیا کہ نذرل نے کہا ہے کہ مجھے ایک لاکھ روپیہ دے دیا جائے تو میں مجسمہ بن کر خود کھڑا ہوں گا۔ بہر حال اس دوران محکمہ ڈاک حکومت پاکستان نے قاضی نذرا لاسلام کی سالگرہ کے موقعہ پر دو یادگاری ٹکٹ جاری کیے جبکہ صدر بھارت نے انہیں پدم بھوشن کا اعزاز عطا کیا۔

۱۹۷۱ء کی پاک بھارت جنگ اور بنگلہ دیش کے قیام کے دوران حکومت ہند نے نذرل کی قوت گویائی ختم ہونے سے متعلق دو غیر متعلق جملوں کی تشہیر کی کہ "میں ڈھا کہ جاؤں گا ہور" میں گاندھی جی سے ملوں گا" تاہم اس کی تصدیق کسی بھی ذریعے سے نہ ہوئی اور بعد ازاں بنگلہ دیش حکومت کی دعوت پر انہیں ڈھا کہ لایا گیا۔ جہاں پر وہ ۱۹۷۱ء میں انتقال کر گئے۔ اور ڈھا کہ میں دفن ہوئے۔

## نذر الاسلام کی شاعری

تحریک آزادی ہند (۱۸۵۷) اور تقسیم ہند (۱۹۴۷) کے درمیانی عرصہ میں جہاں بنگال اپنی سیاسی و جغرافیائی تفریق (مشرقی و مغربی بنگال) اور مذہبی تقسیم (مسلم بنگال - ہندو بنگال) کے مراحل سے گزر رہا تھا وہیں بنگلہ ادب بھی دو ہمہ جہت شخصیات کے سحر کا شکار نظر آتا ہے اور یہ دو شخصیات رابندر ناتھ ٹیگور اور قاضی نذر الاسلام ہیں رابندر ناتھ ٹیگور نے جہاں بنگلہ زبان و ادب میں تقلیدی رویوں کے ساتھ اپنی تخلیقات کو ہندو و اہل نظریات کے زیر سایہ مقبول عام کیا اور نوبل انعام برائے ادب حاصل کرنے والے پہلے ہندوستانی کا مقام حاصل کیا وہیں قاضی نذر الاسلام نے مسلم بنگلہ ادب کو عربی، فارسی، اردو کے امتزاج سے احیائے اسلام، جذبہ حریت اور حب الوطنی کے لیے استعمال کیا اس کی نظیر کہیں اور نہیں ملتی وہ بنگلہ ادب اور بالخصوص شاعری میں نئی جہتوں - نئی اصناف - جدید موضوعات اور اسالیب کے ساتھ تقلید کے بت کو توڑتے ہوئے آگے بڑھے اور عوامی و باغی شاعر کے رتبہ پر فائز ہوئے

## شعری تخلیقات - ایک تجزیہ

نذر کی شاعری کے انمٹ نقوش کی فہرست خاصی طویل ہے ان کی نظموں، غزلوں، گیتوں کے مجموعوں میں بلبل، ابیر ہوا (باد مشرق)، اگنی بینا (برہم آتش)، ذوالفقار، بشیر باشی (زہریلی بانسری) چوکھر چاتک (محبوب کی ایک جھلک کا منتظر محبت زدہ پرندہ)، دولن چانیہ، چھایہ نٹ، سنجیٹا، پرالے شکھا، سندھا، سنجے آن، چپت نامہ، سرکل بوتن چاند، نذرل گیتیکا، بن گیتی، بھنگا رگاران، گانیر مالا، چندر و ہندو، سراساتی، گل بچھ، گیتی ستدل، مرد بھاسکر، چکر بک، شیش سوگات، جھنگے پھول اور سات بھائی چپا وغیرہ شامل ہیں۔ جبکہ کلام حافظ اور رباعیات خیام کے منظوم تراجم ان کے علاوہ ہیں۔

نذر کی شاعری میں ہمیں بنگلہ زبان کے مسلم شعرا کی تقلیدی طرز اور عظمت رفتہ کی نوحہ زاری نظر نہیں آتی بلکہ امید اور نئی صبح کے طلوع ہونے کی تعبیر دکھائی دیتی ہے۔ وہ اس بیداری کی بات کرتے ہیں جو کہ ترکی افغانستان اور مصر میں رونما ہو چکی تھی۔ وہ اسلام کی شمع روشن کرنے کے لئے ہندوستان کے مسلمانوں کو بھی بیدار ہونے پر اکساتا ہے۔ اور انہیں زمانہ رفتہ کے زعمائے ملت کی عظمت سے راہنمائی لیتے ہوئے نئی انقلابی راہ دکھاتا ہے۔

دیکھو! عید گاہ شہادت میں آج جم غفیر ہے!  
 توران، ایران، حجاز، مصر، ہند، مراکش اور عراق  
 شانہ بشانہ صف بہ صف کھڑے ہو گئے ہیں  
 جو کل تک تھا افسردہ اور مضحل پڑے تھے  
 وہ بھی فردوس کے آرزو مند ہو گئے اور نیا جوش لے کر بیدار ہو گئے ہیں  
 تو بھی اس جماعت میں شامل ہو جا، دنیا داری بھول جا!  
 جو زنداں میں تھے وہ آج نئی انگلیں لے کر  
 شمشیر بدست میدان میں کود پڑے ہیں  
 تقدیر بدل گئی ہے۔ آج نعرہ تکبیر بلند ہونے لگا ہے  
 (ذوالفقار)

قاضی نذرا الاسلام اسلامی نشاۃ ثانیہ پر کامل یقین رکھتے تھے۔ وہ مسلمانوں کو ان کا ماضی دکھا کر حال  
 کی جانب متوجہ کرتے ہیں:

ابوبکر صدیق کی صداقت  
 اور عمر فاروق کی قربانی آج نظر نہیں آتی  
 بلال کا ایمان بھی نہیں رہا  
 علیؓ کی ذوالفقار بھی آنکھوں سے اوجھل ہے  
 جہاد کے لئے آج جان فروش شہداء بھی نہیں رہے  
 بازو میں قوت بھی نہیں رہی  
 خالد، موسیٰ اور طارق کہاں؟  
 بادشاہت اور تخت طاؤس کہاں  
 جو دنیا کا مالک تھا آج اس کے ہاتھ میں کھنکول ہے  
 اسلام صرف کتاب میں باقی رہ گیا ہے

اور مسلمان گور میں ہیں!

(ذوالفقار)

اللہ تعالیٰ کی حسین تخلیق ”انسان“ سے محبت کو بھی قاضی نذر الاسلام نے اپنی شاعری کا موضوع

بنایا ہے:-

ہم مساوات کے گیت گاتے ہیں  
 جہاں پہنچ کر تمام بندشیں اور رکاوٹیں دور ہو جاتی ہیں  
 جہاں بدھ، مسلمان اور عیسائی ایک ہو جاتے ہیں  
 تجھ میں ہر زمانے کا علم موجود ہے  
 اے دوست اپنا دل کھول کر دیکھ لے  
 اس میں سارے مذہبی صحیفے نظر آئیں گے  
 اسی دل دھیان کے گار میں گوتم نے مظلوم انسانیت کی کار سنی  
 اور اس کی نجات کے لیے اپنی حکومت ٹھکرا دی  
 اسی دل کے غار میں رسول عربی ﷺ پیغام الہی سننے تھے۔  
 یہیں بیٹھ کر انہوں نے قرآنی مساوات کے گیت گائے  
 بھائی ہم نے غلط نہیں سنا۔۔۔۔۔

ان کا فرمان ہے

اس دل سے بڑھ کر کوئی مندر یا کعبہ نہیں

(شہوبادی - سرب ہاڑ)

جذبہ حریت سے بھر پور اپنی تخلیق ”شط العرب“ میں شاعر الفاظ کا خوبصورت انتخاب کرتا ہے اور عراق میں مقیم ایک بگالی فوجی کو اپنے محکوم وطن کی یاد اور غلامی تڑپاتی ہے۔ اور اسی شاعرانہ تجلی پر قوم پرست راہنما سہاش چندر بوس نے ایک دفعہ کہا تھا۔

”انہیں (نذر الاسلام کے قومی گیتوں) کو گاتی ہوئی اور مارچ کرتی ہوئی ہماری قومی افواج حماد پر جا پہنچیں گی۔“ نذر ل کی شاعری میں ان کی نظم ”بدروہی“ (باغی) کو ایک سنگ میل کی حیثیت حاصل ہے۔ اور

اس نظم کی بدولت شاعر کو (باغی شاعر) کا خطاب ملا یہ ناقابل فراموش نظم، بولو پیر۔۔۔ بولو پنتہ شیر۔  
(بولو۔۔۔ اوبہادر بولو۔۔۔ میر اسراونچا ہے) سے ہو کر آگے بڑھتی ہے۔ جذبہ حب الوطنی اور آزادی  
سے سرشار نذر الاسلام اپنی ایک اور نظم ہنگارگان (بربادی کا گیت) میں شدت پسندی کی انتہا پر نظر آتا ہے۔

کارار اوئی لوہوکپاٹ

بھیٹے پھل کرے لپٹ

رکت حمت

شکل پوجار پاشان بیدی

(اس جیل کے آہنی دروازوں کو توڑ دو خون میں نہائے ہوئے پتھروں کے اس چبوترے کو  
تہس نہس کر دو جو بیڑیوں کی دیوی کی پوجا کے لیے بنایا گیا ہے۔)  
اپنے ایک مشہور قومی گیت "شکل پرارگان" کے ابتدائی مصرعے ہمیں شاعر کے ذہنی عروج کی نئی  
داستان سُناتے ہیں۔

اے شکل پاراچھل آماد پر شکل پاراچھل

(یہ بیڑیاں جو ہم نے پہنی ہیں وہ ایک حیلہ اور دکھاوا ہیں انہیں پہن کر ہم ظالموں کو مصیبت میں  
بتلا کر دیتے ہیں)

اسلامی تاریخ و شخصیات کا نذرل کی شاعری میں ایک خاص مقام ہے اپنی کئی نظموں اور گیتوں  
میں وہ اللہ تعالیٰ اور انسان کے مابین محبت کا تذکرہ کرتے ہیں۔ وہ حضور اکرم ﷺ کی محبت سے سرشار  
ہیں۔ چاروں خلفائے راشدین حضرت امام حسن و حسین، خالد بن ولید، طارق بن زیاد وغیرہ کا ذکر ان کی  
شاعری میں ملتا ہے۔ جدید مسلم دور کے زعماء میں سے نذرل نے اتاترک کمال پاشا سید جمال الدین  
افغانی۔ انور پاشا غزلول پاشا وغیرہ کا بھی ذکر کیا ہے۔

ابوبکر، عثمان، عمر، علی حیدر

اس کشتی کے چپو چلانے والے ہیں لہذا خوف و اندیشہ کیسا

اس کشتی کا ناخدا تجربہ کار ہے

یہ چمچ چلانے والے ہموا ہو کر لاشریک لہ کے گیت گاتے جاتے ہیں  
 اس کشتی کے مستول پر " شفاعت " کا بادبان بندھا ہوا ہے  
 اس پر حوران بہشتی گلہائے محبت کا پرتو ہے  
 یہ بہشتیاں خیر و برکت کا مجسمہ ہیں  
 پارا ترنے والے مسافر و  
 تم ہموا ہو کر لاشریک لہ کے گیت گاتے جاؤ

(اگنی پینا)

نذر کی شاعری میں قومی گیتوں کے علاوہ پریم گیتی (عشقیہ گیت) روحانی یا صوفیانہ کلام۔ فطرت سے متعلق نظمیں، مزاحیہ و طنزیہ گیت اور سیاسی و سماجی موضوعات پر لکھے گئے گیت بھی شامل ہیں۔ ان گیتوں کی ایک فہرست اظہر الدین خان نے تیار کی جس میں سولہ سترہ سو گیت شامل ہیں۔

نذر الاسلام کی شاعری کا پہلا مجموعہ "بلبل" ان کے فرزند ناصر کے نام پر ہے اور بلبل کی السناک موت کا اثر نذر الاسلام کی زندگی پر حاوی نظر آتا ہے۔ اس طرح "بدروہی" (باغی) جیسی نظم کی تخلیق کے بعد شاعری اکثر نظموں میں سامراجی قوتوں کے خلاف جدوجہد کی شدت ملتی ہے جس کی بنا پر ان نظموں کی اشاعت پر پابندی لگائی جاتی رہی اور شاعر کو قید کر دیا گیا۔

## نذر کی رومانی شاعری

نذر نے روایتی رومانی شاعری سے بغاوت کی ہے اس کی شاعری میں جذبات اور عشق کی انتہاء ناپید ہے وہ صداقت حسن کا قائل ہے اور ان کی رومانی شاعری موسیقیت کا سحر آفرین گداز پیدا کرتی ہے یہ شاعری مہذب اور پاکیزہ ہے واردات قلبی کے نہایت خوبصورت آہنگ کو اشعار کی نذر کرتے ہوئے نذر الاسلام جنسی لذت کا شکار نظر نہیں آتے۔ وہ ہلکی آنچ پر عشق کو نغمگی عطاء کرتے ہیں ان کی زندگی میں دو خوبصورت جوان لڑکیوں نرگس بیگم اور پر میلا دیوی کا نہایت اہم کردار ہے نرگس بیگم سے اگرچہ شادی نہ ہو سکی تاہم ان سے متعلق اشعار میں ان کی دل گرفتگی اور ناکامی عیاں ہے۔ کلکتہ کی حسین شاموں میں بھی نذر کا وہ

کی دیہاتی زندگی کے اثر سے اپنے آپ کو آزاد نہیں پاتا اور اپنی محبت بھری نظموں اور گیتوں میں بھی وہ حسن صورت اور حسن فطرت کو ساتھ ساتھ لے کر چلتا ہے۔ بنگلہ شاعری میں نسوانی غنائیت ہے جس سے نذر الاسلام نے اسے آزاد کرایا اپنے ایک رومانی گیت میں نذر الاسلام نہایت خوبصورت الفاظ کا انتخاب کرتے ہیں:

محبت ایک ہے چاہنے والے بے شمار ہیں  
محبت کی اس شراب کو مختلف ظروف میں پیوں گا  
اے بے نام محبوبہ، تمہیں بڑی چاہت سے نوش جاں کروں گا  
کبھی صراحی میں، کبھی شیشے میں اور کبھی پیالے میں۔

(سندھو ہندول)

## فارسی و عربی ذخیرہ الفاظ کا بنگلہ میں استعمال

فارسی اور عربی زبان اور برصغیر کی مقبول ہوتی ہوئی زبان اردو کے الفاظ کو بنگلہ زبان اور بالخصوص بنگلہ شاعری میں متعارف کرانے کا سہرا قاضی نذر الاسلام کے سر ہے، ان زبانوں کے اسلامی رنگ اور تراکیب کو اپنی اصل شکل و صورت میں بنگلہ اشعار میں اس قدر خوبصورتی کے ساتھ نذر الاسلام نے استعمال کیا کہ وہ اجنبی نہیں لگتے۔ نیگور اور اس کے معاصر شعراء کی تحریروں میں شکر ت اور ہندی کا غلبہ نظر آتا ہے نیز ہندوانہ رسوم و رواج کی واضح جھلک نظر آتی ہے قاضی نذر الاسلام نے فارسی و عربی کی تراکیب اور الفاظ استعمال کر کے ادب پرست حلقوں کی خصوصی توجہ حاصل کی یہ الفاظ اور تراکیب مسلمانوں کے لئے اجنبی نہ تھیں کیونکہ انگریزوں کی آمد سے قبل ہندوستان پر مسلم دور حکومت میں عمومی اور پوتھی نویسوں کے ہاں خصوصی طور پر ان کا استعمال جاری تھا۔ قاضی نذر الاسلام کی یہ کوشش احیائے اسلام کی جانب راہنمائی کرتی تھی۔ انہوں نے عمر خیام کی رباعیات اور دیوان حافظ کے کچھ حصوں کا بنگالی زبان میں منظوم ترجمہ کر کے بنگلہ عربی فارسی رشتہ کو مستحکم کیا۔ ان کی بعض نظموں کے عنوانات مثلاً شط العرب۔

ذوالفقار۔ قربانی۔ محرم۔ فاتحہ دوازدهم۔ گل باغچے اور کئی الفاظ (نرگس، باغ، داغ، فریاد، جام، ساقی، شراب، شرابا بلہورا) بھی استعمال کیے ہیں نذر الاسلام کے ایک گیت کا عنوان ”یوسف گم شدہ باز آید بلکعان غم نخور“ ہے۔ وہ عربی، فارسی ترکیبات اور مذہبی اصطلاحات مثلاً سید کی مدنی، شیریں شہہ، بکھر شہادت،

آب حیات، اللہ اکبر، لاله الا اللہ، لاشریک لہ، اتانہ وانا الیہ راجعون، انا الحق وغیرہ بھی اپنی شاعری میں استعمال کرتے ہیں۔

## نذرل کی اُردو شاعری

نذرل کی اردو زبان میں بھی چند گیت اور نظمیں لکھیں ان کی ایک حمد یہ نظم کچھ اس طرح ہے

اے ستار اے غفار کردے بیڑا پار  
دریا پہاڑ جنگل کرتے ہیں روز منگل  
زمین و آسمان کے ذرے ذرے کا عقیدہ ہے  
تو ہے پالن ہار - تو ہے کھیون ہار  
تو ہے کرتار - اے ستار

## نذرل کے افسانے ناول ڈرامے اور دیگر نثری تحریریں

قاضی نذر الاسلام نے تین ناول تحریر کیے جو کہ بندھن ہارا (بندھنوں سے آزاد) مریتو سدھا (موت کی بھوک) اور کوبلیکا ہیں یہ ناول بالترتیب ۱۹۲۷ء، ۱۹۳۰ء اور ۱۹۳۱ء میں شائع ہوئے

بندھن ہارا پہلے "مسلم بھارت" جریدہ میں قسطوں میں شائع ہوا اور یہ خطوط کے انداز میں لکھا گیا ہے۔ اس کے کرداروں میں نور الہدیٰ، منور، رابعہ، مس ساسیہ کا اس طرح پیش کیا گیا ہے کہ یہ نذرل کی اپنی کہانی لگتی ہے اور یہ قیام بغداد کے موقع پر مصنف کی ذہنی کیفیت کا واضح اظہار ہے۔ دوسرا ناول مریتو سدھا بھی اپنے کرداروں، انصار، لطیفہ بیگم اور روبی وغیرہ کے ذریعے ہندوستانی سماج کی باریک بینی کے ساتھ تصویر کشی کرتا ہے۔ تیسرا ناول کوبلیکا انگریز سامراج کے خلاف مسلمانوں کی کوششوں کے اسلامی، انقلابی اور حسب الوطنی رنگ کو نمایاں کرتا ہے۔ ناول میں جہانگیر، ہارون، تہینہ، فرخ، فردوس بیگم جیسے کرداروں کے ذریعے نذر الاسلام نے مسلم بنگال کا ایک حقیقی منظر نامہ پیش کیا ہے

نذر الاسلام کے تین افسانوی مجموعے بیا تھیر دان (۱۹۲۱ء)، رکتیہ میدان (۱۹۲۵ء) اور سیولی

ملا (1931ء) کسی طرح بھی اس کے ناولوں کے ہم پلہ قرار نہیں دیے جاسکتے۔ جذبات سے بھرپور یہ افسانے اپنے ہیرو کو شکست خوردہ شکل میں سامنے لاتے ہیں۔ اور کہیں کہیں بے مقصدیت کا عنصر غالب ہے۔ اگر ہم ان کے ناولوں اور افسانوں کا تقابلی جائزہ لیں تو واضح ہوتا ہے کہ ناول نویسی اور افسانہ نگاری میں نذرل کو وہ شہرت نہ ملی جو اسے بحیثیت شاعر، موسیقار اور گلوکار حاصل ہوئی۔ اس کے افسانوں اور ناولوں کے کرداروں کے اسلامی نام اور جذبہ خریٹ سے نذرل کی زندگی کی اسلامی جھلک واضح طور پر سامنے آتی ہے۔

نذرالاسلام نے اپنے ڈراموں آلیا (1925ء) مدھو مالا (1929ء) اور جھل ملی (1930ء) مکت دھارا، اور گیتی نیدہ کے ذریعے ڈراما نگاری میں بھی تخلیقی صلاحیتوں کا رنگ جمایا اس کے علاوہ ایک ڈرامہ میں سٹیج اداکار کے طور پر بھی کام کیا اور ایک فلم میں بھی قسمت آزمائی کی۔ نذرل کے مجموعہ ہائے مضامین ”یگ وانی“ درپنئے جاتری (کالے دنوں کا مسافر) زدر منگل (خدائے تباہی کے حضور میں) وغیرہ شامل ہیں

## کیا نذرل کیمونسٹ تھے؟

غلام ہندوستان کے عوام انقلاب روس (1917ء) کے اثرات محسوس کر رہے تھے۔ اور اس انقلاب سے نوجوان نذرالاسلام بھی متاثر ہوا تاہم وہ کبھی بھی کیمونزم مارکیٹ یا لینن ازم کا شکار نہیں ہوئے۔ اگرچہ وہ کسی حد تک سوشلسٹوں کے ہم خیال تھے۔ انہوں نے شردھار (پرولتاریہ) جیسی نظمیں لکھیں۔ کیمونسٹ انٹرنیشنل کا بنگالی ترجمہ کیا۔ چینی رہنما چیانگ کانگ کی شیک کی ہندوستان آمد (1942) پر استقبالیہ نظم لکھی۔ کسان مزدور پارٹی کی سرگرمیوں میں شریک رہے۔ مزدور سوزاج پارٹی کے ترجمان لائلنگ کی ادارت میں شامل رہے۔ اور کیمونسٹ دوستوں سے اُن کا تعلق قائم رہا۔ لیکن وہ کبھی بھی ایک بچے کیونٹ کے طور پر سامنے نہیں آئے بلکہ انہیں ایک عوامی شاعر، باغی شاعر، انقلاب پرست، جمہوری قوم پرست اور احبائے اسلام کے داعی کے طور پر جانا جاتا ہے۔

## نذرالاسلام بطور موسیقار و گلوکار

نذرل نے اگرچہ لڑکپن میں عوامی موسیقی کی ٹولیوں میں شریک ہو کر ”نر“ کا ابتدائی رنگ سیکھ لیا تھا۔ اور انہیں بانسری اور دیگر آلات موسیقی بجانا آتے تھے۔ تاہم وہ زندگی کی تیسری دہائی میں موسیقی اور

گلوکاری سے دور ہے۔ اس دوران اُن کی موسیقی سے وابستگی کا صرف ایک پہلو قابل ذکر ہے۔ اس عرصہ میں اُنہوں نے بنگلہ موسیقی کو ایک نئی صنف "غزل" سے متعارف کرایا۔ بنگلہ زبان میں غزل اپنے لطیف جذبات اور نذر الاسلام کے خوبصورت الفاظ کے آہنگ اور امتزاج سے جلد ہی مقبول ہو گئی۔ 1930-40 کے عرصہ میں نذر الاسلام کی گراموفون کمپنیوں سے وابستگی گیت لکھنے اور موسیقی ترتیب دینے کے بہترین معاوضے، استاد ضیا الدین خان کی شاگردی اور کلکتہ کی محافل، دعوتوں اور انجمن آرائیوں نے رنگ دکھایا اور وہ ایک مقبول موسیقار بن گئے۔ اگرچہ نذر الاسلام کے تمام گیتوں کی تعداد ساڑھے تین ہزار کے لگ بھگ ہے جن میں قوی، سیاسی، سماجی، روحانی یا صوفیانہ طنزیہ و مزاحیہ اور عشقیہ غزلیں بھی شامل تھیں۔ تاہم اس کے بعد اُن کے عوامی گیت زیادہ کامیاب رہے اور خاص طور پر "کوچ گیت" جنہیں آج کل کورس کیا جاتا ہے۔ اُنہیں بنگالی عوام کا گرویدہ شاعر بنا گئے۔ وہ لوگ دھن اور کلاسیکی راگ کا امتزاج پیش کرتے اس دوران اُنہوں نے بنگالی موسیقی کو "ہر جھارانی" سندھیما لتی "بن کشل" "دولن چپا، جیسی نئی دھنوں سے مالا مال کیا۔





## لاركانه و مكانتها فى السند مع مؤلفات علماء لاركانه ( وفق الترتيب الهجائى )

د. الحافظ عبدالغنى الشيخ

مدير معهد الألسنة

جامعة السند، جامشوره، السند

### وجه تسمية لاركانه

إن مدينة لاركانة كانت سميت بهذا الاسم لأسرة لارك فإنهم كانوا يقطنون فى هذه البقعة وحولها. ويقال لها كورة جاندكه (ج.د) لأن القبيلة جاندكه كانت تسكن بها. وكان عميد هذه القبيلة ولى محمد أعطته الحكومة الإنجليزية أقطاعاً. وتولد له ابنه عيسى خان وهو من العمائد المشهورين. (١)

والحق إن هذه المقاطعة سميت بإسم كورة جاندكه فى أيام الحكومة لأرغون سنة ١٥١٩م. (٢) وحينما جعلتها حكومة الإنجليز مديرية للسند فسمتها بإسم لاركانه فى شهر أغسطس سنة ١٩٠١م. (٣)

### تحديد مديرية لاركانه و مساحتها

إن مديرية لاركانه تقع بين مقاطعات دادو ونواب شاه و سكر و قلات (٤). وهى مشتملة على سبع بقعات. وهى روكرى، ورتة دير، و شهداد كوت (ن) و قمبر ولاركانه وميرو خان و واره. (٥)

ومساحتها الحالية على خريطة السند هى ستة و ستون و ثمانية مفاة والفان من الأميال المربعة (٢٨٦٦م) (٦).

## القبائل والأسر الطمرة في مديرية لاركانه

إن سكان مديرية لاركانه يتعلقون بالقبائل المختلفة والأسر المتفرقة. فإننى سأقدم عدة من أصولها المعتمدة وفروعها الشهيرة ليسهل فهم أنساب العلماء الذين يأتى ذكرهم فى الأبحاث الآتية:

### بردى / بليدى:

هذه القبيلة من أولاد زيندى خان بن مير على خان بن هرین من شعوب البلوص. وكان لزيندى خان ولدان. احدهما سنلر خان ففرعت من أولاده أسر كحاكيرانى وغيرها. وثانيهما حاجى خان وانشعبت من أولاده شعوب كالمغيرى وغيرها. (٧)

### بلوص:

قيل إن هذه القبيلة من أولاد بُد (ذكر من الحن) ولوج (أنثى من الحن) وهم كانوا يقطنون فى بلدة حلب ثم هاجروا إلى السند حينما طردهم يزيد بن معاوية فى زمن خلافته.

وهم يدعون أيضا بأنهم كانوا من أولاد حمزة (عم رسول الله ﷺ). وقد مضى فى أسلافهم رجل اسمه هرین. وكان له ثلاثة أبناء: جلال خان و مير على خان و نوس خان. و لجلال خان أربعة أبناء و بنت واحدة. أسماؤهم رند ولا شارى وهوت و كورائى. و اسم البنت جته. فانشعبت من هؤلاء أجيال متفرقة ك رند و كوسه و جمالى و جتولى و زنكيجه و لا شارى وغيرها. (٨)

### چاچر:

أهل هم كانوا من الهنود و أولادهم بعد قبول الإسلام يسمون بالقبيلة "سمه". (٩)

**جانڈیہ :**

إن هولاء من أولاد هوت بن جلال خان بن هرین البلوص. (۱۰)

**جتوئی :**

إنهم من اولاد جته (بنت جلال خان بن هرین البلوص) زوجة مراد خان بن نوس. (۱۱)

**جکرای :**

هم من أولاد جکره من أسرة جاکر خان . وقيل إن جکره كان من قبيلة  
أبره (ز). ولكنه صحب مير جاکر خان فادعاه انه من بلوص . وانشعبت من هولاء ثمانية  
فروع . فمنها شهبانی وملکانی وغيرهما (۱۲).

**جمالی :** إنهم من أولاد رند البلوص . وتفرعت منهم شعب جلكرى وغيرها. (۱۳)

**جوکیہ (ک) :**

كان هولاء من شعوب سمه من أسرة راجبوت . و آباؤهم جاؤا من مکران إلى  
السند ومن قرابتهم هي قبيلة بنهور. (۱۴)

**رند :**

إن هذه القبيلة كانت من أولاد رند البلوص. (۱۵)

**سومرہ :**

إنهم كانوا من أولاد راجبوت الهندو الذين أسلموا . فحکم بلاد السند ولاة  
منهم زهاء اربعة قرون إلا خمسين عاماً. (۱۶)

**سونارہ :**

إن هولاء یسمون باسم سونارہ لأنهم یزاولون مهنة التوشية بالذهب . فمنهم  
من قبل الإسلام و الآخرون لم یقبلوه بل داموا على طريقة الهندو. (۱۷)

**سید:**

ہم من اولاد السیدة الزهراء بنت رسول اللہ ﷺ وزوجة علی بن ابی طالب ؑ .  
 ویسمون باسم السادات وأهل البيت . وانشعبت منهم فروع كالحسنی والحسینی  
 وغیرهما. (۱۸)

**شیخ:**

هؤلاء هم أسلموا من الهنادكة وغيرهم . فأولاد هم أيضا ينسبون أنفسهم  
 بذلك (۱۹)

**عباسی:**

هم من بنی عباس عم رسول اللہ ﷺ : فينسبون إلى عباس ؑ . وهؤلاء یسمون  
 أيضا بأسماء كلهوره و سرائی ومیان . ويقال لمريديهم الفقراء باسم میانوال. (۲۰)

**قریشی:**

إنهم من أولاد قبيلة العرب المعروفة باسم قریش أصلا . ولكن الآن يطلق هذا  
 الاسم على كل واحد من أولاد قریش غير السادات. (۲۱)

**كلهوره:**

إن هذه القبيلة من شعوب العباسيين و داؤد بوتہ . فإنهم توطنوا بلاد السند من  
 الزمن القديم . وسموا أنفسهم بأسماء أحر كفقير ومرشد وبير ومیان (۲۲)

**کورائی:**

هم من أولاد کورائی بن جلال خان بن هرین البلوص . وانشعبت منهم فروع  
 کبتافی و دستی و برانی (۲۳)

**کوسہ :**

ہولاء من شعوب بلوص . وتفرعت منهم فروع كحمانى وحتانى و جاكيرانى

وغيرها (٢٤)

**کوکر (گ گ) :**

إن آباء هذه القبيلة كانوا يقطنون فى إقليم الفنجاب . ثم جاء بعض من

أولادهم إلى السند فتوطنوها وقرروا اسم قبيلتهم الأول أى الكوكر (٢٥).

**لاشارى :**

هذه القبيلة من أولاد لاشار بن جلال خان البلوص . وانشعبت منها فروع

ككورانى و بوتانى وغيرهما . (٢٦)

**لغارى :**

ہولاء من أولاد رند البلوص بن جلال خان بن هرین . (٢٧)

**مرى :**

هم من شعوب رند البلوص . وانشعبت منهم فروع كأبانى و کنكرانى و

بجارانى (ث) و تالبور وغيرها . (٢٨)

**منكسى:** ہولاء من أولاد لاشار البلوص - وقيل إنهم ليسوا من شعوب البلوص (٢٩)

**مہانہ / میرانى :**

يقال لهم أيضا مير بحر . وانشعبت منهم فروع كثيرة . أكثرهم يمارسون مهنة

الملاحة وصيد الحيتان . (٣٠)

**مہر :**

إن آباء ہم كانوا من الهنود . ثم أسلم بعض منهم . فهولاء من أولادهم (٣١)

**ميمن :**

آباء هذه القبيلة كانوا هنداكه. فبعضهم اعتنقوا الإسلام . وهؤلاء من سلالتهم. وقال الجمهور إن اللفظ السندي ميمن متحول من اللفظ العربي مؤمن . وانشعبت منهم فروع كالقاضي والأخوند وغيرهما (٣٢)

### **الألسنة المتداولة بين سكان لاركانه**

قد شاهدت وعانيت في بقعات مديرية لاركانه أن الألسنة المتداولة بين سكانها و تجارها هي السندية والأردوية والبلوذية والبروهية والسرائيكية والفتنجابية و الساروارية . وتعلم اللغة العربية والفارسية في كثير من المدارس الدينية والمعاهد العالية واللغة الإنجليزية هي لغة إجبارية في أكثر مناهج الكليات و كثيرة الإستعمال في المكاتب الحكومية .

### **الآثار والأماكن التاريخية في مقاطعة لاركانه**

إعلم أن الآثار الواقعة في بقعات لاركانه كثيرة جدا. وهي دالة على قدامة حضارة سكانها و آثار ثقافة أهلها و أصول مذاهب قدمائها وطرق مسالك مشائخها و علوم منزلة علمائها و رفعة صناعة صانعيها. فمن تلك الآثار: موئن جودرو و المسجد الجامع اللاهوري و خانقاه بيرشير و سريمين جو كوت وغيرها.

و موئن جودرو تقع في بقعة روكري على مسافة عشرة أميال من مدينة لاركانه. (٣٣) وحفره سرجان مارشل أول مرة سنة ١٩٢٢م. (٣٤)

وقد ذهبت يوماً إلى موئن جودرو فشاهدت هناك أشياء مختلفة قديمة سالمة بعضها و ناقصة آخرها. وهي موضوعة في دار الآثار الواقعة بها. فمنها خواتيم و أصنام و تماثيل و حلقات و النقود وغيرها. ويظهر من تلك الآثار أن المدينة العالية كانت عامرة

هنالك فى الأيام الماضية قبل خمسة آلاف من السنين أوحواليها.

## مكافاة لاركانه و فضلها فى تاريخ السند

ان اللفظ لاركانه يستعمل فى مفاهيم مختلفة . فمنها:

أولاً: هى مديرية من مديريات إقليم السند. وهى تقع بين مقاطعات دادو و نواب شاه و سكر و قلات. (٣٥)

ثانياً: هى مركز قيادة مديريتها (District H.Q.)

ثالثاً: هى مركز من مراكز لاركانه (Tahsil)

رابعاً: هى مقاطعة من مقاطعات السند (Division) منذ شهر اكتوبر سنة ١٩٨٨م

خامساً: هى مقاطعة تحتية للمديرية لاركانه (Sub- Division)

سادساً: هى مسكنة القبيلة لارك القديمة (Residential Region of an

ancient tribe of lark. (٣٦)

والمراد من اللفظ لاركانه فى هذه المقالة هو المفهوم الأول ، اعنى مديرية لاركانه

فالآن أذكر نكات عديدة لإظهار مكانتها و فضلها فى تاريخ السند فى سطور تالية:

الأولى: إنه لا يخفى على أحد ممن طالع الكتب الدينية لاسيما القرآن كتاب الله

و الأحاديث النبوية و التواريخ العالية . ﴿إن الأرض لله يورثها من يشاء من عباده﴾

(٣٧). و الأرض تحيط بقعة لاركانه أيضا. فلا تخلو عن الفوائد العامة و الفضائل

الخاصة.

الثانية: إن هذه المقاطعة لم تزل جناحا للسند من القدم إلى الآن وإن سميت بأسماء

مختلفة. فإنها سميت باسم لاركانه و جعلت مديرية من مديريات إقليم السند فى عهد

الحكومة الإنجليزية سنة ١٩٠١م. فهى الآن أهم مديرية فى السند.

و السند هى من البلاد السعيدة التى هبت عليها نفحة الإسلام فى فجر تاريخه

وأدرسته العناية ورفرف عليها علم الإسلام في أواخر القرن الأول من الهجرة ونبغ فيها نوابغ من العلماء والشعراء والأدباء وغيرهم.

وإقليم السند هو أول منطقة من آسيا الجنوبية التي صارت مركز العلوم الإسلامية وشاعت أنوار الإسلام منها على بقية المناطق في الهند وتشرفت بلقب باب الإسلام. (٣٨)

الثالثة: و مدينة لاركانة الواقعة في هذه المديرية هي من أهم مدن إقليم السند. يقال لها باغ ارم/ باغ عدن/ شيراز سند/ City of gardens (مدينة البساتين) لأنها مدينة الأقسام المختلفة المتنوعة وحصن حصين لسكانها و مسكنة مريحة لأهلها و متجرة نعيمة لتجارها و معملة نافعة لعمالها و معلمة مفيدة لطلابها و بهامحطة عالية لمسافريها و خانقاهات لزائريها و معاهد عليا لمشوقها و جوامع للعابدن فيها فهي مروحة لسياحها و مبهجة للناظرين و منزهة للخواطر. فاشتهر ضرب المثل لها في اللغة السندية: هيجىء نالوته گهم لاركانو (٣٩)

الرابعة: وقد نبغ في مديرية لاركانه نوابغ من العلماء الكبار والمشائخ العظام والطلاب الكرام والأدباء الفصحاء والشعراء البلغاء والقضاة الأمناء والعمال الصلحاء والحكام الرحماء. لذا لاينكر عن مكاتنها العليا وفضلها الكبرى بين مديريات السند تاريخها.

**(مؤلفات علماء لاركانه (وفق الترتيب الهجائي)**

### الهمزة

١- آثار العرفان: (ترجمة القرآن بالسندية المنظومة وتفسيره) للمولوى هداية على تارك التونية النحفى(واره)

٢- آئينه سلوك (ملفوظات ميان عبدالحق الدرأزى) للمولوى غلام محمد القادرى (لاركانه).

- ۳- ابراهيم خليل الله (بالسندي المنظومة) للمولوى عبدالله الحانديہ (رتہ ديہہ).
- ۴- اتحاف الأشراف للمولوى محمد قاسم المشورى (لاركانہ)
- ۵- أحسن البيان فى تفسير القرآن (ترجمة كنز الايمان للمولوى أحمد رضا خان البريلوى و ترجمة خزائن العرفان للمولوى نعيم الدين المراد آهادى) للمولوى عزيز الله الديته الحبرى (لاركانہ).
- ۶- إحياء القلوب للمولوى محمد هاشم القاسمى (رتہ ديہہ).
- ۷- اختلاف الأوصاف بالصحابه للمولوى الله بعش التونيه (قمير).
- ۸- إرتقائى سيد (جى ايم سيد جى كئا، جاكم لتا للمولوى عبدالله الحانديہ (رتہ ديہہ)
- ۹- أردو (الإجبارى للطبقة الحادية عشرة) للمولوى محمد سليمان البكيه (دو كرى)
- ۱۰- اردو (الاجبارى للطبقة الرابعة عشرة) للمولوى محمد سليمان البكيه (دو كرى)
- ۱۱- إرشادات نبويه للمولوى محمد فقير الدين الصديقى (شهاداد كوت)
- ۱۲- إرشاد السالكين للمولوى محمد عظيم شيدا السولنكى (واره)
- ۱۳- إرشاد العباد إلى تصحيح النطق بالضاد للمولوى محمد قاسم المشورى (لاركانہ)
- ۱۴- أذكار جتوئى للمولوى غلام رسول الجتوئى (دو كرى)
- ۱۵- أستاذ فارسى (قواعد اللغة الفارسية باللسان السندى) للمولوى محمد بن أحمد الكوكر (لاركانہ).
- ۱۶- إسلاميات (الاختيارى للطبقة الثالثة عشرة) للمولوى محمد سليمان البكيه (رو كرى).
- ۱۷- إسلامى تعليمات للمولوى محمد سليمان البكيه (دو كرى).
- ۱۹- إشباع الكلام فى تحقيق مدة الرضاع والنظام للمولوى محمد قاسم المشورى (لاركانہ).
- ۲۰- اشعار، ثنائى (فى جزئين) للمولوى ثناء الله ثنائى العباسى (رو كرى).

- ۲۱- أشعار على صنوف مختلفة للمولوى الحافظ عبدالقادر الكلهوره (دو كرى)
- ۲۲- أصحاب ثلاثه جى فضيلت: للمولوى عبدالله الحانديه (ج د) (رتہ ديرہ).
- ۲۳- إصلاح الأخلاق للمولوى عبدالكريم الكورائى البلوى (رتہ ديرہ)
- ۲۴- إصلاح المسلمين للمولوى محمد بن احمد الكوكر (لاركانہ)
- ۲۵- أصول حديث للمولوى محمد عظيم شيدا السولنكى (وارہ)
- ۲۶- إظهار حق للمولوى خالقداد الأبرہ (لاركانہ).
- ۲۷- إعانة الفنى الوحيد فى رد عقائد السننى الحديد للمولوى در محمد خاك القریشى الصديقى (وارہ).
- ۲۸- إعانة القارى ، تسهيل البخارى للمولوى الله بخش التونيه (قمبر)
- ۲۹- أعمال قرآنى للمولوى عبدالكريم الكورائى البلوص (رتہ ديرہ)
- ۳۰- افحام الأفحم بتايد ابراء المتهم للمولوى ابى البقاء مظهر الدين شاه الراشدى (دو كرى).
- ۳۱- أفكار عبدى للمولوى عبدالله الحانديه (رتہ ديرہ).
- ۳۲- إقامة الحشر على منكر قامه أبى البشر للمولوى غلام صديق القریشى الصديقى (وارہ).
- ۳۳- الأفضاء للمولوى عبدالله الحانديه (رتہ ديرہ)
- ۳۴- امام الأشعار للمولوى غلام رسول الجتوى (دو كرى).
- ۳۵- إنسان سندس خواهشات جو صحيح رستو (بالسنديه المنظومه) للمولوى عبدالله الحانديه (رتہ ديرہ)
- ۳۶- إنعام الرحمان بتيسير القرآن للمولوى الله بخش التونيه (قمبر)
- ۳۷- أنوار صديقيه للمولوى محمد نصير الدين الصديقى (شهاداد كوت).
- ۳۸- أيها العلماء للمولوى بير نحشى انله شاه الراشدى (وارہ).

## البناء

- ۳۹- ہرکات البسملة للمولوى در محمد خاك القريشى الصديقى (واره)
- ۴۰- برهان الحق (فى رد آئینه حق) للمولوى عبدالرحيم الجتوى (دو كرى)
- ۴۱- برهان الواصلين (ترجمة عدة آيات من القرآن الى السنديفة المنظومة) للمولوى هداية على النجفى (واره)
- ۴۲- البشرى لمن احتفل بميلاد النبى ﷺ للمولوى محمد قاسم المشورى (لاركانه)
- ۴۳- بلوغ العلام (شرح نزهة النظر) للمولوى للمولوى الله بحش التونيه .
- ۴۴- بنات الرسول ﷺ للمولوى محمد قاسم المشورى (لاركانه)
- ۴۵- بنات الرسول ﷺ للمولوى محمد هاشم القاسمى (رته ديره)
- ۴۶- بند البحر بياض للمولوى عبدالرحمان البير (واره)
- ۴۷- بنياد الصرف للمولوى عبدالله الجانديه (رته ديره)
- ۴۸- بياض للحافظ إمام بحش السومره (دو كرى)
- ۴۹- بياض للمولوى أمان الله الأريجه (دو كرى).
- ۵۰- بياض للمولوى حبيب الله الأعوان (شهاداد كوت).
- ۵۱- بياض للمولوى شاه محمد الويدر (قمبر)
- ۵۲- بياض للمولوى الحافظ ضياء الحق أسلم السولنكى (واره)
- ۵۳- بياض للمولوى آخوند عبدالرحمان الجانديه (قمبر)
- ۵۴- بياض للمولوى خواجه عبدالغفار / بيرمه (لاركانه)
- ۵۵- بياض للمولوى عبدالفتاح عبد السومره العاقلى (لاركانه)
- ۵۶- بياض للمولوى عبدالله السومره (واره)
- ۵۷- بياض مجموعة فتاوى للمولوى غلام حسين العباسى الوحيدى (لاركانه)

۵۸- بیاض للمولوی غلام رسول العباسی (لارکانہ)

۵۹- بیاض للمولوی محمد بن أحمد الکوکر (لارکانہ)

۶۰- بیاض للمولوی محمد إبراهيم الحانديه التبری (میرو خان)

۶۱- بیاض للمولوی القاضي محمد إبراهيم السمه الكاررائی (میرو خان)

۶۲- بیاض للمولوی محمد بقا الشهير بالحاج متل شاه الراشدي (دو کری)

۶۳- بیاض للمولوی محمد سليمان سليم الأبره (دو کری)

۶۴- بیاض للعلامة محمد قسام المشوری رتبا المولوی عبدالقادر الكلهوره

(دو کری)

۶۵- بیاض للمولوی مولا بخش فنالی الأبره (دو کری)

۶۶- بیاض للمولوی بیر نجی اللہ شاه الراشدي

۶۷- بیاض للمولوی نور الدین نور الحانديه قمبر

۶۸- بیاض طبی (فی جزئین للمولوی الحافظ جان محمد الوکن (واره).

۶۹- بیاض فیاضی للمولوی أبی الفیض غلام عمر المحتوی (دو کری)

۷۰- بیاض کریمی للمولوی عبدالکریم الکورانی البلوص (رتہ دیرہ)

۷۱- بیاض نوحه (بالفارسیة المنظومة) للمولوی عبداللہ الحانديه (رتہ دیرہ)

۷۲- بیاض وصالی للمولوی محمد صالح وصالی الکوسه (شهاداد کوت)

۷۳- بینات الواضحات للمولوی محمد قاسم المشوری (لارکانہ)

۷۴- بینات الواضحات فی استحباب الجهر بالذکر بعد المكتوبات للمولوی محمد

قاسم المشوری (لارکانہ).

**التاء**

۷۵- تاج الفتاوی للمولوی تاج محمد الکوکر (دو کری).

۷۶- تاریخ الإسلام ( فی ثمانية أجزاء) للمولوی ثناء اللہ ثنائی العباسی (دو کری)

۷۷- تاریخ بزرگ شہداد کوتی للمولوی در محمد خاک القریشی الصدیقی (وارہ)

۷۸- تحلیات صدیقیہ (باللغة الأردویة) للمولوی محمد نصیر الدین الصدیقی (شہداد

کوت)

۷۹- تجوید القرآن للمولوی القاری خیر محمد الشبائی البلوص (قمبر)

۸۰- تحاریر / فتاوی للمولوی القاضی محمد ابراہیم السمه الکاررائی (میرو خان)

۸۱- تحریرات المباحثہ عن قرأة القرآن بالجهر فی الجماعة للمولوی ابی البقاء مظهر

الدین شاہ الراشدی (دو کری)

۸۲- تحریرات / فتاوی للمولوی غلام صدیق القریشی الصدیق (وارہ)

۸۳- تحریر در جواب اعتراضات اهل التشیع للمولوی أبی الجمال خدا بخش الأبرہ

(دو کری)

۸۴- تحریر فتوی در جواب غیر المقلد للمولوی أبی الجمال خدا بخش الأبرہ

(دو کری)

۸۵- التحریر فی تائید الفتوی عن جواز سفر الحج ما شیا للمولوی غلام رسول العباسی

(لارکانہ)

۸۶- تحصیل الصححة عن السقامة بما جاء فی الفصد والحمامة للمولوی أبی البقاء

مظهر الدین شاہ (دو کری)

۸۷- تحفة الإخوان للمولوی در محمد خاک القریشی الصدیقی (وارہ)

۸۸- تحفة أولی الألباب فی الرد علی طاعة الأصحاب للمولوی الحاج أحمد الأبرہ

المولوی (دو کری)

۸۹- تحفة حسینی للمولوی تاج محمد الکوکر (دو کری)

۹۰- تحفة الحکماء ( ترجمة الطب الأكبر من الفارسية الی السندیة ) للمولوی عبدہ

اللاکھ البنکلدیری (رتہ دیرہ)

۹۱- تحفة سند ( بالسندیة) للمولوی نواب گل محمد (شہداد کوت)

۹۲- تحفة الطلاب للمولوی عطا محمد کلہوڑہ (رتہ دیرہ)

۹۳- تحفه غیائیہ ( علم الطب ) للمولوی القاضی محمد ابراہیم السمه کاررائی (میزو خان)

۹۴- تحقیق الحبر فی صلوة الحنازہ علی القبر للمولوی اُبی البقاء اظہر الدین شاہ ( دوکری)

۹۵- تذکرہ کریمیہ ( بالفارسیہ ) للمولوی القاضی محمد ابراہیم السمه کاررائی (میزو خان)

۹۶- ترتیب الأقوال فی تردید طلاق المہوال للمولوی تاج محمد الکوکر ( دوکری)

۹۷- ترتیب رسالۃ الشیخ عبدالرحیم الکرہوری للمولوی عبدالقادر (الکلہوڑہ (دوکری)

۹۸- ترجمۃ إرشاد الطالبین ( إلی السندیہ ) للمولوی ہدایۃ اللہ شاہ الراشدی (دوکری)

۹۹- ترجمۃ اصول الشاشی ( إلی السندیہ ) و شرحہ للمولوی غلام حسین العباسی (لارکانہ)

۱۰۰- ترجمۃ ہوستان ( إلی السندیہ المنظومۃ ) للمولوی محمد بقا الشہیر باسم الحاج مثل شاہ (دوکری)

۱۰۱- ترجمۃ تحفة الأبرار ( إلی السندیہ) للمولوی غلام حسین العباسی (لارکانہ)

۱۰۲- ترجمۃ تفہیم القرآن ( إلی السندیہ ) للمولوی جان محمد البنہ (رتہ دیرہ)

۱۰۳- ترجمۃ خمسۃ أجزاء من القرآن الحکیم للمولوی عبدالکریم الکورائی البلوص (رتہ دیرہ)

۱۰۴- ترجمۃ ش... لاجامی و شرحہ ( بالسندیہ ) للمولوی غلام حسین العباسی

(لاركانه)

۱۰۵- ترجمه ديوان حافظ و شرحه (بالسنديه) للمولوى غلام حسين العباسى

(لاركانه)

۱۰۶- ترجمه زليخا (إلى السنديه المنظومه) للمولوى عبدالكريم الكورائى البلوص

(رتہ ديروہ)

۱۰۷- ترجمه سر الشهادتين للحضرة شاه عبدالعزيز المحدث الدهلوى ، للمولوى امان

اللہ العباسى (لاركانه)

۱۰۸- ترجمه سکندر نامه و شرحه (بالسنديه) للمولوى غلام حسين العباسى

الوليدائى (لاركانه)

۱۰۹- ترجمه سورة البقرة (إلى السنديه) للمولوى محمد صالح البته (لاركانه)

۱۱۰- ترجمه "يس" و تفسيره بالسنديه للمولوى عبداللہ الجانديه (رتہ ديروہ)

۱۱۱- ترجمه شاهنامه فردوسى (فى جزئين إلى السنديه) للمولوى محمد عاقل

المسرره العاقلى (لاركانه)

۱۱۲- ترجمه شرح الوقاية (إلى السنديه) و شرحه للمولوى غلام حسين العباسى

الوليدائى (لاركانه)

۱۱۳- ترجمه القرآن (إلى السنديه) للمولوى امان اللہ العباسى .

۱۱۴- ترجمه قصه شيخ صنعان، (إلى السنديه) للمولوى بير محمد بقا .

۱۱۵- ترجمه قصيده برده (إلى السنديه) للمولوى القارى خير محمد الشبانى البلوص

(قمبر)

۱۱۶- ترجمه قصيده برده (إلى الفارسية) للمولوى در محمد خاك القریشى الصديقى

(واره)

۱۱۷- ترجمه قطبى و شرحه (إلى السنديه) للمولوى غلام حسين العباسى (لاركانه)

- ۱۱۸- ترجمة القول القوی فی رد قول الكوئی (من العربية إلى السندية) للمولوی محمد سليمان الابره (دو كرى)
- ۱۱۹- ترجمة كريما (إلى السندية المنظومة) للمولوی عبدالكريم الكورائى البلوص (رتہ ديروہ)
- ۱۲۰- ترجمة كريما (إلى العربية المنظومة) للمولوی عبدالكريم الكورائى البلوص (رتہ ديروہ)
- ۱۲۱- ترجمة كريما و شرحه (بالسندية) للمولوی غلام حسين العباسی (لاركانه)
- ۱۲۲- ترجمة كريما (إلى السندية المنظومة) للمولوی غلام عمر الأريجه (دو كرى)
- ۱۲۳- ترجمة مخزن أسرار و شرحه (بالسندية) للمولوی غلام حسين العباسی (لاركانه)
- ۱۲۴- ترجمه مطلع الأنوار و شرحه (بالسندية) للمولوی غلام حسين العباسی (لاركانه)
- ۱۲۵- ترجمة الهداية و شرحه (بالسندية) للمولوی غلام حسين العباسی (لاركانه)
- ۱۲۶- ترقم الأحقر فى اتباع سيد البشر للمولوی اللہ بخش التونيه (قمبر)
- ۱۲۷- ترك رفع اليدين للمولوی عبدالقادر الكلهوره (دو كرى)
- ۱۲۸- تركى توبى للمولوی ثناء اللہ ثنائى العباسی (دو كرى)
- ۱۲۹- تفسير الإحسان (بالعربية) للمولوی عبداللہ الجانديه (رتہ ديروہ)
- ۱۳۰- تفسير الفاتحة والناس والفلق والإخلاص ، للمولوی عبداللہ الجانديه (رتہ ديروہ)
- ۱۳۱- تفسير قاسمى (لعدة أجزاء من القرآن) للمولوی محمد قاسم المشورى (لاركانه)
- ۱۳۲- تفسير القرآن (لعدة أجزاء من القرآن) للمولوی اللہ بخش التونيه (قمبر)
- ۱۳۳- التفسير مفاتيح الأنوار للمولوی خوش محمد التونيه (ميرو خان)

۱۳۴- تقصيص اللحية و تسويد اللحية للمولوى محمد قاسم المشورى (لاركانه)

۱۳۵- تقويت التميز للمولوى در محمد خاك القریشى الصديقى (واره)

۱۳۶- تكميل الخشوع بإرسال اليدين فى الصلوة بعد الركوع للمولوى الله بحش

التونيه (قمين)

۱۳۷- تكوير العمامة على أن القلنسوة لا يكره فيها الاقتداء والإمامة للمولوى أبى البقاء

مظهر الدين شاه (دوكرى)

۱۳۸- تبييه الغاصبين للمولوى خالق داد الأبره (لاركانه)

۱۳۹- تنوير الايمان فى تفسير القرآن (ترجمة الجزء الثلاثين من القرآن و تفسيره)

للمولوى غلام رسول العباسى (لاركانه)

۱۴۰- توضيح المسئلة : هل يجوز لحم الغراب أم لا : للمولوى أبى الفيض غلام عمر

الحتوتى (دوكرى)

۱۴۱- تهذيب اللسان فى أدب البيان للمولوى بير نجى الله شاه الراشدى (واره)

**الباء (ب)**

۱۴۲- برونه باجه جو للمولوى در محمد خاك القریشى الصديقى (واره)

**الباء (پ)**

۱۴۳- بوك كرمى جو قصو للمولوى در محمد خاك القریشى الصديقى (واره)

**الثاء**

۱۴۴- ثناء محمدى (بالفارسية) للمولوى عبد الله الحانديه (رته ديره)

**الباء (پ)**

۱۴۵- بارسى ديوان (پ) للمولوى غلام محمد القادري (لاركانه)

۱۴۶- بكين جى بحارتى نظير نروار للمولوى در محمد خاك القریشى الصديقى

(وارہ)۔

۱۴۷- پنج کلدستہ زیب (بالفارسیہ) للمولوی نواب کل محمد زیب المکسی  
(شہداد کوت)

### الجیم

۱۴۸- جامع تعلیل للمولوی محمد موسی (وارہ)

۱۴۹- جامع تعلیلات للمولوی نور محمد المیکن (شہداد کوت)

۱۵۰- جذبات جتوئی / کلدستہ محرابوری للمولوی غلام رسول الجتوئی  
(دوکری)۔

۱۵۱- جذبات خاک للمولوی در محمد خاک القریشی الصدیقی (وارہ)۔

۱۵۲- جنک مجموعہ فتاوی للمولوی غلام صدیق المیکن (شہداد کوت)

### الجیم (ج)

۱۵۳- جان قیامت آئی للمولوی ثناء اللہ ثنائی ، العباسی (دوکری)۔

### الجیم (ج)

۱۵۴- جہل حدیث مع الترجمة والتشريح للمولوی غلام رسول الجبال (دوکری)۔

### الحا،

۱۵۵- الحاشیة علی ایساغوجی ، للمولوی محمد ہاشم السمرہ (شہداد کوت)۔

۱۵۶- الحاشیة علی ایساغوجی ، للمولوی نور محمد المیکن (شہداد کوت)

۱۵۷- الحاشیة علی بدیع المیزان ، للمولوی عبدالکریم الکتیر الکورائی (قمبر)۔

۱۵۸- الحاشیة علی بدیع المیزان ، للمولوی محمد ہاشم السومرہ (شہداد کوت)

۱۵۹- الحاشیة علی بدیع المیزان ، للمولوی نور محمد المیکن (شہداد کوت)

۱۶۰- الحاشیة علی تفسیر البیضاوی ، للمولوی عبدالکریم الکتیر الکورائی (قمبر)۔

- ۱۶۱- الحاشية على تفسير البيضاوى ، للمولى نور محمد الميكن شهاداد كوت
- ۱۶۲- الحاشية على تفسير الحلالين ، للمولى تاج محمد الكوكر (دو كرى)
- ۱۶۳- الحاشية على توضيح تلويح ، للمولى نور محمد الميكن شهاداد كوت
- ۱۶۴- الحاشية على الزرادى ، للمولى نور محمد الميكن (شهاداد كوت)
- ۱۶۵- الحاشية على شرح ملا جامى ، للمولى عبدالكريم الكتير الكورائى (قمين)
- ۱۶۶- الحاشية على شرح مائة عامل ، للمولى محمد هاشم السومره (شهاداد كوت)
- (كوت)
- ۱۶۷- الحاشية على شرح مائة عامل ، للمولى نور محمد الميكن (شهاداد كوت)-
- ۱۶۸- الحاشية على صرف بهائى ، للمولى محمد هاشم السومره (شهاداد كوت)-
- ۱۶۹- الحاشية على عبد الغفور ، للمولى عبدالكريم الكتير الكورائى (قمين)-
- ۱۷۰- الحاشية على الكافية ، للمولى عبد الكريم الكتير الكورائى (قمين)-
- ۱۷۱- الحاشية على سلم ، للمولى نور محمد الميكن (شهاداد كوت)-
- ۱۷۲- الحاشية على المطول ، للمولى نور محمد الميكن (شهاداد كوت)-
- ۱۷۳- الحاشية على الهداية ، للمولى نور محمد الميكن (شهاداد كوت)-
- ۱۷۴- الحاشية على هداية النحو ، للمولى محمد هاشم السومره (شهاداد كوت)-
- ۱۷۵- الحاشية على هداية النحو ، للمولى نور محمد ميكن (شهاداد كوت)-
- ۱۷۶- الحجة البيضاء فى حرمة الصدقات الواجبة على الشرفاء للمولى محمد قاسم المشورى (لاركانه)-
- ۱۷۷- حديقه الاولياء (ترجمة روضة الشهداء إلى السندية للمولى هداية على التونية النحفى) (واره)
- ۱۷۸- حزب البحر للمولى محمد قاسم المشورى (لاركانه)-
- ۱۷۹- حسام الحاسم للمولى در محمد خاك ، القرشى الصديقى (واره)-

- ۱۸۰- حق الإظهار فى تحفة الأخيار للمولوى عبد الله الحانديه (رتہ ديره)-  
 ۱۸۱- حياة عيسى عليه السلام للمولوى عبد الله الحانديه (رتہ ديره)

## الخاء

- ۱۸۲- خدائى حالات (فى ترديد أنسانى خيالات) للمولوى عبد الرحيم  
 الحنولى (دو كرى)-  
 ۱۸۳- خزانة العارفين (فى شرح كلام شاه عبد اللطيف البتائى للمولوى در محمد  
 خاك القریشى الصديقى (واره)-  
 ۱۸۴- خطبات توحيد مع مواظ محمدیه للمولوى غلام رسول  
 الحنولى (دو كرى)-  
 ۱۸۵- خطبات ثنائى للمولوى ثناء الله ثنائى، العباسى (دو كرى)-  
 ۱۸۶- خطبات جنوى للمولوى غلام رسول الحنولى (دو كرى)-  
 ۱۸۷- خطبات خاك للمولوى در محمد خاك، القریشى الصديقى (واره)-  
 ۱۸۸- خطبات صديقيه للمولوى محمد نصير الدين الصديقى (شهاداد كوت)-  
 ۱۸۹- خطبه منظومه.... للمولوى محمد بن أحمد الكوكر (لاركانه)-  
 ۱۹۰- خطبه محرا بيورى للمولوى غلام رسول الحنولى (دو كرى)-  
 ۱۹۱- خود نوشته حیات للمولوى غلام حسين العباسى الوليدائى (لاركانه)-  
 ۱۹۲- خود نوشته سوانح حیات للمولوى عبد الله الحانديه (رتہ ديره)-  
 ۱۹۳- خود نوشته سوانح حیات للمولوى محمد عظيم شيدا السولنكى-  
 ۱۹۴- خير الحارى فى كلام البارى (تفسير القرآن بالسندية) للمولوى خير محمد  
 الشبانى البكوص (قمبن)-

- ۱۹۵- خير الكلام فى عدم جواز قراءة الفاتحة للمقتدى خلف الإمام (بالفارسية)

للمولوی شمس الدین (لارکانہ)۔

## الدال

- ۱۹۶ - دردن جی دانہن للمولوی ثناء اللہ ثنائی العباسی (دو کری)۔  
 ۱۹۷ - الدلیل المعقول فی تحریم الطبول للمولوی محمد قاسم المشوری (لارکانہ)۔  
 ۱۹۸ - دیوان جتوئی (فی جزین) للمولوی غلام رسول الحتوئی (دو کری)۔  
 ۱۹۹ - دیوان شیدا للمولوی محمد عظیم شیدا، السولتکی (وارہ)۔  
 ۲۰۰ - دیوان عبدالکرم کھارہ للمولوی عبدالکرم کھارہ الکورائی البلوص (رتہ دیرہ)۔

- ۲۰۱ - دیوان نعتیہ ثنائی للمولوی ثناء اللہ ثنائی، العباسی (دو کری)۔  
 ۲۰۲ - دیوان نور للمولوی نور الدین نور، الحاندیہ (قمبر)۔

## الراء

- ۲۰۳ - رباعیات خاک للمولوی در محمد خاک القریشی الصدیقی (وارہ)  
 ۲۰۴ - رت جو درہاء للمولوی ثناء اللہ ثنائی العباسی (دو کری)۔  
 ۲۰۵ - رحمتی رات شب برآة للمولوی محمد قاسم المشوری (لارکانہ)۔  
 ۲۰۶ - رحمتی رات شب معراج للمولوی محمد قاسم المشوری (لارکانہ)۔  
 ۲۰۷ - الریحی الوفی للمولوی در محمد خاک القریشی الصدیقی (وارہ)۔  
 ۲۰۸ - رسالہ در فن کیمیا (بالفارسیہ) للمولوی أبی البقاء مظهر الدین شاہ الراشدی (دو کری)۔  
 ۲۰۹ - رسالہ غفارہ (فی التصوف) للمولوی محمد صالح البتہ (لارکانہ)۔  
 ۲۱۰ - رسالہ فی أحكام النذر للمولوی محمد ہاشم السومرہ (شہداد کوت)۔  
 ۲۱۱ - رموز السالکین للمولوی ہدایہ علی التونیہ النحفی (وارہ)۔

- ۲۱۲- رونق محفل کافیون للمولوی در محمد خاڪ القريشى الصديقى (واره)-  
 ۲۱۳- رهبر فارسی (قواعد الفارسیة) للمولوی تاج محمد الكوكر (دو كرى)-  
 ۲۱۴- رهنماء عربى (الصرف والنحو للعربية) للمولوی تاج محمد الكوكر  
 (دو كرى)-

## الزء

- ۲۱۵- زهرى آراه للمولوى ثناء الله ثنائى ، العباسى (دو كرى)-  
 ۲۱۶- زيب نامه للمولوى نواب گل محمد زيب المكسى (شهاداد كوت)-  
 ۲۱۷- زين العباد للمولوى، در محمد خاڪ ، القريشى الصديقى (واره)-

## السين

- ۲۱۸- سبيل السلوك للمولوى در محمد خاڪ القريشى الصديقى (واره)-  
 ۲۱۹- سرساز آواز جان كداز للمولوى غلام رسول الحتوئى (دو كرى)-  
 ۲۲۰- سرو تو للمولوى ثناء الله ثنائى ، العباسى (دو كرى)-  
 ۲۲۱- سلطانى مولود للمولوى سلطان احمد سلطان، الحتوئى (رتہ ديره)-  
 ۲۲۲- سندی كافين جو كتاب للمولوى اہى البقاء مظهر الدين شاه  
 الراشدى (دو كرى)-

- ۲۲۳- سوانح حیات اساتذہ مولوی عبد الرحيم للمولوى عبدالرحيم  
 الحتوئى (دو كرى)-

- ۲۲۴- سوانح عمرى نصير محمد قاسم مشورى للمولوى قاسم المشورى  
 (لاركانہ)-

- ۲۲۵- سهرن جو سينكار للمولى در محمد خاڪ القريشى الصديقى (واره)-  
 ۲۲۶- سيرة مصطفى (بالسنديّة) للمولوى محمد عظيم شيذا السولنكى (ك) (واره)-

- ۲۲۷- سيف أهل الحق فى عنق فضل الحق للمولوى غلام صديق القریشی الصديقى (واره)-
- ۲۲۸- سيف الرسول للمولوى تاج محمد الكوكر (دو كرى)-
- ۲۲۹- سيف السنة على رأس البدعة للمولوى نواب الدين الجانديه ميرو خان)-
- ۲۳۰- السيف القهارة على منكر القول بالخمسة الطاهرة للمولوى غلام صديق القریشی الصديقى (وار)-

## الشين

- ۲۳۱- شبنم شريعت (بالفارسية المنظومة) للمولوى عبد الله الجانديه (رته ديره)-
- ۲۳۲- الشجرة الحلیميه للمولوى محمد نصير الدين الصديق (شهاد كوت)-
- ۲۳۳- شجرة الشعب الراشديه (بالفارسية المنظومة) للمولوى غلام عمر الأريجو (دو كرى)-
- ۲۳۴- شربت حسين للمولوى تاج محمد الكوكر (دو كرى)-
- ۲۳۵- شرح بعض أشعار حضرة شاه عبد اللطيف البتالى للمولوى عبد القادر الكلهوره (دو كرى)-
- ۲۳۶- شرح زليخا للمولوى محمد موسى الجنجنى (واره)-
- ۲۳۷- شرح سورة الذهب للمولوى غلام عمر رئيس العلماء الجانديه (قمين)-
- ۲۳۸- نعته نور للمولوى نور الدين نور، الجانديه (قمين)-
- ۲۳۹- شمس الهدى نعيون الأعمى للمولوى محمد قاسم المشورى (لاركانه)-
- ۲۴۰- شيرين خسرو للمولوى غلام محمد القادرى (لاركانه)-

## الصاد

- ۲۴۱- صراط الطالبين (بالفارسية) للمولوى سر محمد ياسين الراشدى (دو كرى)-

- ۲۴۲- صرف بهائی للمولوی نور محمد المیکن (شہداد کورت)-  
 ۲۴۳- الصلوٰۃ قرۃ العین للمولوی القاری خیر محمد الشبان البلوص (قمبہن)-  
 ۲۴۴- صمصام السنۃ علی رأس البدعۃ للمولوی اَبی الفیض غلام عمر الجتوئی  
 (دو کری)-

### الضاد

- ۲۴۵- ضیاء الہدی للمولوی محمد قاسم المشوری (لارکانہ)-

### الطاء

- ۲۴۶- الطبیعیات والفلیکیات والالہیات (بالعربیۃ) للمولوی عبد اللہ الجاندہ  
 (رتہ دیرہ)-

### الظاء

- ۲۴۷- الظہور تفسیر سورۃ التور للمولوی عبد اللہ الجاندہ (رتہ دیرہ)-

### العين

- ۲۴۸- عرض نہایہ للمولوی عبد اللہ الجاندہ (رتہ دیرہ)-  
 ۲۴۹- عشق احمدی للمولوی عبد اللہ الجاندہ (رتہ دیرہ)-  
 ۲۵۰- عقائد نامہ للمولوی ثناء اللہ ثنائی ، العباسی (دو کری)-  
 ۲۵۱- عمرۃ الصلاب فی أنساب آل اَبی طالب للمولوی ہدایۃ علی التونیہ  
 النحفی (وارہ)  
 ۲۵۲- عمدۃ المیراث (بالعربیۃ) للمولوی عبد اللہ الجاندہ -  
 ۲۵۳- عملیات صدیقی (بالفارسیۃ) للمولوی غلام صدیق المیکن (شہداد کورت)-

### الفین

- ۲۵۴- غوث اعظم للمولوی القاری خیر محمد الشبانی البلوص (قمبہن)-

## الفاء

- ۲۵۵- الفائدة الحلیلة فی نسبة الرؤیا للمولوی أبی الجمال خدا بخش الأبره المولوی (دو کروی)-
- ۲۵۶- فتاوی رحمانی للمولوی عبد الرحمن البنهور الدامرہی (لارکانہ)-
- ۲۵۷- فتاوی عطائی للمولوی عطا محمد الکلهوره (رتہ دیرہ)-
- ۲۵۸- فتاوی قاسمی للمولوی محمد قاسم المشوری (لارکانہ)-
- ۲۵۹- فتح التوبة تفی رد مسائل هداية الحكمة (بالعربية) للمولوی عبد الله الحانديه (رتہ دیرہ)-
- ۲۶۰- فتح الفتاح للمولوی در محمد خاڪ القريشى الصديقي (واره)-
- ۲۶۱- فتح السورد فی تحقیق امرأة المفقود للمولوی محمد قاسم المشوری (لارکانہ)-
- ۲۶۲- فداء جمال (المنظومة /سه حرفی) للمولوی عبد الله الحانديه (رتہ دیرہ)-
- ۲۶۳- فراق نامه للمولوی عبد الله السوسه (واره)-
- ۲۶۴- فراق نامه يوسف للمولوی در محمد خاڪ ، القريشى الصديقي (واره)-
- ۲۶۵- فصل الخطاب فی لزوم الستى الحجاب/برده عورت للمولوی محمد قاسم المشوری (لارکانہ)-
- ۲۶۶- فصیح اللغات و ضرب الأمثال للمولوی بیر نجھی الله شاه الراشدی (واره)
- ۲۶۷- فضل الكرم في رؤية رسوله الرحيم للمولوی در محمد خاڪ ، القريشى الصديقي (واره)-
- ۲۶۸- فقيد المثل للمولوی بیر نجھی الله شاه الراشدی (واره)-
- ۲۶۹- الفوائد الجملة فی أحكام للعمامة للمولوی أبی البقاء مظهر الدين شاه

الراشدی (دو کرى)

- ۲۷۰- فواید الفاتحة للمولوى در محمد خاك ، القریشی الصدیقى (واره)  
 ۲۷۱- فیض روضه دنى للمولوى تاج محمد الكوكر (دو كرى)  
 ۲۷۲- فیض العلام فى ترجمة بلوغ المرام للمولوى الله بعش التونيه (قمبر)

## القاف

- ۲۷۳- قبله جو مسئلو للمولوى محمد هاشم القاسمى (رتہ ديره)-  
 ۲۷۴- قرآن دنيا م جو ابو للمولوى حبيب الله حبيب، الأعوان (شهاداد كوت)  
 ۲۷۵- قرآنى اوامر و نواهى للمولوى عبد الله المجانديه (رتہ ديره)-  
 ۲۷۶- القواعد المهمة للفوائد الحجة للمولوى أبى البقاء مظهر الدين شاه الراشدی  
 (دو كرى)-

- ۲۷۷- القول العسجدى فى رد اعتراضات المسجدى (بالعربية) للمولوى عبد الكريم  
 الكتير الكورائى (قمبر)-  
 ۲۷۸- القول القوى فى رد قول الكوى (بالعربية) للمولوى أبى الجمال خدا بخش  
 الأبره (دو كرى)-

- ۲۷۹- قيامت نامه للمولوى ثناء الله ثنائى، العباسى (دو كرى)-

## الكاف

- ۲۸۰- كانكل نامه (ن ك) للمولوى عبد الله السومره (واره)-  
 ۲۸۱- الكتاب فى الأحاديث الموضوعه للمولوى الله بخش التوفيه (قمبر)-  
 ۲۸۲- الكتاب فى بحث الرضاع للمولوى محمد قاسم المشورى (لاركانه)-  
 ۲۸۳- الكتاب فى بحث علم الغيب للمولوى محمد قاسم المشورى (لاركانه)-  
 ۲۸۴- كتاب مستطاب (فى علم الحديث) للمولوى غلام رسول

الحتوئی (دو کرى) -

۲۸۵- کتى بينو جو قصو (پ) للمولوى در محمد - خاك القریشی الصدیقى

(واره) -

۲۸۶- الكراسه المشتملة على أسساء الهنود الذين أسلموا على يد المولوى تاج

محمد الكوكر و أحوالهم للمولوى تاج محمد الكوكر نفسه

(دو كرى) -

۲۸۷- كلام نور للمولوى نور الدين نور، الحانديه (قمير) -

۲۸۸- كلمون شريف (باكو اول و دوم - پ ك) للمولوى عبد الله الحانديه (رته

ديره) -

۲۸۹- كليات خاك للمولوى در محمد خاك، القریشی الصدیقى (واره) -

۲۹۰- كليات نور للمولوى نور الدين نور، الحانديه (قمير) -

## الكاف ( گ )

۲۹۱- كامون سحار للمولوى ثناء الله ثنائى، العباسى (دو كرى) -

۲۹۲- كنز ارجتوئى للمولوى غلام رسول الحتوئى (دو كرى) -

۲۹۳- كلشن بر بهار مولود شريف للمولوى در محمد خاك، القریشی

الصدیقى (واره) -

۲۹۴- كلشن كهاره (بالسنديه) للمولوى عبد الكريم الكورائى البلوص (رته ديره)

۲۹۵- كهره جو كنج للمولوى در محمد خاك، القریشی الصدیقى (واره) -

## اللام

۲۹۶- اللمعة فى تحقيق خطبة الجمعة للمولوى در محمد خاك، القریشی

الصدیقى (واره) -

۲۹۷- لولی جی لات للمولوی در محمدخاک، القریشی الصدیقی (وارہ)۔

۲۹۸- لیلی محنون للمولوی ثناء اللہ ثنائی، العباسی (دو کری)۔

### الصمیم

۲۹۹- مبادی للمولوی عبد اللہ الحانديه (رتہ دیرہ)۔

۳۰۰- مثنوی للمولوی غلام محمد القادری (لارکانہ)۔

۳۰۱- محربات مظہریہ یونانی للمولوی أبی البقاء مظہر الدین شاہ

الراشدی (دو کری)۔

۳۰۲- مجمع الفيوضات (ترجمہ ملفوظات شریفہ لیبیر روضہ دنی فی ثلاثة أجزاء)

للمولوی محمد قاسم المشوری (لارکانہ)۔

۳۰۳- محمود غزنوی للمولوی ثناء اللہ ثنائی، العباسی (دو کری)۔

۳۰۴- مجونامون سه حرفی للمولوی در محمد خاک القریشی الصدیقی (وراہ)۔

۳۰۵- مخزن الروایات (فی أربعة أجزاء) محمد القریشی الصدیقی (قمبر)۔

۳۰۶- محمسات زیب (بالفارسیة للمولوی نواب کل محمد زیب المکسی

(شہداد کوت)۔

۳۰۷- مذهب شیعة جا أسباب للمولوی عبد اللہ الحانديه (رتہ دیرہ)۔

۳۰۸- مراشی تارک للمولوی ہدایة علی التونیہ النحفی (وراہ)۔

۳۰۹- مرزائیت جی تردید للمولوی عبد اللہ الحانديه (رتہ دیرہ)۔

۳۱۰- مریم عین عیسیٰ علیہا السلام عبد اللہ للمولوی عبد اللہ الحانديه (رتہ دیرہ)۔

۳۱۱- مسائل زکوٰۃ پر محترم ڈاکٹر جسٹس تنزیل الرحمان کی تحریر اور تحقیقات

پر ایٹک نظر للمولوی محمد قاسم المشوری (لارکانہ)۔

۳۱۲- مسلك الاعتدال فی بحث الرجال للمولوی اللہ بخش التونیہ (قمبر)۔

- ۳۱۳- مسلمات شیعہ للمولوی اللہ بخش التونیہ (قمبہ)۔
- ۳۱۴- مسئلۃ الضاد للمولوی اللہ بخش التونیہ (قمبہ)۔
- ۳۱۵- مسئلہ ذرک للمولوی محمد سلیمان الأبرہ (دو کری)۔
- ۳۱۶- المسیح الموعود والرجال للمولوی اللہ بخش التونیہ (قمبہ)۔
- ۳۱۷- مصباح الآیة فی شان صحابہ للمولوی عبد اللہ الحانیدیہ (ج.د) (رتہ دیرہ)۔
- ۳۱۸- مضامین تارک للمولوی ہدایہ علی التونیہ النجفی (وارہ)۔
- ۳۱۹- مطالب القرآن للمولوی عبد اللہ الحانیدیہ (رتہ دیرہ)۔
- ۳۲۰- معراج المؤمنین (بالسنندیہ) للمولوی عبد الکریم الکورائی البلوص (رتہ دیرہ)۔
- ۳۲۱- معلم الفرائض للمولوی محمد قاسم المشوری (لارکانہ)۔
- ۳۲۲- مفہومات القرآن فی سورة الکلیات (بالعربیہ) للمولوی عبد اللہ الحانیدیہ (رتہ دیرہ)۔
- ۳۲۳- مکتوبات خاک للمولوی در محمد خاک ، القریشی الصدیقی (وارہ)۔
- ۳۲۴- مکتوبات قاسمی للمولوی محمد قاسم المشوری (لارکانہ)۔
- ۳۲۵- ملاقات حجة علیہ السلام للمولوی أمان اللہ العباسی (لارکانہ)۔
- ۳۲۶- ملان یحموالی للمولوی ثناء اللہ ثنائی العباسی (دو کری)۔
- ۳۲۷- ملفوظات غفاری للمولوی خواجہ عبدالغفار/بیر متہ (لارکانہ)۔ (جمعہا المولوی حبیب الرحمان خلیفتہ)
- ۳۲۸- ملفوظات قاسمی للمولوی محمد قاسم المشوری (لارکانہ)۔
- ۳۲۹- ملفوظات و تحریرات گل محمد للمولوی گل محمد
- المیکن (ث) (شہداد کوت)۔ (جمعہا المولوی محمد ہاشم الیاسینی)
- ۳۳۰- ملفوظات یاسینی للمولوی محمد یاسین شاہ الراشدہ (دو کری)۔

- ۳۳۱- منبهات (بالفارسية المظومة) للمولوى عبد الله الحانیه (رتہ دیرہ)۔
- ۳۳۲- مواعظ صديقيه للمولوى محمد نصير الدين الصديقى (شهاداد كوت)۔
- ۳۳۳- المواعظ القاسمية للمولوى محمد قاسم المشورى (لاركانه)۔
- ۳۳۴- موج نور للمولوى نور الدين، الحانديه (قمير)
- ۳۳۵- مؤنس جان در ثنائى رسول كريم ﷺ للمولوى عبد الله الحانديه رتہ دیرہ)۔

## النون

- ۳۳۶- نبى أنبوت جوسحاناب للمولوى عبد الله الحانديه (رتہ دیرہ)۔
- ۳۳۷- نفحات الكرامات للمولوى محمد قاسم المشورى (لاركانه)
- ۳۳۸- نور الأبهار فى جواز الجمعة فى القرى والأمهار للمولوى محمد حاك،  
القريشى الصديقى (واره)۔
- ۳۳۹- نور النصر بالسندية) للمولوى تاج محمد الكوكر (در كرى)۔
- ۳۴۰- نهج الصراب فى تحقيق الغراب للمولوى محمد قاسم المشورى (لاركانه)۔
- ۳۴۱- نيهن جو نيا جو (پ) للمولوى در محمد حاك القريشى الصديقى (واره)

## الواو

- ۳۴۲- وطن حبي و آكان للمولوى در محمد حاك، القريش الصديقى (دیرہ)۔
- ۳۴۳- وهابى علميت أكلابى حنيفيت (ك) للمولوى أبى الفيض غلام عمر المحتوى  
(دو كرى)۔

## الهاء

- ۳۴۴- هداية البارى شرح صحيح البخارى للمولوى الله بخش التونيه (قمير)۔
- ۳۴۵- هداية المالك فى مقدمة أعدل المسالك (شرح موطا للامام مالك) للمولوى  
الله بخش التونيه (قمير)

- ۳۴۶- ہدایۃ المصلیٰ للمولوی محمد قاسم المشوری (لارکانہ)۔
- ۳۴۷- ہدایۃ الناس فی جواز المیلاد والأعراس للمولوی محمد قاسم المشوری (لارکانہ)۔
- ۳۴۸- ہدیۃ الأبرار فی أن المصطفیٰ نور الأنوار للمولوی محمد قاسم المشوری (لارکانہ)۔

## الیاء

- ۳۴۹- یوسف زلیخا للمولوی ثناء اللہ ثنائی ، العباسی (دو کرى)۔



## هوامش

- ۱- قدیم سندہ ، الحامشہور شہرہ مانہو (ددٹ) لمیرزا قلیچ بیگ ص ۳۰
- ۲- قدیم سند (د) لیرومل کاکو (پ) ، ص ۲۴۶
- ۳- The Gazetteer of West Pyclopeadia Britanica,  
Vol.III, p.725.
- ۴- جائزہ مدارس عربیہ مغربی پاکستان للحافظ نذر احمد ، ج ۲ ، ص ۲۵۲ .
- ۵- الخرائط للصديقي الكراتشوی ولب تاریخ سند (بالفارسیة) لخداداد خان بہادر ، ص ۱۰۶
- ۶- الخرائط للصديقي
- ۷- قدیم سند و الحامشہور شہرہ مانہو المیرزا قلیچ بیگ ، ص ۳۰۰ ، ۳۰۱
- ۸- ایضا ، ص ۳۰۱ ، ۳۰۲
- ۹- ایضا ، ص ۳۰۶

- ۱۰۔ ایضا، ص ۳۰۷
- ۱۱۔ ایضا، ص ۳۰۵
- ۱۲۔ ایضا، ص ۳۰۵
- ۱۳۔ ایضا، ص ۳۰۵
- ۱۴۔ ایضا، ص ۳۰۵-۳۰۶
- ۱۵۔ قدیم سند، انعامشہور شہر مانہو لمیرزا قلیچ بیگ، ص ۳۱۰، ۳۱۱
- ۱۶۔ ایضا، ص ۳۱۲، ۳۱۳
- ۱۷۔ ایضا، ص ۳۱۳
- ۱۸۔ ایضا
- ۱۹۔ ایضا، ص ۳۱۴
- ۲۰۔ ایضا، ص ۳۱۵
- ۲۱۔ ایضا، ص ۳۱۶
- ۲۲۔ ایضا، ص ۳۱۷
- ۲۳۔ ایضا، ص ۳۱۷
- ۲۴۔ ایضا، ص ۳۱۸
- ۲۵۔ ایضا، ص ۳۱۹
- ۲۶۔ ایضا و ۳۲۰
- ۲۷۔ ایضا، ص ۳۲۰
- ۲۸۔ ایضا، ص ۳۲۰، ۳۲۱
- ۲۹۔ ایضا، ص ۳۲۱
- ۳۰۔ ایضا، ص ۳۲۱
- ۳۱۔ ایضا، ص ۳۲۱

- ۳۲- ایضا، ص ۳۲۲
- ۳۳- جائزہ مدارس عربیہ، مغربی پاکستان للحافظ نذر احمد، ص ۲۵۲
- ۳۴- سند اندر قدیم آثارن و اراماڪ (دڊڪ) لتنویر جونيجو، ص ۹۰، وارجع  
للتفصیل الی براچین سند و سبیتاجو نظارو (پ ج دپ) لدوارکا پر سادو  
حیرام شرما، ص ۴۰ و وادی سندہ کی تہذیب لمحمد إدريس الصديقي،  
ص ۳۳۰ و سندہ جائزو، سندی ادبی بورڈ، حیدر آباد السند، ۱۹۸۲م، ص  
Sindh , A genral introdection by H.T. ، ۱۱۹، ۷۹  
Lambrick, Hyderabad Sndh 1964.
- ۳۵- جائزہ مدارس عربیہ، مغربی پاکستان للحافظ نذر احمد، ص ۲۵۲
- ۳۶- انظر لتفصیل الثانی الی السادس فی سہاجی ایاس ضلع لارکانہ، تین کلاس،  
سند تیکست بک بورڈ، جامشورہ لعبد الأحمد السعدی و بحفیل شاہ  
البخاری، مایو سنہ ۱۹۸۷م، ص ۲۰-۲۲ و تاریخ سکر (الخطی)  
لرحیمداد المولائی الشیدائی، ص ۱۴۲ و تحفہ الکرام للقانع، ۱۹۵۷م، ج ۳  
ص ۲۵۷-
- ۳۷- سورة الاعراف الآية: ۱۲۸
- ۳۸- مقدمة بذل القوة فی حوادث سنی النبوة للتتوی، للقاسمی، ص ۱-۴  
و المقالة الخطیة للدكتور مدد علی قادری، محرم الحرام سنہ ۱۴۰۳ھ و راجع علی  
The Gazetteer of West Pakistan, by Dr. H.T.  
Sorlay, H.Pak Press, Karachi, 1968, P.370.
- ۳۹- و طالع لتفصیل تاریخ ریگستان بوکو بهریون لراء جنو هرلجین، ۱۹۵۶م،  
ص ۱۹۱-
- ۴۰- هو دوتی هو للراشدی، ۱۹۷۷م، ص ۱۸۳.

[www.KitaboSunnat.com](http://www.KitaboSunnat.com)

